

شاہ ولی اللہ

اور

ان کا خاندان

تالیف

مولانا حکیم محمود احمد برکاتی

ناشی

مجلس اشاعت اسلام (مسک شاہ ولی اللہ) لاہور

منے کا پتہ: تخلیق مرکز © شاہ علم مارکیٹ لاہور

جلد حقوق بحق مؤلف محفوظ



پیش لفظ

ابتدائیہ

۲۵

۲۶

۲۷

شاہ ولی اللہ کے حالات شاہ عبدالعزیز کی زبانی۔

تاجہ سوانح۔ القول الجلی ملفوظات شاہ عبدالعزیز، ولادت و وفات، حافظہ، راجپوتانے میں، سیدنا حسن کا قلم جوڑ چکا کھا تھا نیانے سند حدیث، تقسیم کار، ضبط اوقات، مسیتا، شفقت، ی، تقریر، نسبت، حبشت، شاہ صاحب اور شیعیت، شیعوں سے نزابت، کرامت، طب، غزل، وصیت نامہ، مسلک فقہی، ایک فتویٰ، ایک جویریہ، مذہب قبر۔

۲۲

سنین حیات شاہ ولی اللہ

۲۳

حیات شاہ ولی اللہ کے چند خاص مآخذ۔

۲۴

تصانیف شاہ ولی اللہ

۵۰

تلامذہ و مریدین شاہ ولی اللہ

۵۱

شاہ ولی اللہ اور ان خاندان کی تحریرات میں تحریفات

کتاب کا نام: شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان

مؤلف: مولانا حکیم محسن احمد برکاتی

ناشر: مولانا حکیم انیس احمد صدیقی

مجلس اشاعت اسلام، لاہور

کاتب: احفاظ الرحیم صدیقی

طابع: شاہین میگنا پریس لاہور

تاریخ اشاعت: ۱۹۷۶ء

ایڈیشن: اول قیمت ۲۵ روپے

تعداد اشاعت: ایک ہزار ۳۷۱

صننے کا پتہ: تخلیق مرکز، ۳۳، اے شاہ عالم گیٹ لاہور

• شاہ ولی اللہ کے فارسی اشعار۔ ۶۲

• تحریک ولی اللہی — کیا وہ کامیاب رہی؟ ۶۶

اخلاف و تلامذہ تصانیف و تالیف

• شاہ ولی اللہ کا مدرّس رحیمہ ۸۰

• شاہ ولی اللہ کے بھائی شاہ اہل اللہ بھٹلی۔ ۹۶

مطب، بھٹلی میں، اخلاف، تالیفات:

انفاس رحیمہ، تخریج احادیث ہدایہ، تلخیص، ہدایہ، اصول فقہ،

تفسیر قرآن، چار باب، کنز الدقائق کا فارسی ترجمہ، ترجمہ

موجز القانون فارسی، نوادہ چند مکاتیب، انصاح۔

• شاہ ولی اللہ کے خلیفہ اعظم شاہ محمد عاشق بھٹلی۔ ۱۱۸

شیخ محمد، شیخ عبید اللہ، شاہ محمد عاشق، اخلاف، امتد العزیز اولاً

ثناء اللہ، تلامذہ و مریدین۔

تصانیف: قول علی، تقریر فیہ کثیر، شرح و عار الاقتصام، سبیل الرشاد

مکتوبات شاہ ولی اللہ، متفرق تحریریں، مقدمہ کثیر، مکتوب، المصطفیٰ پر

• شاہ ولی اللہ کے فرزندان گرامی ۱۳۴

شاہ محمد دہلوی۔ ۱۳۴

شاہ عبد العزیز۔ ۱۳۹

۱۵۶ شاہ رفیع الدین دہلوی۔

۱۶۲ شاہ عبد القادر دہلوی۔

۱۶۵ شاہ عبد الغنی دہلوی۔

• شاہ ولی اللہ کے اخلاف و احفاد ۱۶۶

۱۶۶ شاہ محمد اسحق دہلوی۔

۱۶۹ شاہ محمد یعقوب دہلوی۔

۱۶۸ شاہ مخصوص اللہ۔

۱۸۲ شاہ محمد موسیٰ دہلوی۔

۱۸۶ مولوی سید ظہیر الدین احمد ولی اللہی۔

۱۹۹ شاہ محمد اسماعیل۔

۲۰۰ شاہ محمد عمر۔

۲۰۲ اسلامی اقتصاد و انقلاب کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ کے نظریات

ابتدائیہ

حکیم مولوی انیس احمد صدیقی حنفی

مجدی ولی الہی پھلتی شمالاھوری

حضرت حکیم الامتہ محمد امجدی شاہ ولی اللہ علی اللہ مقام

محض شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ اور ان کا خاندان علم دین کے حاملین کے نزدیک سلسلۃ الخدایہ ہے حضرت شاہ ولی اللہ کے اجداد و امجد اسلاف اخلاف بھی بڑے درجہ کے بزرگ تھے۔ علم اور تقویٰ میں اپنا خاص مقام رکھتے تھے، لیکن حضرت شاہ صاحب کو جو درجہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے وہ حضرت شاہ صاحب کی قیمت ہے۔

حضرت شاہ صاحب کے تلمیذ خاص اور غلیظ اعظم حضرت شاہ محمد عاشق محدث پھلتی فرماتے ہیں:-

”راہ حقیقت طے کرنے والوں اور حقیقت کے طلب گاروں پر یہ امر چھپا ہوا نہیں ہے کہ خداوند تعالیٰ کسی کامل انسان کو اپنے علوم اور چھپے ہوئے رازوں کے ظاہر کرنے کا فریضہ بنانے کے لئے چاہتا ہے اور اسے بطور آلہ کار استعمال کرتا ہے اور اس کی زبان سے کلام فرماتا ہے اور جو بھید اس نفس مقدس میں ہوتے ہیں وہ اس شخص کو عطا فرماتا ہے اور ان کے ظہور کا ارادہ کرتا ہے تو وہ ذاتیات

کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔

اس زمانے میں اس بلند مقام پر قطب الدین احمد ابوالفیاض ولی اللہ نانوتوی جو محدثین میں سے سب سے بڑے محدث اور ولی اللہ میں اور جن کی زبان سے خدا کلام فرماتا ہے۔ اس امر کی تصدیق اس سے ہوتی ہے خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض نبیوں میں حضرت شاہ ولی اللہ کی نسبت اپنے ساتھیوں فرمائی ہے کہ وہ میرے وجود خارجی کے لئے بمنزلہ ذہن ہیں اور اسی وقت حضرت شاہ صاحب کو ذکی اور حکیم الامت کا خطاب عطا فرمایا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فائز مبارک میں جو کمالات الہی موجود تھے اور آپ کے ذریعے سے ظہور پذیر ہوئے وہ تمام معانی بعینہ حضرت حکیم الامت کے صاف ذہن میں علوم و معارف کی شکل میں جلوہ گر ہوئے، اس لئے حضرت شاہ صاحب کے جملہ علوم و اسرار حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے علوم و اسرار ہیں۔ ”در عقدہ الخیر المکثر“ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ خود فرماتے ہیں:-

”اس بندہ ضعیف پر خداوند تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ مجھے ناصحت کی خلعت پہنائی گئی ہے۔ اور پہلے دور کا افتتاح میرے ہاتھ سے کرایا گیا ہے مجھ سے پوچھا گیا فقہ کی کچھ باتیں کیا ہیں چنانچہ میں نے ان کو جمع کر کے فقہ حدیث نئے سرے سے مرتب کر دی ہے۔

میں نے فقہ اسرار حدیث اور علم مصالح احکام و غیبات وغیرہ جو آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم خداوند تعالیٰ سے لے کر آئے ہیں اور جن کی آپ نے تعلیم فرمائی ہے، مدون کیا، یہ وہ فن ہے جس کو فقیر سے پہلے اس کے بارے میں کسی نے مجھ سے بہتر کوئی بات نہیں کی ہے۔ حالانکہ یہ عظیم الشان علم ہے۔

نیز مجھے کلمات اربعہ یعنی ابداع خلق تدبیر اور تدلی کا نہایت وسیع علم دیا گیا ہے، ایسے ہی نفوس انسانی کی استعدادات کا کامل علم عطا کیا گیا ہے جس سے ہر شخص کا کمال اور انجام معلوم ہو سکتا ہے۔ یہ دونوں وہ بلند مرتبہ علم ہیں کہ مجھ سے پہلے کسی نے ان کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔ اس کے علاوہ مجھے حکمت علی کے اصول کو خداوند تعالیٰ کی کتاب اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے اصحاب کے آثار کے ذریعہ سمجھنے اور بخیر کرنے کی توفیق بخشی گئی۔

القصبات ج ۱ ص ۱۱۷ جمعات

نعمت عظمیٰ بریاض ضعیف آمنت کہ اور اخلعت فاختیم داند و فح دورہ بازہیں
بر دست دے کر دند۔
(دلی اللہ ص ۶)

حضرت شاہ صاحب کے علم مقام کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے تلامذہ آپ کو کیا سمجھتے تھے، حضرت شاہ محمد عاشق رحمۃ اللہ، حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ کی تحریرات موجود ہیں حضرت شاہ صاحب کے بعض اساتذہ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ شاگردوں اور تلامذہ سے بھی زیادہ وقیع ہے۔ حضرت ابوطاہر محمد بن ابراہیم الکمر دی المذنی کے درس میں آپ نے بخاری شریف سننی اور صحاح ستہ کا کچھ حصہ پڑھا، نیز موطا امام مالک، موطا امام محمد اور مسند دارمی وغیرہ کتب حدیث کی اجازت حاصل کی۔ اتنا ذکر کرنے فرمایا کہ شاہ

ولی اللہ نے مجھ سے الفاظ کی سند لی ہے اور میں نے اُن سے معنی کی فصیح کی ہے یا اس کے ہم معنی الفاظ فرمائے (مقدمہ بدور البازغہ ص ۳ مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکاڈمی حیدرآباد)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے جو علم لدنی عطا فرمایا ہے وہ حضرت ہی کا حصہ ہے حضرت شاہ صاحب کے تلامذہ خاص میں حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی بہت بڑے عالم اور فاضل فقہ محدث اور مفسر ہیں۔ لیکن ناچیز کی رائے میں حضرت شاہ صاحب کی حقیقی عظمت اور رفعت تک ان کی نظر بھی نہ پہنچ سکی حضرت شاہ ولی اللہ سے تعلق و تلمذ کی سعادت حاصل کرنے کے باوجود حضرت شاہ ولی اللہ علی اللہ مقامہ کے وصال کے بعد حضرت قاضی صاحب نے حضرت منظر جان جاناں شہید قدس اللہ سرہ سے بیعت کی اور حضرت شاہ صاحب سے بعض چیزوں میں اختلاف کیا۔ حضرت شاہ صاحب کی وصیت پر حاشیہ میں تنقید اور تغلیط کی حضرت منظر جان جاناں شہید یقیناً بڑے درجہ کے بزرگ تھے لیکن آپ کی نسبت نسبت و لایت تھی اور حضرت شاہ ولی اللہ علی اللہ مقامہ کی نسبت انشاء سلوک نبوت سے تھی۔ حضرت شاہ صاحب قدس اللہ سرہ علم نبوت کے بحر بکیراں تھے اور حضرت جان جاناں شہید ایک صاف و شفاف ہنر کی مانند تھے حضرت شاہ صاحب قدس اللہ سرہ کی تالیفات و تصنیفات موجود ہیں اور ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ علوم و معارف لدنی کا دریا بہہ رہا ہے اور دوسرے مشاہیر اولیاء اللہ کے ملفوظات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک درویش اپنی مجلس صدق و سفا میں خلوص و

علامہ رشید رضا مصری فرماتے تھے کہ اگر ہمارے ہندوستانی علماء کی ترجمان اس علم کی طرف نہ ہوتی تو اس علم کا مشرقی ممالک سے خاتمہ ہو جاتا۔

(مقدمہ مفتاح کنوز السنہ)

حقیقت میں یہ شاہ صاحب کی عظیم دینی خدمات کا اعتراف ہے جو کہ ————— بزرگوں کو چاہیے کہ ہندو پاک میں علم و حدیث کا جو چرچا ہے وہ حضرت شاہ صاحب کے حلقہ درس اور آپ کے روحانی فیض کا اثر ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند کے مغلطہ میں ایک یمنی محدث صنیع العزیز بزرگ سے ملے۔ حضرت نے محدث مذکور سے حدیث کی اجازت طلب کی۔ محدث نے دریافت کیا کہ آپ کس کے شاگرد ہیں۔ مولانا قاسم صاحب نے کہا شاہ عبدالغنی مجددی کا۔ انھوں نے فرمایا وہ کس کے شاگرد ہیں۔ مولانا محمد قاسم صاحب نے کہا وہ شاہ محمد اسماعیل کے، محدث صاحب نے پھر دریافت کیا وہ کس کے شاگرد ہیں، مولانا نے کہا وہ شاہ عبدالعزیز کے شاگرد ہیں۔ محدث کبیر نے حضرت شاہ عبدالعزیز کا نام سن کر فرمایا شاہ عبدالعزیز کے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ طوبی کا درخت ہے، جہاں وہ ہیں وہاں جنت ہے اور جہاں وہ نہیں ہیں وہاں جنت نہیں ہے۔

(میرزا روایات ص ۱۵۰)

بعض اکابر سے منقول ہے اور حقیقت ہے کہ شاہ ولی اللہ اگر عقیدہ میں نے زمانے میں پیدا ہوئے اور عہد تابعین یا تبع تابعین میں موجود ہوتے تو عالم اسلام میں چاروں ائمہ مذہب کی طرح آپ کی امامت پر اتفاق ہوتا اور آپ

ایمان کے رشتے سے گلاب پاشی کر رہا ہے۔

ڈاکٹر رشید احمد جالندھری ایچ ڈی سابق ڈائریکٹر علماء اکادمی محکمہ اوقاف لاہور سے اس سلسلہ میں گفتگو ہوئی اور تبادلہ خیال ہوا تو انھوں نے بھی میری رائے سے اتفاق کیا اور کہا حضرت شاہ کے اخلاف آج تک بھی حضرت شاہ صاحب کی عظمت کو صحیح طور پر پہچان سکے۔ حضرت شاہ صاحب حکیم الامت اور مجدد ملت ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علوم اور عبادت ہم کو سیکھنے کی توفیق عطا فرمائے علیہم و آلہم و سلم صاحب بزرگ کی تحقیق اتنی بھی یہی ہے کہ آپ نے شاہ ولی اللہ کی تحریک کے عنوان سے اس پر مفصل اور مدلل کلام کیا ہے۔ اس تجزیہ سے میرا مقصد حضرت شاہ کے تلامذہ و اخلاف کی تنقیص نہیں ہے جو کہ یہ حضرات اپنے زمانے میں عالم باعمل افضل و اکمل اور جامع العلوم تھے۔ علم دین ہیں انہی کے ذریعہ پہنچا ہے، مگر یہ رائے حضرت شاہ صاحب کی نسبت سے دی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ حضرت شاہ صاحب ان کے بھی بزرگ ہیں اور ہمارے بھی اور یہ بزرگان دین ہمارے لئے قابلِ صدا و احترام اسلاف ہیں اور ان کے عظیم علمی اور دینی کارنامے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب اگر الماس کوہ نور ہیں تو آپ کے اخلاف و تلامذہ لعل اور زمر و عقیقی ہیں اور ہم ان کی نسبت سے مرکز کے پتھروں سے بھی کمتر ہیں اس لئے کہ مرکز کا پتھر مرکز بنانے کے لئے تو کارآمد ہے

ہم تو بالکل ناکارہ و ناہنجار ہیں۔ احب الصالحین و لست منهم لعل ! اللہ میرا فتنی صلاحاً

صاحب مسلک امام اہل تقلید ہوتے، ناجیز سمجھتا ہے کہ آج آپ امام اجتہاد ہیں۔ اگر امت مسلمہ کے علماء اور فقہانے اجتہاد کے طریقے کو اختیار کیا تو حضرت شاہ کی رہنمائی اور پیروی کے بغیر اس راستے پر صحیح و سالم چلنا ممکن نہیں۔ میرے زمانہ تعلیم کا واقعہ ہے، دارالعلوم دیوبند میں حجتہ اللہ البالغہ کے درس کا سلسلہ شروع کرنے کی تحریک ہوئی۔ کئی اساتذہ نے حضرت علامہ عثمانی مرحوم سے عرض کیا کہ حجتہ اللہ البالغہ کا درس ہمارے سنبھال دیا جائے اسی دوران میں حضرت مولنیا محمد ادریس کاندھلوی شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند مولنیا عثمانی مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مولنیا عثمانی نے فرمایا کہ کئی اساتذہ نے حجتہ اللہ البالغہ پڑھانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ آپ کا کیا خیال ہے۔ مولنیا کاندھلوی نے عرض کیا، حضرت جب کتاب پڑھانے کا حکم دیں گے وہ پڑھاؤں گا لیکن حضرت شاہ صاحب حجتہ اللہ البالغہ میں بعض مقامات پر اس قدر تلبیدی سے ایسی باتیں فرما گئے ہیں کہ میں ان کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکا۔ مولنیا عثمانی نے فرمایا مولوی ادریس آپ نے صحیح کہا ہے، بعض مقامات کو بھی پوری طرح نہیں سمجھ سکا، جن اساتذہ نے حجتہ اللہ پڑھانے کی خواہش کا اظہار کیا ہے وہ بغیر سمجھے پڑھانے کی خواہش کا اظہار کر رہے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب کے متعلق نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:-
”اگر وجود او در صدر اول و در زمانہ اضی می بود امام الاممہ و تاج المجتہدین شمر وہ می باشد“
علامہ ابراہیم طیب لکھتے ہیں: ”انصاف کی بات یہ ہے کہ اس مقدس اور پاک

نفس کا عزیز وجود اگر گزشتہ زمانے میں ہوتا تو تمام مجتہدین کا پیشوا اور مقتدا بن جاتا، بلکہ ان کا سرتاج بنایا جاتا اور امام الاممہ کا درجہ اور قیمتی خطاب پاتا۔ صاحب سیر الاخیار نے شاہ صاحب کو کیناے روزگار مجتہد عصر قرار دیا ہے۔ مولنیا محمد ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب کا قلم جب درایت پر چلتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ قلم جنید اور بایزید کا ہے اور جب قلم روایت پر چلتا ہے تو ایک عظیم دریا نظر آتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ قلم عسقلانی اور قسطلانی کا ہے۔
(خلافت راشدہ ص ۲-۳)

اہل علم حضرات خوب جانتے ہیں کہ بڑو چمک ہند و پاک میں جو قرآن و حدیث کے درس کا سلسلہ موجود ہے، اس سلسلہ کے بانی حضرت شاہ صاحب ہیں۔ آپ کے بعد علماء فضلاء محدثین اور مفسرین کسی نہ کسی واسطے سے آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔

سیریم کورٹ کے سابق چیف جسٹس اے۔ آر۔ کرانلیس صاحب نے مذکورہ شاہ ولی اللہین تقریر کرتے ہوئے کہا: عظیم مفکر شاہ ولی اللہ کی تعلیم کو فروغ دینے کے لئے پاکستان بھر میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں ادارے کھولے جائیں جہاں لوجہ اولوں کو شاہ ولی اللہ کو مذہبی و سیاسی تعلیمات سے روشناس کرایا جائے۔ آپ نے کہا حضرت شاہ صاحب نے برصغیر میں اپنی تعلیمات اور تصنیفات کے ذریعہ ایسا ماحول پیدا کر دیا کہ مسلمان یہاں رہنے کے لئے الگ اپنا وطن حاصل کر سکیں جہاں وہ خلافت راشدہ کے عہد کے مطابق انہی زندگیاں اسلامی اصولوں کے مطابق اٹھال سکیں۔ ان کے نظریات کے فروغ کے نتیجے میں یہاں پاکستان کے حصول کی

تحریک کامیاب ہوئی، اس طرح انھیں نظریہ پاکستان کا پیش رو قرار دیا جاسکتا ہے۔ پاکستان کی صورت میں وہ خطہ مادی صورت میں تو حاصل ہو گیا ہے۔ جہاں خلافت راشدہ کے اصولوں کے مطابق زندگی بسر کی جاسکتی ہے۔ لیکن اس وقت جو صورت حال موجود ہے وہ بہت حد تک اس ماحول سے مشابہ ہے جو شاہ ولی اللہ کے دور میں تھی۔ لہذا ان کی تعلیمات ہمارے فوجوانوں کے لئے مشکل راہ ثابت ہو سکتی ہیں (سجوال مشرق ۶ فروری ۱۹۷۵ء)

جسٹس کارنیلس صاحب کو حضرت شاہ صاحب سے یہاں تک عقیدت ہے کہ موصوفی حضرت شاہ صاحب کی حجۃ اللہ البالغہ استاد سے سبقا پڑھ چکا ہے۔ افسوس ہے کہ ہمارے مسلمان جسٹس اس ایمانی اور علمی ذوق سے محروم ہیں۔ مسٹر جسٹس ایس۔ اے رحمان سابق چیف جسٹس نے کہا اگر ہم شاہ ولی اللہ کی تعلیمات پر عمل کن شروع کریں تو علمی اجتہاد کے دروازے پھر سے کھل سکتے ہیں اور وہ جو جو ملت اسلامیہ پر طاری ہے ختم ہو سکتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی مذہبیات کو قرآن کریم کی مضبوط بنیادوں قائم کریں اور اس بارہ میں شاہ ولی اللہ کی تصنیفات کو بھی مشعل راہ بنا کر کامیابی اور کامرانی کا راستہ متعین کریں۔ (مشرق ۶ فروری ۱۹۷۵ء)

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید بگتے ہیں:-

ہمارے نزدیک تحریک پاکستان کی تاریخ کا آغاز شاہ ولی اللہ ہی کی تحریک سے ہوتا ہے کیونکہ اس میں دین سیاست اور عیشت تینوں عناصر کار فرما ہیں۔ ان کی تحریک قریب قریب انہی حالات میں ابھری جو آج پیش آرہے ہیں۔ چنانچہ انھوں

نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں مسلمانوں کے یہ اسباب بیان کئے کہ دین کو اس کے صحیح تناظر اور اصل روح کے مطابق سمجھنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ خلافت راشدہ کے اصول سے انحراف کر کے سلطانی کو اختیار کیا گیا۔ جاگیر داری اور دولت مندی کا ایک نیا طبقہ ابھرا جو بد اخلاقی اور بدکرداری میں اپنی نظیر آپ ہے۔ بے شمار لوگ کوئی کام کئے بغیر مانی طور پر مملکت کے محتاج ہیں جس سے بیت المال پر بیت بڑا بوجھ پڑا ہے۔ کاشت کار تاجروں اور پیشہ ورانہ کارکنوں میں شدید اضطراب ہے، کیونکہ محاصل کا سارا بوجھ وہی برداشت کرتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ کے نزدیک اس صورت حالات کا علاج یہ تھا کہ اسلام کی حقیقی روح کے مطابق اخلاقی، معاشرتی اور سیاسی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہوتا کہ ایک مثالی اور عادلانہ معاشرتی نظام وجود میں لایا جاسکے، انھوں نے اس سلسلہ میں اپنے خیالات کی نشر و اشاعت کا خوب حق ادا کیا اور اسلام کی حقیقی روح پیش کی، ان کے خاندان کے افراد اور دوسرے پیروؤں نے قرآن حکیم کے تراجم شائع کئے اور اس طرح فکری انقلاب کی راہیں کھول دیں۔

مقالہ روزنامہ مشرق ۲۹ اگست ۱۹۹۱ء

محرم مصنف صاحب نے ایک مضمون میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب فاضل بانی دارالعلوم دیوبند کے رسالہ تحذیر الناس فی اثر ابن عباس کے سلسلہ میں تنقید کی ہے، دراصل حضرت مولانا فاضل بانی کا مسلک یہ ہے کہ آحاد پیش نبوی اور آثار صحابہ اگر صحاح ستہ کے علاوہ دوسری حدیث کی کتابوں میں مروی ہیں اور ان کی سندیں کچھ ضعف بھی پایا جائے۔ اس کے باوجود جہاں تک ممکن ہے اس حدیث کو مانا جائے اور اس کو قرآن و حدیث کے مطابق تفہیم یا تطبیق کی جائے اپنی طرف سے اسے دینا کہ جس کی

وجہ سے حدیث کو موقوف اور غلط قرار دینا پڑے !

اسلام میں رخصتہ پیدا کرنے کے مترادف ہے۔ اس طرح سے فتنہ انکار حدیث کو قوت پہنچتی ہے !

حضرت نانوتوی نے اس رسالہ میں آیت خاتم النبیین کی جو حکیمانہ اور عارفانہ تفسیر بیان فرمائی ہے اس کی تعریف کے بجائے اس کے نقائص نکالنا قرین انصاف نہیں ہے۔ حضرت نانوتوی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین زمانہ یعنی نبی آخر الزماں ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ آپ کے بعد نبوت کے جاری ہونے کا حقیقہ صریح کفر ہے لیکن آپ خاتم النبیین تہی بھی ہیں یعنی نبوت و رسالت کے تمام مراتب کمال آپ کی ذات بابرکات پر ختم ہوتے ہیں اور انبیاء اولیاء جس کو جو کچھ چاہے آپ کے ذریعہ سے چاہے۔

محمد مصطفیٰ صدر نشین است کہ فخر اولین و آخرین است
بمنصب جریۃ للعالمین است سریر آرا ختم المرسلین است
اور اگر حضرت نانوتوی کی عبارت کو غلط طور پر پیش کرنے سے حضرت نانوتوی پر اعتراض وارد ہو سکتا ہے تو مزائعوں نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ حضرت جلال الدین رومیؒ حضرت شیخ اکبرؒ اور بہت سے دوسرے اکابر کی عبارت کو قطعاً غلط کر کے اپنے مطلب کو ثابت کرنے کے لئے پیش کیا ہے انھوں نے باللہ اس سلسلہ میں ان بزرگوں کی کوئی خطا نہیں ہے۔ نیز ایک واقعہ بزرگ و محترم نے خاندانِ وادہ دلی اللہی کے آپس میں مناظرہ یا مباحثہ کا تحریر کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ بزرگوں کی قبور کو بوسہ دینا اکابر میں مروج و معمول تھا۔

مسک دلیہ بند اور برہی کے درمیان جلیج پیدا ہو گئی ہے۔ میں اس کو پسند نہیں کرتا جب کہ دونوں کتب فکر کے علماء اہل سنت والجماعت مسک سے تعلق رکھتے ہیں۔ امام اعظم کے متقدم ہیں اس لئے لفظی نزاع کو حقیقی نزاع نہ بنانا چاہیے۔

یہاں یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ عام طور پر عوام الناس میں سے جو لوگ مزارات پر جاتے ہیں اگر ان کو بوسہ دینے کی اجازت دے دی جائے تو ان کو سجدہ کرنے سے روکنا محال ہو جائے گا۔ شہیدہ کے بوسہ مانند ویدہ

فقہ حنفی میں حدیث نبوی کے مطابق قبرستان میں نماز پڑھنا ایک مکروہ ہے کہیں قبرستان سے ہوا اور دیکھنے والا نماز یا خدا کی عبادت کو بندے کی عبادت نہ سمجھے، قبر پر عوام کو سجدہ یا بوسہ کی اجازت دے کہ موجودہ زمانہ میں احتیاط کے قطعی خلاف ہے اور جو لوگ ان چیزوں سے منع کرتے ہیں وہ قطعی طور پر لوگوں بالخصوص عوام کو شرک کے فتنہ سے بچانے کے لئے کرتے ہیں، عقیدت کی انتہا عبادت ہے عقیدت اور عبادت میں فرق کرنا ہر شخص کا کام نہیں ہے، خاص طور سے جس کو مزارات پر حاضری کو موقع چاہے، وہ ان امور سے انکار نہیں کر سکتا۔ بوسہ دینا دراصل ایک فعل مباح ہے۔ جو بزرگ اس کو منع کرتے ہیں وہ عواض کی بنا پر کرتے ہیں اور جو لوگ اس کو جائز کہتے ہیں وہ اصل اباحت کی وجہ سے جائز قرار دیتے ہیں۔ اگر مفادِ حالیہ پر نظر کر کے ان سے دریافت کیا جائے تو وہ بھی اباحت و اجازت کا فتویٰ نہیں دے سکیں گے۔ دفاہم

تفسیر غریزی یا فتح العزیز

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی تفسیر کے متعلق مکتب کتاب اور دیگر تمام علمائے

لکھا ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے سورہ بقرہ پر یہ سی قول آیت وان تقسموا خیرکم مہمک - اور دوسرے حصہ میں پارہ تبارک الذی اور پارہ غم کی تفسیر بھی ہے لیکن نا چیز کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے تمام قرآن حکیم کی تفسیر بھی ہے زمانہ کے حادثات کی وجہ سے پوری تفسیر اہل علم تک نہیں پہنچ سکی میرے اس دعوے کی دلیل خود حضرت شاہ صاحب کی تحریر ہے حضرت شاہ صاحب سے بعض حضرات قرآن حکیم کی مختلف آیات کا مطلب اور تفسیر دریافت کی تھی حضرت شاہ صاحب نے اس کے جواب میں آیات کی تفسیر لکھ کر بھیجی اور تحریر کیا کہ یہ مضمون اپنی تفسیر فتح العزیز سے نقل کر کے بھیج رہا ہوں چنانچہ فتویٰ عزیزی میں بہت سی آیات کی تفسیر موجود ہے ملاحظہ کریں۔

(۱) - شہد انشاہا من بعدہم قرنا آخرین - سورہ مومنون آیت ۲۲ پارہ ۱۸ کے متعلق فرماتے ہیں یہ تفسیر کتاب فتح العزیز سے نقل کیا ہے - ص ۱۲

(۲) - ما بنا اتنا فی الدینا حسنة وفي الآخرة حسنة وتنا عذاب النار - برہ آیت ۲۰ تفسیر عزیزی سے اس کی تفسیر تاروں ص ۱۹ - تفسیر عزیزی حصہ اول بقرہ کی آیت ۱۸ تک دستیاب ہے، یہ تفسیر مطبوعہ حصہ میں نہیں ہے اس لئے بقرہ کی تفسیر بھی مکمل بھی گئی ہے۔

(۳) - وما تستقطن من درقة الایامہا ولا حبة فی ظلمت الارض ولا مطب ولا یابس الا فی کتاب ہدین ص ۱۳ سورہ انعام آیت ۵۹

(۴) - کما نفخت جلودہم بد لناہم جلودا غیرہا لیز وتوا العذاب ص آیت کی تفسیر سورہ نساء کی تفسیر میں اس آیت کے بیان میں لکھا ہے - ص ۱۵

۱۵ - ولقد سبقت کمنا لعبادنا المرسلیم انہم لمنصورون (پارہ ۲۳) حضرت فرماتے ہیں اس آیت کی تفسیر سورہ واصافات کی تفسیر فتح العزیز میں ہے - ص ۱۴

۱۶ - وهو الذی خلق السموات والارض فی ستة ايام -

ان واقعات کی تفصیل سورہ بحدہ پارہ ۲۴ میں مذکور ہے اور تفسیر فتح العزیز ص ۱۸ کی مکمل تشریح کر دی گئی ہے - اس وقت مسودہ سے نقل کرنا دشوار ہے ص ۲۸ اور ۱۴ - اناعر ضنا الامانة - سورہ آل عمران

حضرت فرماتے ہیں یہ مضمون تفسیر فتح العزیز میں سورہ آل عمران کی تفسیر میں قل وما انزل علینا کے بیان میں مذکور ہے تفسیر فتح العزیز کے مسودہ سے نقل کیا جاتا ہے - ص ۳۵ - ۳۶

یہ تمام حوالہ جات فتویٰ عزیزی مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل کراچی مطبوعہ ۱۹۷۷ء سے لئے ہیں

ان حوالوں کے علاوہ اور آیات کی تفسیر بھی حضرت نے فتاویٰ میں لکھی ہے یقیناً وہ بھی تفسیر فتح العزیز ہی سے منقول یا ماخوذ ہوگی - ان حوالوں سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز نے سورہ نساء، سورہ آل عمران، مومنون، سورہ بحدہ، سورہ صافات، سورہ انعام اور سورہ بقرہ کی مکمل تفسیر تالیف فرمائی ہے اور ان حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مکمل قرآن حکیم کی تفسیر تالیف فرمائی ہے جو بدقسمتی سے ہم تک نہیں پہنچی ہے، میں کوشش کر رہا ہوں کہ اگر یہ تفسیر کسی پرانے کتب خانے میں موجود ہے تو اس کو حاصل کر کے اہل علم کے سامنے لایا جائے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس نیک کوشش میں

کامیاب فرمائے، اگر دنیا میں کسی جگہ تفسیر موجود ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ تفسیر مل جائیگی۔
السعی منی والا تمام من اللہ

حضرت استاذ مولانا محمد ادریس کاندھلوی سے میں نے عرض کیا کہ حضرت شاہ
نے تفسیر فتح العزیز مکمل تالیف فرمائی ہے اور خود حضرت شاہ صاحب کی تحریر سے اسکا
ثبوت ملا ہے تو حضرت بہت زیادہ مسرور ہوئے اور فرمایا کہ اگر حضرت شاہ صاحب کی
تفسیر مکمل مل جائے تو یہ تفسیر امام رازی کی تفسیر کبیر اور مختصری کی تفسیر کشاف سے بہتر اور
زیادہ مفید ثابت ہوگی۔

تلیخیص تفسیر عزیزی

حضرت شاہ عبدالعزیز کے ایک شاگرد رشید مولانا یار محمد جلی تھے انھوں
نے حضرت کے درس تفسیر میں خاص آیات کی تفسیر قلم بند فرمائی ہے۔ اس کو درحقیقت
تفسیر عزیزی کا خلاصہ کہا جاسکتا ہے۔ جب تک حضرت کی کئی تفسیر دستیاب نہیں ہوتی
یہ خلاصہ اہل علم کے لئے ایک نعمت ہے۔ حضرت استاذی مولانا محمد ادریس کاندھلوی مرحوم
کے کتب خانہ میں یہ نادر نسخہ مطبوعہ موجود ہے۔

پہلے میں تذکرات ۱۔ اس وقت تصدیق پھلت میں حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت
شاہ اہل اللہ کے تبرکات مثلاً موتے مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قلمی قرآن شریف اور
لکڑی کی پاؤری اور کچھ قلمی ہستی اور دینی کتابیں برادریم حکیم یاقوت علی سلمہ سپر نگہ دار ولایت علی
مرحوم کے گھر موجود ہیں جو ابوالحکرم رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ موصوف حضرت شیخ
محمد جہادری شاہ ولی اللہ کے چچا تھے۔

حضرت حکیم الامت مجدد ملت شاہ ولی اللہ اور پاکستان کے مسلمان

حضرت شاہ ولی اللہ کے ادلی مخاطب علماء کرام ہیں۔ آپ نے علماء کو اختلافی
مسائل میں حد اعتدال پر قائم رہنے کی نصیحت فرمائی ہے اور عرف میں ایک کتاب الفتن
فی سبب الاختلاف بھی تالیف فرمائی ہے۔ اس کا اردو ترجمہ مستوضح اختلافی مسائل
میں اعتدال کی راہ کے نام شائع ہو گیا ہے۔ شاہ ولی اللہ اکاؤنٹی حیدر آباد سندھ نے
حضرت شاہ صاحب کی بیشتر تصانیف کو بریس انتہام سے شائع کیا ہے۔ بعض دوسرے
حضرات نے بھی شاہ صاحب کی تصانیف شائع کی ہیں۔

مولانا عبید اللہ سندھی کو حضرت شاہ صاحب کے علوم سے جو شغف تھا وہ بھی
ظہر من الشمس ہے۔ مولانا سندھی سے جزئی طور پر اختلاف نہ کیا جاسکتا ہے لیکن ان کی
عمر بھر کی محنت شاقہ اور حضرت شاہ صاحب سے غایم دین کی نشر و اشاعت
اور ترویج و تشریح سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

علماء حضرات کو چاہیے کہ وہ شاہ صاحب کے اہل بنیائے توحید بنجس انھوں نے جو اسلام
کی روح اور حکمت بیان کی ہے اس کو اچھی طرح سمجھا جائے اور مسلمانوں میں پھیلا دیا جائے۔
حضرت شاہ صاحب کا پیغام صرف پاکستان کے علماء یا مسلمانوں کے لئے نہیں ہے،
بلکہ تمام دنیا کے اسلام کے لئے ہے۔

حضرت شاہ صاحب کے علوم کا جس قدر گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے گا ہم کو

ان کی افادیت کا احساس ہوگا اور ہمارے مسائل کا حل نظر آئے گا۔ حال ہی میں میں نے نظام الارضی پر مولانا مناظر احسن گیلانی کی ایک قلمی کتاب دیکھی ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ کی حکمت اور ان کے فرمودات و ہدایات کی روشنی میں تحریر کی گئی ہے۔ اس کتاب کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ اس زمانے میں نہ مزارع اور مالک کے جھگڑے تھے نہ اشتراک نظام کا کوئی نام و نشان تھا، نہ سوشل (زم جیسی کوئی چیز معرض وجود میں آئی تھی۔ لیکن حضرت شاہ صاحب نے کتاب و سنت کی روشنی میں بہترین طریقے پر اس مسئلہ کو حل کیا ہے کہ نہ سوشلزم سے رشتہ باندھنے کی ضرورت ہے نہ اشتراکیت کے تصورات سے ناظر کی حاجت ہے۔

حضرت شاہ صاحب نے سو سال قبل نظام الارضی پر ایسی محققانہ رائے پیش کی ہے جو آج کے مسائل میں ہمارے لئے بہترین رہنما ہے۔ حضرت شاہ صاحب کے مجدد ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ انھوں نے ہمارے اکثر مسائل کا حل پیش کر دیا ہے یا ان کا حل تلاش کرنے کے سلسلہ میں ہماری رہنمائی فرمادی ہے۔

الحمد للہ کہ لاہور ڈل ٹاؤن کے قریب صدیقی نگر میں مدرسہ شاہ ولی اللہ کا قیام عمل میں آ گیا ہے جو کہ ادارۂ اشاعت اسلام کے تحت کام کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم کو اس سلسلہ میں زیادہ سے زیادہ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔
حضرت شاہ صاحب کی حکمت آپ کی وصیت کے مطابق تعلیم اور تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام جاری ہے۔

شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان

برادرِ مکرم حکیم محمود احمد برکاتی نے اس سلسلے میں جو ساہبا سالی محنت شاد کی ہے اور تحقیق و تفتیش کا حق ادا کر کے یہ کتاب مستطاب مرتب کی ہے، بے ساختہ مولف ممدوح کے لئے دل کی گہرا بندھن سے دعائیں نکلتی ہیں۔ مولف نے بر کوچک ہندوپاک کے مسلمانوں پر عموماً ظلم پر خصوصاً اور متوسلین و متبیین حضرت شاہ صاحب پر خاص الخاص احسان کیلئے اور پھر اس کی اشاعت کی اجازت بوجہ اللہ ہم کو عطا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور بہترین جزاء عطا فرمائے۔
فجہ اہم اللہ تعالیٰ احسن الخیرات

میرے خیال میں کراچی یونیورسٹی، سندھ یونیورسٹی، پشاور یونیورسٹی یا پنجاب یونیورسٹی کو چاہیے کہ مولف کی اس عظیم محققانہ تالیف منیف کو نامزد تاریخ اسلام میں ڈاکٹر دی، ایچ، ڈی، کی ڈگری عطا کرے، اس طرح اسے اس تحقیق کا مناسب طریقہ پر اعتراف ہوگا۔

اگر باری جامعہ کو یہ توفیق نہیں ہوتی تو کوئی بات نہیں کی پی، ایک ڈی حضرات حکیم صاحب کے علوم و حقائق سے استفادہ کرتے ہیں۔ نیز مولف کی یہ تحقیقات و کائنات اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے کے متعلق ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے (پی) مراد بنایا اور اس کی جزائر اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے عطا فرمائیں گے۔

ڈاننیں احمد صدیقی، مجددی لکھنؤ
پیشانی محمد لاہوری۔ ۲۹ محرم ۱۳۹۳ھ

حکیم الامت مجدد الملتہ مجدد المفسرین من المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ

اعلیٰ اللہ مقامہ و نور اللہ مرقدہ

سراج نیز حق تنویر مشکات ولی اللہ
زجلالہ پر بیست میں فضل و کمال اور
زتالیفات اذین حجۃ اللہ العظیم لے دل
توازی مجرد شش میں سجد و درائے معنوں
کتاب بحر زغائے کہ در شان خلافت است
سبق بر دواز سلف و تہش ہم از غلت حربے
خلافت آنکہ اس حفظ وین شد اندر یثالم
عجیب این باقیات صالحان اے بر پیلہ
نصیبش بود محفوظ از ہما رباب جنسیت
تقی رزاعہن و اذاعہ ذاکرا ز سقا اوست
بنام حب و نیکی کس لہو لے اسیر نفس
بظاہر و نف و تدریس و باطن محمد مقصود

دوش و رآمد و رفت خودش چوں شیشہ است

میباید و بہر حفظ سعادت ولی اللہ

پیش لفظ

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے اصحاب و اخلاط و احفاد کے سوانح پر اپنے متفرق مضامین کا یہ مجموعہ پیش کرتے ہوئے چند صراحتیں ضروری سمجھتا ہوں۔

شاہ ولی اللہ کی مبسوط اور محققانہ سوانح حیات ہم پر ہنوز قرض ہے، پھر بھی ان پر کچھ کام ضرور ہوا ہے لیکن اس خانوادہ گرامی کے دوسرے ارکان پر تو مورخین نے کوئی توجہ ہی نہیں کی شاہ صاحب کے چھوٹے بھائی، شاہ اہل اللہ پھلی خلیفہ اور جانشین شاہ محمد عاشق پھلی صاحب زادوں، شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین، احفاد شاہ محمد عتیقی، شاہ محمد یعقوب، شاہ محمد مخصوص اللہ، شاہ محمد موسیٰ وغیرہ کے ساتھ تو بے بغنائی کا خصوصی معاملہ کیا گیا ہے۔ (کیوں کیا گیا ہے یہ پھر کبھی عرض کروں گا) اور کچھ اس طرح کا نقشہ پیش کیا گیا ہے کہ شاہ ولی اللہ کے صاحب زادہ شاہ عبدالعزیز تھے اور ان کے بعد شاہ محمد اسماعیل ہوئے، بس یہ کل کائنات تھی اس داستان دین و حکمت کی احوال ان کہ یہ قطعاً خلافت واقع ہے اور ایسا کرنے والوں نے ایک خاص مقصد سے، ایک تحریک کی شکل میں اور منظم جہان پر یہ کارنامہ انجام دیا ہے۔

پیش نظر کتاب اس غلام بے اتفاقی اور بے اعتنائی کی تلافی کی ایک حقیر اور طالب علمانہ کوشش ہے۔ اس میں آپ پہلی بار شاہ اہل اللہ اور شاہ محمد عاشق مقفل مضامین ملاحظہ فرمائیں گے، شاہ صاحب کے مدرسہ کی تاریخ پہلی بار نظر سے گزرے گی، اور شاہ صاحب کے سب سے بڑے فرزند — شاہ محمد کی توجہ یافت اور تعارف کی سعادت خاکسار ہی کو حاصل ہوئی ورنہ پیش تر مورخین شاہ صاحب کے چار فرزند

کھتے رہے ہیں۔

شاہ عبدالعزیز اور شاہ محمد اسماعیل پر مضامین میں میں نے یہ کوشش کی ہے کہ ان حضرات کے سلسلے میں جو باتیں عام طور سے منگا ہوں سے اوجھل تھیں وہ جمع کر دی ہیں، کیونکہ ان دونوں حضرات پر کافی لکھا جا چکا ہے۔

یہ کتاب مولانا حکیم انیس احمد صاحب صدیقی شائع کر رہے ہیں، وہ حضرت محمد عاشق بھٹلی کے اخلاف صالحین میں سے ہونے کی بنا پر ہیں، ولی الہی فکر و نظر کے حامل ہونے کی وجہ سے بھی اس خانوادہ گرامی سے عقیدت رکھتے ہیں اور اسی لئے مجھے ان سے محبت ہے، پھر وہ میرے علمی گھرانے کے ایک فرد ہیں اور اپنے والد ماجد شیخ وقت مولانا غلام الدین بھٹلی کے واسطے سے برکاتی بھی ہیں۔

نسبت ہو گئیں مشخص چار

اللہ تعالیٰ انھیں تہکار سلف کی اشاعت کا اجر جزیل عطا فرمائے۔

طالب علم

عماد احمد برکاتی

فروری ۱۹۷۳ء

برکات اکادمی، کراچی

شاہ ولی اللہ کے حالات

شاہ عبدالعزیز کی زبانی

شاہ ولی اللہ دہلوی کی ایک جامع و مبسوط سوانح حیات، محققانہ اور جدید اسلوب پر ترتیب دینے کی ضرورت ہے۔

حیات ولی کا اولین ماخذ تو خود شاہ صاحب ہی کی تحریریں **ماخذ سوانح** ہوں گی، انفاس العارفین، فیوض الحرمین، الدر الثمین، انتباه فی سلاسل اولیاء اللہ وغیرہ میں بہت ساموا دل جائے گا۔ الخیر الطبیع کے نام سے تو ایک مختصر سار سالہ ہی شاہ صاحب نے اپنے احوال و سوانح کے طور پر تحریر فرمایا تھا۔

اس کے بعد سب سے زیادہ اہمیت القول الجلی رضی مناقب القول الجلی (اولیٰ) کی ہے جو شاہ صاحب کی حیات ہی میں ان کے بھائی، دوست، شاگرد اور خلیفہ شاہ محمد عاشق بھٹلی نے تحریر فرمایا تھا، خود شاہ صاحب نے الخیر میں اس کا ذکر فرمایا ہے (۱۹۷۳ء) یہ رسالہ ۱۹ ویں صدی کے ادھر تک دستیاب

تھا۔ مولوی رحیم علی اور نواب صدیق حسن خاں نے اپنی کتابوں میں اس سے اقتباس و استفادہ کیا ہے مگر اب غرض سے نیا طبع ہے۔

حیات دلی کے مؤلف مولوی رحیم بخش دہلوی کو دست یات نہیں ہو سکا تھا۔ یہ رسالہ اگر کہیں سے دریافت کر لیا جائے تو ایک معتبر و محترم و نسبتاً مفصل تذکرہ ہو گا۔ شاہ محمد عاشق ہی کی ایک تحریر اخیر ایکشر کے آغاز میں ہے وہ بھی مفید و بجا آمد ہے۔

ملفوظات شاہ عبدالعزیز اس کے بعد میرے خیال میں بڑی اہمیت شاہ عبدالعزیز کے ان اقوال و دیانات کی ہے جو ان کے ملفوظات میں پائے جاتے ہیں۔

شاہ عبدالعزیز کے آخری چند سالوں کے ملفوظات ۱۲۳۳ھ میں ان کے ایک شاگرد شمس الدین نے مرتب کئے ہیں اور ایک ازاد کش قاضی شمس الدین میرٹھی نے ۱۲۳۵ھ میں پہلی بطبع مجتہبی میرٹھ سے شائع کئے تھے۔

انہیں ہے کہ ان مترشحات نام کا پہلا نہیں چھاپا، ملفوظات کے ناشر کا بیان ہے کہ حاصل شدہ نسخے کی بوسیدگی اور کمزور گوئی کی وجہ سے جامع ملفوظات کا نام پڑھا نہیں جاسکا، ہمارے سامنے ملفوظات کا ایک نسخہ بطور بھی ہے مگر اس کے آغاز میں بھی جامع نے بطور نسخے کی طرح خود کو فقیر تحریر کیا ہے۔ نام کچھ ای نہیں، جو کہتا ہے آخر میں جانے، چنانچہ کچھ ہوا و ردہ ناخر سے نہ پڑھا جاسکا، مگر خطوط کے، خیر بات یا کتاب کا نام درج نہیں ہے،، میرٹھ کی کتاب ۱۲۳۵ھ درج ہے جس میں مطلب یہ ہے کہ یہ شاہ صاحب کے وصال ۱۲۳۹ھ کے صحت گیارہ سال ۱۲۵۰ھ تک تو ہے، یہ

علیہ خلیف نظامی صاحب نے سیاسی مکتوبات شاہ ولی اللہ کے نامہ ائمہ میں، اقلاد دیکھے کہ انہوں نے ایک صاحب کے پاس انہوں نے اعلیٰ کا خط لکھا ہے۔ فتح نام کتاب ہے۔

نسخہ مولانا ندوی درود کا درود ۷۵۸۱ عزمیہ یاد کر لی، اکی ملکہ ہے انہیں اپنے والد محمد مصیب علی علی قادیان سے درویش ملے، علی صاحب نے قادیان جامع کے متعلق اپنا قیاس یوں لایا کہ یہ ہے۔ غالباً جامع فرمودہ شاہ ادا دانی صاحب کے کیے، انہوں نے جیداً ان جناب شاہ صاحب، بودند و سیاق قبول، پیر خود انہوں سے کہ شاہ ادا دانی صاحب کی غیبت، ناواقف ہیں، لیکن ہے کہ ان کے حالات میں ان کو اس تائید کا مریض ملے، جہاں نہ ان دوست پر و فیر مجاہدین قادیان کا قیاس یہ ہے کہ جامع کا متعلق میرٹھ سے تھا، کیونکہ، قادیان میں وہ کچھ ہیں کہ جب شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے اپنے بن دوستوں کے پیغام سلام عرض خدمت کئے وہ میرٹھ کے رہنے والے تھے مولوی عسکری صاحب غلام انبیا خاں صاحب شیخ علف کا شیخ مبارک اللہ علیہ جامع کا نام علم میں نہ ہوئے سے اگرچہ شاہ صاحب کی طرف ملفوظات کی نسبت مشتبہ اور محل نظر ہو جاتی ہے مگر ہماری ذاتی رائے یہ ہے کہ یہ نسبت صحیح ہے، اولاً تو مطبوعہ نسخے کے علاوہ جو خطوط ہمارے پیش نظر ہے وہ ترتیب ملفوظات اور شاہ صاحب سے بہت قریب الجہ ہے، پھر ملفوظات کے اکثر مشتبہات کی دوسرے مکتوبات شاہ ولی اللہ کی تحریروں سے بھی تصویب و تصدیق ہوتی ہے۔ جیسا کہ ہم نے حواشی میں حسب ضرورت اس کی صراحت کر دی ہے۔

مؤلف کی دیانت کا ثبوت یہ ہے کہ جہاں بھی وہ کسی ملفوظ کو بروقت قلم بند نہیں کر سکے ہیں، انہوں نے اس کا اظہار کر دیا ہے، مثلاً ایک مقام پر نصف ملفوظ نقل کر کے بقية نصف نقل کرنے سے پہلے لکھتے ہیں۔

ازیں جا این قصہ بعد سہ ماہ ہو جب یہاں سے اس قصے کو متن حسینے کے بعد یاد خود کہ با عماراں سفیدی گزاشته کھتا ہوں، اپنے حلقے کے بھروسے پر

یوم الممۃ ام ۱۵۵۰
میں نے یہاں جگہ چھوڑ دی تھی۔
یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ ہر محفوظ کو بروقت لکھ لیا کرتے تھے۔ ایک مقام پر
شاہ صاحب کی ایک تاریخی تحقیق کا صرف خلاصہ نقل کیا ہے کہ :-
اس وقت بسبب بنیق فرصت اس وقت فرصت نہ ہونے کی وجہ
بقلم نمی آید مگر یاد است انشاء اللہ العزیز سے روئی گھٹو نہیں لکھ رہا ہوں مگر یاد ہے
بشرط فرصت دیا و خواہم نگاشت ۹۶ اللہ نے چاہا تو بشرط فرصت دیا و گھٹوں کا
اس سے بھی اسی قیاس کی تائید ہوتی ہے کہ وہ دن کے دن لکھ لینے کا اہتمام
کر لیتے تھے۔

یہ ضرور ہے کہ محفوظات کے انداز بیان اور زبان سے ان کے اہل علم ہونے کا
مظاہرہ نہیں ہوتا۔ انداز بیان علمی و ادبی نہیں ہے، زبان (فارسی) مقامی اور غیر معیاری
تو ہے ہی مگر بالعموم اغلاط سے بھی خالی نہیں ہے۔

علم کی کمی ہی کی وجہ سے زیادہ تر اشعار لطیفے اور قصص و حکایات نقل کئے ہیں۔
علمی موضوعات پر جن تقاریر کو نگاہیں کتاب میں ڈھونڈتی ہیں وہ نہیں ملتیں حال آنکہ شاہ
صاحب کی ہرزم میں زیادہ تر علمی و فنی موضوعات معرض کلام میں آتے ہوں گے اور شاہ صاحب
ان پر داد و تحقیق دیتے ہوں گے، جامع کو اگر علمی ذوق ہوتا اور ان تقریروں کو سمجھنے کی صلاحیت
ہوتی تو ان کو محفوظ کر لیتے اور آج یہ سرمایہ ہمارے لئے بہت منفعت بخش ہوتا۔

بعض محفوظات کی نسبت کی صحت تسلیم کرنے کی تو جاری عقیدت کسی طرح اجازت
نہیں دیتی مثلاً ۵۷ کا مکالمہ اور ۶۶ کا شعر اور ۵۵ کی حکایت شاہ صاحب کے وقار
علم مگر معلوم ہوتا ہے کہ بدین فرصت نہیں ہی آیا بدین باگزنگر بدین بھی یہ اصل محفوظ نہیں ہوتا۔

تھا بہت اور ان کی ہرزم کے تقدس و شائستگی سے اس قسم کے فحش لطیفوں اور عامیانا شاعر
کوئی میں نہیں ملتا۔

بہر حال شاہ ولی اللہ کے احتمال و سوانح کے سلسلے میں کتاب ایک اہم ماخذ ہے۔ کتاب
جہاں جہاں شاہ ولی اللہ کا ذکر آیا ہے ہم نے انہیں ایک ترتیب سے جمع کر لیا ہے۔

شاہ صاحب کی تاریخ ولادت چہار شنبہ
۴ شوال ۱۱۱۷ھ ہے اور تاریخ وفات
”ابوہد امام عظم دیں“ اور ہائے دل روزگار
رفت سے نکلتی ہے۔ ۶۹ھ ۱۱۷۹ھ محرم
وقت ظہر۔

شاہ صاحب کا حافظہ
شاہ صاحب کا حافظہ
شاہ صاحب کا حافظہ

شاہ صاحب کا حافظہ
شاہ صاحب کا حافظہ
شاہ صاحب کا حافظہ

شاہ صاحب کا حافظہ
شاہ صاحب کا حافظہ
شاہ صاحب کا حافظہ

دید کہ چادر سے بر سر انداختند و تسلیم
عنایت کردند و فرمود اس قلم حدیث میں
است بعد از ان فرمود باش کہ امام حسین
نجم بیاید چون آمدند قلم را تراشیدہ
بدست والد ماجد دادند و ازل وقت
حال نسبت و علم تقریر و نگاروں شد
چنانچہ مستفیضان سابق ہرگز احساس
نسبت سابق نمی کردند۔

جو پڑھا لکھا تھا نیاز نے ^{۸۴} پدین وقت
رخصت از مدینہ ازا استاد خود عرض کرد
و ادو شش شد کہ ہر چہ خواندہ بودم فراوان
کردم الا علم دیں یعنی حدیث - ۹۳

(علہ الشاد العین فی مشائخ الحرمین و انفاں) بعد از ان فی فقرہ ۱۹۳ اس فقرہ سے دو اشعار نزدیک
شیخ ابو طاہر رفتہ ان بیت پر خاندانیت کل طریق کنت اعرفہ - الا طریقا بود فی الدار یکم
بحر و شیرین آن بکا پیش غائب آمد و غایت شاد شد - غیر میں الحرمین (شیخ احمدی ص ۵۷)
میں یہ واقعہ اس طرح ہے - میں امام محمد علی علیہ السلام کی حالت میں خواب میں دیکھ کہ جن جن میں اللہ
عزما میرے گھر تشریف لائے ہیں اور حضرت حسن کے ہاتھ میں قلم ہے جس کی لوک ٹوٹ گئی ہے آپ نے
مجھے بخشے کے لئے ہاتھ فرمایا - اور فرمایا یہ ہمارے نام رسول اللہ صلی علیہ وسلم کا قلم ہے - پھر فرمایا

دیکھو کہ حسین اُسے ٹھیک کر دیں - یہ قلم دیا نہیں جیسا حسین نے اُسے بنایا تھا - پھر حسین نے لیا اور
مجھے عنایت فرمایا جس سے میں خوش ہوا پھر ایک چادر میں پر ایک سفید دھاری تھی اور ایک ہنر
ان دونوں کے سامنے لاکر رکھی گئی حضرت حسین وہ چادر اٹھائی اور فرمایا یہ میرے نانا کی چادر ہے
وہی اللہ علیہ وسلم اور مجھے اڑھا دی، میں نے اُسے اپنے سر پر رکھ لیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر کیا
پھر میں خواب سے بیدار ہو گیا۔

سند حدیث چہار دہ ماہ و حرمین
بود و سند کردہ بعض جا استاد می
نمود معنی اس حدیث تو بغیر ماہ و در نہ
اجازت نوشتہ سند از من کرد اگرچہ
بہ از من ست - ۹۳

تقسیم کار حضرت والد ماجد از ہر یک
فن شخصے نیا کردہ بود و طالب ہر فن
باوے می سپردند و خود مشغول معارف
گونی و نویسی می بودند و حدیث می خوانید
بعد مراقبہ ہر چہ بکشف می رسید می نگاشتند
مربض ہم کم می شدند و تشریف شفقت
حضرت والد ماجد چودہ ماہ حرمین میں رہے
اور سند حاصل کی بعض مقام پر استاد فرماتے
تھے اس حدیث کے معنی تم بیان کرو
اور سند کو کہا کہ انھوں نے مجھ سے سند
حاصل کی ہے - اگرچہ یہ مجھ سے بہتر ہیں۔
حضرت والد ماجد نے ہر ایک فن کے لئے
ایک شخص کو تیار کر دیا تھا اور ہر فن کے طالب علم
کو اس کے فاضل کے سپرد کر دیتے تھے۔
اور حقائق و معارف بیان اور تحریر کرنے میں
مشغول رہتے تھے اور حدیث کا مطالعہ کرتے
رہتے تھے مراقبہ کے بعد جو کچھ کشف ہوتا تھا

حضرت میر تقی میر (رحمۃ اللہ علیہ) کے بیان کے مطابق شاہ صاحب - شیخ شافعی سلمہ کو روئے
ہوئے تھے اور وہ جب مشائخ کو داپن ہوئے زجر اللطیف ص ۵۷ - ۵۸ - ۵۹ - ۶۰ - ۶۱ - ۶۲ - ۶۳ - ۶۴ - ۶۵ - ۶۶ - ۶۷ - ۶۸ - ۶۹ - ۷۰ - ۷۱ - ۷۲ - ۷۳ - ۷۴ - ۷۵ - ۷۶ - ۷۷ - ۷۸ - ۷۹ - ۸۰ - ۸۱ - ۸۲ - ۸۳ - ۸۴ - ۸۵ - ۸۶ - ۸۷ - ۸۸ - ۸۹ - ۹۰ - ۹۱ - ۹۲ - ۹۳ - ۹۴ - ۹۵ - ۹۶ - ۹۷ - ۹۸ - ۹۹ - ۱۰۰ - ۱۰۱ - ۱۰۲ - ۱۰۳ - ۱۰۴ - ۱۰۵ - ۱۰۶ - ۱۰۷ - ۱۰۸ - ۱۰۹ - ۱۱۰ - ۱۱۱ - ۱۱۲ - ۱۱۳ - ۱۱۴ - ۱۱۵ - ۱۱۶ - ۱۱۷ - ۱۱۸ - ۱۱۹ - ۱۲۰ - ۱۲۱ - ۱۲۲ - ۱۲۳ - ۱۲۴ - ۱۲۵ - ۱۲۶ - ۱۲۷ - ۱۲۸ - ۱۲۹ - ۱۳۰ - ۱۳۱ - ۱۳۲ - ۱۳۳ - ۱۳۴ - ۱۳۵ - ۱۳۶ - ۱۳۷ - ۱۳۸ - ۱۳۹ - ۱۴۰ - ۱۴۱ - ۱۴۲ - ۱۴۳ - ۱۴۴ - ۱۴۵ - ۱۴۶ - ۱۴۷ - ۱۴۸ - ۱۴۹ - ۱۵۰ - ۱۵۱ - ۱۵۲ - ۱۵۳ - ۱۵۴ - ۱۵۵ - ۱۵۶ - ۱۵۷ - ۱۵۸ - ۱۵۹ - ۱۶۰ - ۱۶۱ - ۱۶۲ - ۱۶۳ - ۱۶۴ - ۱۶۵ - ۱۶۶ - ۱۶۷ - ۱۶۸ - ۱۶۹ - ۱۷۰ - ۱۷۱ - ۱۷۲ - ۱۷۳ - ۱۷۴ - ۱۷۵ - ۱۷۶ - ۱۷۷ - ۱۷۸ - ۱۷۹ - ۱۸۰ - ۱۸۱ - ۱۸۲ - ۱۸۳ - ۱۸۴ - ۱۸۵ - ۱۸۶ - ۱۸۷ - ۱۸۸ - ۱۸۹ - ۱۹۰ - ۱۹۱ - ۱۹۲ - ۱۹۳ - ۱۹۴ - ۱۹۵ - ۱۹۶ - ۱۹۷ - ۱۹۸ - ۱۹۹ - ۲۰۰ - ۲۰۱ - ۲۰۲ - ۲۰۳ - ۲۰۴ - ۲۰۵ - ۲۰۶ - ۲۰۷ - ۲۰۸ - ۲۰۹ - ۲۱۰ - ۲۱۱ - ۲۱۲ - ۲۱۳ - ۲۱۴ - ۲۱۵ - ۲۱۶ - ۲۱۷ - ۲۱۸ - ۲۱۹ - ۲۲۰ - ۲۲۱ - ۲۲۲ - ۲۲۳ - ۲۲۴ - ۲۲۵ - ۲۲۶ - ۲۲۷ - ۲۲۸ - ۲۲۹ - ۲۳۰ - ۲۳۱ - ۲۳۲ - ۲۳۳ - ۲۳۴ - ۲۳۵ - ۲۳۶ - ۲۳۷ - ۲۳۸ - ۲۳۹ - ۲۴۰ - ۲۴۱ - ۲۴۲ - ۲۴۳ - ۲۴۴ - ۲۴۵ - ۲۴۶ - ۲۴۷ - ۲۴۸ - ۲۴۹ - ۲۵۰ - ۲۵۱ - ۲۵۲ - ۲۵۳ - ۲۵۴ - ۲۵۵ - ۲۵۶ - ۲۵۷ - ۲۵۸ - ۲۵۹ - ۲۶۰ - ۲۶۱ - ۲۶۲ - ۲۶۳ - ۲۶۴ - ۲۶۵ - ۲۶۶ - ۲۶۷ - ۲۶۸ - ۲۶۹ - ۲۷۰ - ۲۷۱ - ۲۷۲ - ۲۷۳ - ۲۷۴ - ۲۷۵ - ۲۷۶ - ۲۷۷ - ۲۷۸ - ۲۷۹ - ۲۸۰ - ۲۸۱ - ۲۸۲ - ۲۸۳ - ۲۸۴ - ۲۸۵ - ۲۸۶ - ۲۸۷ - ۲۸۸ - ۲۸۹ - ۲۹۰ - ۲۹۱ - ۲۹۲ - ۲۹۳ - ۲۹۴ - ۲۹۵ - ۲۹۶ - ۲۹۷ - ۲۹۸ - ۲۹۹ - ۳۰۰ - ۳۰۱ - ۳۰۲ - ۳۰۳ - ۳۰۴ - ۳۰۵ - ۳۰۶ - ۳۰۷ - ۳۰۸ - ۳۰۹ - ۳۱۰ - ۳۱۱ - ۳۱۲ - ۳۱۳ - ۳۱۴ - ۳۱۵ - ۳۱۶ - ۳۱۷ - ۳۱۸ - ۳۱۹ - ۳۲۰ - ۳۲۱ - ۳۲۲ - ۳۲۳ - ۳۲۴ - ۳۲۵ - ۳۲۶ - ۳۲۷ - ۳۲۸ - ۳۲۹ - ۳۳۰ - ۳۳۱ - ۳۳۲ - ۳۳۳ - ۳۳۴ - ۳۳۵ - ۳۳۶ - ۳۳۷ - ۳۳۸ - ۳۳۹ - ۳۴۰ - ۳۴۱ - ۳۴۲ - ۳۴۳ - ۳۴۴ - ۳۴۵ - ۳۴۶ - ۳۴۷ - ۳۴۸ - ۳۴۹ - ۳۵۰ - ۳۵۱ - ۳۵۲ - ۳۵۳ - ۳۵۴ - ۳۵۵ - ۳۵۶ - ۳۵۷ - ۳۵۸ - ۳۵۹ - ۳۶۰ - ۳۶۱ - ۳۶۲ - ۳۶۳ - ۳۶۴ - ۳۶۵ - ۳۶۶ - ۳۶۷ - ۳۶۸ - ۳۶۹ - ۳۷۰ - ۳۷۱ - ۳۷۲ - ۳۷۳ - ۳۷۴ - ۳۷۵ - ۳۷۶ - ۳۷۷ - ۳۷۸ - ۳۷۹ - ۳۸۰ - ۳۸۱ - ۳۸۲ - ۳۸۳ - ۳۸۴ - ۳۸۵ - ۳۸۶ - ۳۸۷ - ۳۸۸ - ۳۸۹ - ۳۹۰ - ۳۹۱ - ۳۹۲ - ۳۹۳ - ۳۹۴ - ۳۹۵ - ۳۹۶ - ۳۹۷ - ۳۹۸ - ۳۹۹ - ۴۰۰ - ۴۰۱ - ۴۰۲ - ۴۰۳ - ۴۰۴ - ۴۰۵ - ۴۰۶ - ۴۰۷ - ۴۰۸ - ۴۰۹ - ۴۱۰ - ۴۱۱ - ۴۱۲ - ۴۱۳ - ۴۱۴ - ۴۱۵ - ۴۱۶ - ۴۱۷ - ۴۱۸ - ۴۱۹ - ۴۲۰ - ۴۲۱ - ۴۲۲ - ۴۲۳ - ۴۲۴ - ۴۲۵ - ۴۲۶ - ۴۲۷ - ۴۲۸ - ۴۲۹ - ۴۳۰ - ۴۳۱ - ۴۳۲ - ۴۳۳ - ۴۳۴ - ۴۳۵ - ۴۳۶ - ۴۳۷ - ۴۳۸ - ۴۳۹ - ۴۴۰ - ۴۴۱ - ۴۴۲ - ۴۴۳ - ۴۴۴ - ۴۴۵ - ۴۴۶ - ۴۴۷ - ۴۴۸ - ۴۴۹ - ۴۵۰ - ۴۵۱ - ۴۵۲ - ۴۵۳ - ۴۵۴ - ۴۵۵ - ۴۵۶ - ۴۵۷ - ۴۵۸ - ۴۵۹ - ۴۶۰ - ۴۶۱ - ۴۶۲ - ۴۶۳ - ۴۶۴ - ۴۶۵ - ۴۶۶ - ۴۶۷ - ۴۶۸ - ۴۶۹ - ۴۷۰ - ۴۷۱ - ۴۷۲ - ۴۷۳ - ۴۷۴ - ۴۷۵ - ۴۷۶ - ۴۷۷ - ۴۷۸ - ۴۷۹ - ۴۸۰ - ۴۸۱ - ۴۸۲ - ۴۸۳ - ۴۸۴ - ۴۸۵ - ۴۸۶ - ۴۸۷ - ۴۸۸ - ۴۸۹ - ۴۹۰ - ۴۹۱ - ۴۹۲ - ۴۹۳ - ۴۹۴ - ۴۹۵ - ۴۹۶ - ۴۹۷ - ۴۹۸ - ۴۹۹ - ۵۰۰ - ۵۰۱ - ۵۰۲ - ۵۰۳ - ۵۰۴ - ۵۰۵ - ۵۰۶ - ۵۰۷ - ۵۰۸ - ۵۰۹ - ۵۱۰ - ۵۱۱ - ۵۱۲ - ۵۱۳ - ۵۱۴ - ۵۱۵ - ۵۱۶ - ۵۱۷ - ۵۱۸ - ۵۱۹ - ۵۲۰ - ۵۲۱ - ۵۲۲ - ۵۲۳ - ۵۲۴ - ۵۲۵ - ۵۲۶ - ۵۲۷ - ۵۲۸ - ۵۲۹ - ۵۳۰ - ۵۳۱ - ۵۳۲ - ۵۳۳ - ۵۳۴ - ۵۳۵ - ۵۳۶ - ۵۳۷ - ۵۳۸ - ۵۳۹ - ۵۴۰ - ۵۴۱ - ۵۴۲ - ۵۴۳ - ۵۴۴ - ۵۴۵ - ۵۴۶ - ۵۴۷ - ۵۴۸ - ۵۴۹ - ۵۵۰ - ۵۵۱ - ۵۵۲ - ۵۵۳ - ۵۵۴ - ۵۵۵ - ۵۵۶ - ۵۵۷ - ۵۵۸ - ۵۵۹ - ۵۶۰ - ۵۶۱ - ۵۶۲ - ۵۶۳ - ۵۶۴ - ۵۶۵ - ۵۶۶ - ۵۶۷ - ۵۶۸ - ۵۶۹ - ۵۷۰ - ۵۷۱ - ۵۷۲ - ۵۷۳ - ۵۷۴ - ۵۷۵ - ۵۷۶ - ۵۷۷ - ۵۷۸ - ۵۷۹ - ۵۸۰ - ۵۸۱ - ۵۸۲ - ۵۸۳ - ۵۸۴ - ۵۸۵ - ۵۸۶ - ۵۸۷ - ۵۸۸ - ۵۸۹ - ۵۹۰ - ۵۹۱ - ۵۹۲ - ۵۹۳ - ۵۹۴ - ۵۹۵ - ۵۹۶ - ۵۹۷ - ۵۹۸ - ۵۹۹ - ۶۰۰ - ۶۰۱ - ۶۰۲ - ۶۰۳ - ۶۰۴ - ۶۰۵ - ۶۰۶ - ۶۰۷ - ۶۰۸ - ۶۰۹ - ۶۱۰ - ۶۱۱ - ۶۱۲ - ۶۱۳ - ۶۱۴ - ۶۱۵ - ۶۱۶ - ۶۱۷ - ۶۱۸ - ۶۱۹ - ۶۲۰ - ۶۲۱ - ۶۲۲ - ۶۲۳ - ۶۲۴ - ۶۲۵ - ۶۲۶ - ۶۲۷ - ۶۲۸ - ۶۲۹ - ۶۳۰ - ۶۳۱ - ۶۳۲ - ۶۳۳ - ۶۳۴ - ۶۳۵ - ۶۳۶ - ۶۳۷ - ۶۳۸ - ۶۳۹ - ۶۴۰ - ۶۴۱ - ۶۴۲ - ۶۴۳ - ۶۴۴ - ۶۴۵ - ۶۴۶ - ۶۴۷ - ۶۴۸ - ۶۴۹ - ۶۵۰ - ۶۵۱ - ۶۵۲ - ۶۵۳ - ۶۵۴ - ۶۵۵ - ۶۵۶ - ۶۵۷ - ۶۵۸ - ۶۵۹ - ۶۶۰ - ۶۶۱ - ۶۶۲ - ۶۶۳ - ۶۶۴ - ۶۶۵ - ۶۶۶ - ۶۶۷ - ۶۶۸ - ۶۶۹ - ۶۷۰ - ۶۷۱ - ۶۷۲ - ۶۷۳ - ۶۷۴ - ۶۷۵ - ۶۷۶ - ۶۷۷ - ۶۷۸ - ۶۷۹ - ۶۸۰ - ۶۸۱ - ۶۸۲ - ۶۸۳ - ۶۸۴ - ۶۸۵ - ۶۸۶ - ۶۸۷ - ۶۸۸ - ۶۸۹ - ۶۹۰ - ۶۹۱ - ۶۹۲ - ۶۹۳ - ۶۹۴ - ۶۹۵ - ۶۹۶ - ۶۹۷ - ۶۹۸ - ۶۹۹ - ۷۰۰ - ۷۰۱ - ۷۰۲ - ۷۰۳ - ۷۰۴ - ۷۰۵ - ۷۰۶ - ۷۰۷ - ۷۰۸ - ۷۰۹ - ۷۱۰ - ۷۱۱ - ۷۱۲ - ۷۱۳ - ۷۱۴ - ۷۱۵ - ۷۱۶ - ۷۱۷ - ۷۱۸ - ۷۱۹ - ۷۲۰ - ۷۲۱ - ۷۲۲ - ۷۲۳ - ۷۲۴ - ۷۲۵ - ۷۲۶ - ۷۲۷ - ۷۲۸ - ۷۲۹ - ۷۳۰ - ۷۳۱ - ۷۳۲ - ۷۳۳ - ۷۳۴ - ۷۳۵ - ۷۳۶ - ۷۳۷ - ۷۳۸ - ۷۳۹ - ۷۴۰ - ۷۴۱ - ۷۴۲ - ۷۴۳ - ۷۴۴ - ۷۴۵ - ۷۴۶ - ۷۴۷ - ۷۴۸ - ۷۴۹ - ۷۵۰ - ۷۵۱ - ۷۵۲ - ۷۵۳ - ۷۵۴ - ۷۵۵ - ۷۵۶ - ۷۵۷ - ۷۵۸ - ۷۵۹ - ۷۶۰ - ۷۶۱ - ۷۶۲ - ۷۶۳ - ۷۶۴ - ۷۶۵ - ۷۶۶ - ۷۶۷ - ۷۶۸ - ۷۶۹ - ۷۷۰ - ۷۷۱ - ۷۷۲ - ۷۷۳ - ۷۷۴ - ۷۷۵ - ۷۷۶ - ۷۷۷ - ۷۷۸ - ۷۷۹ - ۷۸۰ - ۷۸۱ - ۷۸۲ - ۷۸۳ - ۷۸۴ - ۷۸۵ - ۷۸۶ - ۷۸۷ - ۷۸۸ - ۷۸۹ - ۷۹۰ - ۷۹۱ - ۷۹۲ - ۷۹۳ - ۷۹۴ - ۷۹۵ - ۷۹۶ - ۷۹۷ - ۷۹۸ - ۷۹۹ - ۸۰۰ - ۸۰۱ - ۸۰۲ - ۸۰۳ - ۸۰۴ - ۸۰۵ - ۸۰۶ - ۸۰۷ - ۸۰۸ - ۸۰۹ - ۸۱۰ - ۸۱۱ - ۸۱۲ - ۸۱۳ - ۸۱۴ - ۸۱۵ - ۸۱۶ - ۸۱۷ - ۸۱۸ - ۸۱۹ - ۸۲۰ - ۸۲۱ - ۸۲۲ - ۸۲۳ - ۸۲۴ - ۸۲۵ - ۸۲۶ - ۸۲۷ - ۸۲۸ - ۸۲۹ - ۸۳۰ - ۸۳۱ - ۸۳۲ - ۸۳۳ - ۸۳۴ - ۸۳۵ - ۸۳۶ - ۸۳۷ - ۸۳۸ - ۸۳۹ - ۸۴۰ - ۸۴۱ - ۸۴۲ - ۸۴۳ - ۸۴۴ - ۸۴۵ - ۸۴۶ - ۸۴۷ - ۸۴۸ - ۸۴۹ - ۸۵۰ - ۸۵۱ - ۸۵۲ - ۸۵۳ - ۸۵۴ - ۸۵۵ - ۸۵۶ - ۸۵۷ - ۸۵۸ - ۸۵۹ - ۸۶۰ - ۸۶۱ - ۸۶۲ - ۸۶۳ - ۸۶۴ - ۸۶۵ - ۸۶۶ - ۸۶۷ - ۸۶۸ - ۸۶۹ - ۸۷۰ - ۸۷۱ - ۸۷۲ - ۸۷۳ - ۸۷۴ - ۸۷۵ - ۸۷۶ - ۸۷۷ - ۸۷۸ - ۸۷۹ - ۸۸۰ - ۸۸۱ - ۸۸۲ - ۸۸۳ - ۸۸۴ - ۸۸۵ - ۸۸۶ - ۸۸۷ - ۸۸۸ - ۸۸۹ - ۸۹۰ - ۸۹۱ - ۸۹۲ - ۸۹۳ - ۸۹۴ - ۸۹۵ - ۸۹۶ - ۸۹۷ - ۸۹۸ - ۸۹۹ - ۹۰۰ - ۹۰۱ - ۹۰۲ - ۹۰۳ - ۹۰۴ - ۹۰۵ - ۹۰۶ - ۹۰۷ - ۹۰۸ - ۹۰۹ - ۹۱۰ - ۹۱۱ - ۹۱۲ - ۹۱۳ - ۹۱۴ - ۹۱۵ - ۹۱۶ - ۹۱۷ - ۹۱۸ - ۹۱۹ - ۹۲۰ - ۹۲۱ - ۹۲۲ - ۹۲۳ - ۹۲۴ - ۹۲۵ - ۹۲۶ - ۹۲۷ - ۹۲۸ - ۹۲۹ - ۹۳۰ - ۹۳۱ - ۹۳۲ - ۹۳۳ - ۹۳۴ - ۹۳۵ - ۹۳۶ - ۹۳۷ - ۹۳۸ - ۹۳۹ - ۹۴۰ - ۹۴۱ - ۹۴۲ - ۹۴۳ - ۹۴۴ - ۹۴۵ - ۹۴۶ - ۹۴۷ - ۹۴۸ - ۹۴۹ - ۹۵۰ - ۹۵۱ - ۹۵۲ - ۹۵۳ - ۹۵۴ - ۹۵۵ - ۹۵۶ - ۹۵۷ - ۹۵۸ - ۹۵۹ - ۹۶۰ - ۹۶۱ - ۹۶۲ - ۹۶۳ - ۹۶۴ - ۹۶۵ - ۹۶۶ - ۹۶۷ - ۹۶۸ - ۹۶۹ - ۹۷۰ - ۹۷۱ - ۹۷۲ - ۹۷۳ - ۹۷۴ - ۹۷۵ - ۹۷۶ - ۹۷۷ - ۹۷۸ - ۹۷۹ - ۹۸۰ - ۹۸۱ - ۹۸۲ - ۹۸۳ - ۹۸۴ - ۹۸۵ - ۹۸۶ - ۹۸۷ - ۹۸۸ - ۹۸۹ - ۹۹۰ - ۹۹۱ - ۹۹۲ - ۹۹۳ - ۹۹۴ - ۹۹۵ - ۹۹۶ - ۹۹۷ - ۹۹۸ - ۹۹۹ - ۱۰۰۰

ویک سال چار ماہ شد۔

۴۵

ضبط اوقات | مثل والد ماجد شخصے

کم بنظر آمد سوائے علوم و کمالات دیگر
در ضبط اوقات، چنانچہ بعد اشراق کہ
می نشست تا دوپہر زانو بدل نمی کرد
و خارش نمی نمود و آب و من نمی انداخت
”مسیتا“ | بندہ را عورت ”سیتا“ می گفتند

و جبرش آن کہ در شب بست و بچہ رمضان
وقت تحریر شدہ بودم چون والدین را

کو دک بسیار مرده بود مگر برائے من
آرزو کمال بود و راں ہنگام بزرگان بسیار

و اولیاء بسیار را زیاراں والد ماجد مثل شاہ
محمد عاشق و مولوی نور محمد وغیرہ متکلف

مسجد ہدای بود پس ما را غسل دادہ
در محراب انداختند گویا نذر خدا کردند پس

بزرگان ما را قبول کردہ از طرف خدا
انعام کردند۔ ۱۹

*

منہ سجدہ عوامی تلفظ نسبت ہے، اسی کی نسبت سے ”سیتا“ ہے، یعنی سجدہ والا، جسے سجدہ کی نذر کیا گیا۔

اس کو کھ لیتے تھے، بیا بھی کم ہوتے تھے
آپ کی عمر کچھ سال چار ماہ ہوئی۔

دیگر علوم و کمالات کے علاوہ ضبط اوقات
میں بھی والد ماجد کی طرح کم ہی کوئی
آدمی نظر آیا، اشراق کے بعد جو بیٹھے
تھے تو پہلو بھی بدلتے تھے، کھاتے
تھے نہ تھکتے تھے۔

بندہ (شاہ عبدالعزیز) کو عورتیں ”سیتا“
کہتی تھیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں ۲۵

رمضان کی شب میں سحر کے وقت پیدا
ہوا ہوں، چونکہ والدین کے بچے بچے

نہیں تھے اس لئے میری بڑی آرزو تھی۔
میری ولادت کے وقت بہت بزرگاں

خدا رسیدہ حضرت مثلاً شاہ محمد عاشق اور
مولوی نور محمد وغیرہ اسی مسجد میں متکلف

تھے (ولادت کے بعد مجھے غسل دے کر
مسجد کے محراب میں ڈال دیا گیا ان بزرگاں

نے مجھے قبول کر کے خدا کی طرف سے انعام
(میں واپس) عطا کیا۔

شفقت پدری | والد ماجد بے بندہ
طعام نمی خوردند۔ ۳۳

شاہ صاحب کی تقریر | تقریر والد
اجد در درس وغیرہ و تقریر اکثر قصص

می شد۔ ۳۴

نسبت چشیت | در ابتدا والد
ماجد ہم ہوں غالب بود بعد ازاں

انقلاب شد۔ ۳۵

شاہ صاحب اور شیعیت | شخصے از
والد ماجد سنا کہ خیر شیعہ پر سید اکابر حضرت

اختلاف خفیہ دریں باب کہ است
بیان کردند چون مکر پر سید جان شنید

شنیدم کہ می گفت کہ این شیعی است۔ ۳۶

شیعوں سے قربت | بعضے از اقرباء
ترجمہ ہاشیجہ غالی اند۔ ۳۷

کرامت | اور وقت طغیائی بیا۔ یوم
حییہ مذکور کی کہ صحتاب شدم والد ماجد،

والد ماجد میرے بغیر کھانا نہیں کھاتے
تھے۔

درس وغیرہ میں والد ماجد کی تحریر و
تقریر اکثر قصص اور لذت بخش و لطیف

انگیز ہوتی تھی۔

ابتدا میں (جد ماجد کی طرح) والد ماجد
پر بھی نسبت چشیت کا غلبہ تھا، بعد میں

انقلاب ہوا۔

ایک شخص (منعصب سنی) نے والد ماجد
سے شیعی کے کفر کے متعلق سوال کیا، آپ نے

اس کی فتنی کے خلاف اس بات پر انافکا
اختلاف بیان فرمایا (یعنی کفر یا افساق نہیں ہے)

اس نے دوبارہ دریافت کیا اور یہی جواب
پایا تو میں نے سنا ہے کہ کہنے لگا کہ یہ دفعہ شیعی

ہمارے بعض قریبی اعزہ غالی شیعی
ہیں۔

میں اردکین میں بیمار تھا ایک حکیم صاحب
سے علاج کیا میں صحت مند ہو گیا، والد

منہ شادی فرمادین منت جو شاہ صاحب کے قریبی عزیز اور شاگرد بھی تھے شاہ صاحب نے عمارت خاندانی کیلئے لکھا تھا۔

را حکم فرمود کہ مارا چوں خوش ساختی
بجو در حق تو دے علمے کم ہر چند خلاف وضع
شریف بود لیکن فرمود نہ عرض کرد کہ تو کہ تو
و سہوں ہنگام یک شب صدر رو بہ را
مع سواری تینہ نامہ نو کہ شہ چوں آمدہ عرض
کرداں حضرت از زبان مبارک فرمود
ہست شما تاصبر بود کہ برویا آں ہم حیر
افتخار دید ۴۲۳

طب حکمت ہم در خاندان ماحول
بود چنانچہ بزرگ وار و علم فقیر
قوامی کرد و والد ماجد و بندہ موقوف
ساختہ - ۲۲۵

ہر چند کہ والد ماجد با شاہ پروا و
طبابت بحسب مصلحت و یک منغ فرمودہ
بود لیکن خوب چیز است گویا اجاہ و
شاہ صاحب کی غزل ہم نامی لایسہ قوال کی درخواست پر شاہ صاحب
کی ایک غزل عنایت زمانی -

ملکہ و طبابت و شہنشاہی بنام شہنشاہ و شاہ ولی اللہ شاہ و شاہ اہل اللہ شاہ شاہ
تک جات ولی دقتہ میں اس غزل کے حسب ذیل دو اشعار شمار ہے باہان و تیش میں درگاہ رشیدیہ اور
از اور نہ نام خاف از خود نہ نہ صورت جو بہ شہنشاہیہ و تیش تیر نامہ خود میگاہم - کہ موقوفات کا شعر
دست بیست و بیس ہے ۔

نہ اندام باوہ ام یا باوہ با پیہ اندام
بندے حیرتہم ایں گوشت یا بان جان
سین ہر عنصر بود سور مقرا صلیبش
شوق موسی در لب و آورد نامہ اور را
سے امین با بر سیم نام تجد و بہت است
ایک اور غزل :-

بگلشن بگذری گل بر زہدیت مغتول شود
بہ معنی مست و نامہ را نہ نامہ و نہ ان
و فطلس را چہاں کیمسر محل آفت است
ایک رباعی :-

در صحبت اہل دل رسیدیم بے
از چشمہ آب زندگانی قدر ہے
ایک قطعہ :-

در ترازو نہ ترازو نہ ترازو و والد
بدن و بد گشتن صاحب زادہ
نقشہ آرم بندہ و دارا معنی شان

عاشق شوریدہ ام یا عشق با جانان نام
اصطلاح شوق بے است و ن ویوان نام
جذبہ اہل است سر شور مست اندام
در تہ طبع آتش میزند پروا نام
دارا دل پیش از را تعمیر شدیخا نام
۱۰ ص

در زانی قاصد خود سوزا موزا شود
جذبہ دل ناز و لبہ اگر مجنون شود
نیشہ کز خالیست گراں دیش و ریشاں شود
۱۱ ص

بیس درویشہ کنایات کی نفسے
وز آتش وادہ مقدس قیسے
۱۲ ص

اسنے والد اہل شاہ ولی اللہ کے
کبیرہ شہنشاہی سے پہلے اور اہل کے
شیخ آدم بندہ کی شان میں گت انی کرنے
اور اہل شاہ کا نام لایا رکاز کر کے ان کی قطعہ لایا

ملکہ ہدیہ بنوں شاہ ہر سہ سے پہلے زمانی زمانی تھی زمانہ کا یہ تعمیر از خود نامی ہا تھی از خودت سید طاہرہ کو نام
بہر شاہ شہنشاہی گت دلی میں اس شعر کو شاہ ولی اللہ سب کی مرثیہ سے منسوب کیا ہے ۔ ۱۵

شخصہ بخورده گیری ماعاجز این فتاد
گفتم کہ حروف راست بگویم ناینج
وصیت نامہ ارشاد شد کہ وصیت
نامہ والد ماجد نقل کردہ بجزید بسیار

نافع است ۵۰

مسکک فقہی دریں مقدمہ اختیار
حضرت والا خوب است یعنی اگر
یکے از مجتہدان بآں عمل کرده باشند
ترجیح حدیث است عمل کند والا
ترک و ہرجہ کہ خالی از سبب سکوت
ہم اینست و این پیش شاید چہار
حدیث خواہند بود - ۹۱

ایک فتویٰ آن حضرت فرمود کہ از
ابن داؤد حدیث نقل می کنند کہ آقا حضرت

علہ وصیت نامہ القاتہ الوضیعی فی النبیوت والوقیہ کے نام سے فارسی میں ایک مختصر رسالہ ہے جو حشر
میں بھی درج ہے اسے پہلی بار شائع ہوا تھا حال میں ہمارے فاضل دوست پروفیسر محمد اویب قادری ایم ایچ
نے یہ وصیت نامہ مترجم چند دوسرے وصیت ناموں کے ساتھ صائبہ اردو کے ہم مرتب کیا ہے اور شاہ ولی اللہ
اکیڈمی کی طرف سے شائع ہوا

نہ خوان آلود حیفی ز نے را برائے
عنائی از ننگ مستن فرمودہ بود چون
ہم چیز محترم است و طعام ہم محترم
ہیں درست شد کہ از آرد وغیرہ اگرچہ
دگندم باشد درست باید شست
سین چیزائے دیگر سوائے طعام کہ
دریں مادہ بکار می برند بہتر است
را دیم جائز باشد - ۹۲

ایک جزیرہ شخصے از قبلہ گاہی
غرض می کرو کہ در جزیرہ رفته بودم
نجا سوائے نازیل و مای از قسم
معام نمی شود مگر این کہ از خاک دیگر
بندہ خیال چہ آں کس را ہشاد و دو
معام از ترکیب ہمیں دو پندیدن

ن داخہ ۹۳

چین میں بلی اور ملک چین گریہ کم تر
میں باشد و موش بالسیا جری شخصے

فرمایا :- ابو داؤد سے منقول ہے کہ
آن حضرت ذی اللہ علیہ وسلم نے ایک
عورت کے خون عین سے آلودہ کپڑوں کو
نمک سے دھو کر صاف کرنے کا حکم دیا تھا
اور چل کہ نمک بھی محترم ہے اور کھانا
بھی اس لئے آئے وغیرہ سے چاہے وہ
گیہوں کا آہی کیوں نہ ہو ہاتھ دھو
درست ہے لیکن کھانے کی چیزوں کے علاوہ
دوسری چیزوں سے جو کام میں لائی جاتی
ہیں ہاتھ دھونا بہتر ہے -

ایک شخص نے حضرت قبلہ سے عرض
کیا کہ میں ایک جزیرہ میں گیا تھا وہاں
کھوپرے اور مچھلی کے علاوہ کھانے کی
اور چیز دستیاب نہیں ہوتی (الایہ کہ کسی
دوسرے مقام سے آئے ہیں چنانچہ اس
شخص کو یا کسی قسم کے کھانے (انہی دو
چیزوں سے پکنا آتے تھے -

چین میں بلی بہت کم ہوتی ہے اور چوہے
بڑے دیر ہوتے ہیں ایک شخص نے والد

از والد ماجد نقل می کرد کہ ہم راہ من گریہ
بودا جائے کہ در چین می روند فرستم
ویدم کہ گلولہ ہا راں در وقت طسام
راجہ برائے رفع موشاں می اتناوند
می گفتم جانور سے در ہند پانصد روپیہ
می آید از آوازش موشاں می روند
چنانچہ فروختم از آوازش باکل موشاں
رمیدند۔ ۷۱

غذاب قبر قصہ عجیب اسرت
میش حضرت والد ماجد تقیم غلیظی
گفت کہ کثیرینے بطرف ملاک دکن
رہا اور چیاں نوکر
میں متور آں جا
یہاں کس راجہ
میں وقت شب
پیدا حدیث آمدہ
است کہ روزانہا بگوشتہ رقم
معروف نیست ما را چہ سوال و جواب شد

سے بیان کیا کہ میرے ساتھ ایک بقی تھی
اور چین میں جہاں تک جاتے ہیں (جاسکتے
ہیں) میں گیا میں نے دیکھا راجہ کے کھانے
کے وقت گلولہ باز چوہوں کو بھگانے
کے لئے کھڑے رہتے ہیں میں نے کہا
ہندوستان میں ایک جانور پانچ سو روپیہ
میں آتا ہے اس کی آواز سے چوہے بھاگ
جاتے ہیں چنانچہ میں نے بقی وہاں بیچ دی
اور اس کی آواز سے چوہے بھاگ گئے
حضرت والد کے سامنے سخت قسم
کھا کہ ایک عجیب و غریب قصہ بیان
کیا ایک کشمیری ملک دکن کی طرف گیا
اور راجہ کے یہاں باورچیوں میں ملازم
ہو گیا۔ اسکے مرنے کے بعد وہاں کے دستور
کے مطابق دوسرے خاص خادموں کی
نعلش کے ساتھ سرد خانے میں رکھا۔ کیا
دیکھا کہ رات کے وقت در فرشتے ڈراؤنی صورت
جیسا کہ حدیث میں آیا ہے آئے میں ان کے
خوشگوار کرنے میں چلا گیا۔ مجھے معلوم نہیں

آنکھیں اور امانی زوئدا اعضائیش ریزہ
ریزہ شدند ما ہم بے ہوش شدید
و بعضے مردنوں کی زوئدا ہم فرشتہ
جانب من ویدند ما را بعد از گفتن کہ
چرا آمدہ بودی در کشمیر رسانیدند پارچہ
از اعضائیش کہ بہ بدن من ریزہ شدہ
رسیدہ بود سوزش آں نمی رفت ہر چند
معالجہ کردم بہ بنی شدہ در وحلی آدم
پیش بزرگاں و اطباء رجوع کردم هیچ فائدہ
نہ شد گر عم شہا ابورضا محمد درود فرمودند
تا چنیکہ بردست آف زدہ برآں می
ما ہم تسکین می نمایند سخت تنگ
ہستم۔ ۶۸، ۶۹

کیا سوال و جواب ہوئے آخر کار اس کو
مارنے تھے اس کے اعضاء ریزہ ریزہ
ہو گئے میں بھی بے ہوش ہو گیا میں کہہ
پڑھتا تھا اور فرشتے میری جانب بکھتے
اور مجھ سے دریافت کرنے کے بعد کہ یہاں
کیوں آیا کشمیر پہنچا دیا اس کے اعضاء جو
ریزہ ریزہ ہو گئے تھے اس میں سے ایک
مکڑا میرے جسم کو لگ گیا اس کی سوزش نہیں
جاتی، بہت کچھ علاج و معالجہ کیا لیکن فائدہ
نہ ہوا، دبی آیا ہوں بزرگوں اور طبیبوں کی
طرف رجوع کیا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا آپ کے
چچا ابورضا محمد نے فرمایا کہ اس طرح درود
شریف پڑھ کر ہاتھ پر دم کرتا ہوں اور اس
جگہ مٹا ہوں اس سے تسکین ہوتی ہے۔
بہت زیادہ تنگ ہوں۔

سنین حیات شاه ولی الله

ولادت	۱۱۱۴	۱۱۱۴
ولادت برادرشور شاه اهل الله	۱۱۱۹	۱۱۱۹ / ۶-۱۰۸۰
رسم مکتب	۱۱۱۸	۱۱۱۸ / ۶-۱۰۰۰
تعلیم نماز، پهلاروزه ختم قرآن	۱۱۲۱	۱۱۲۱ / ۹-۱۰۰۰
شرح جامی	۱۱۲۲	۱۱۲۲ / ۱۰۱۲
ازدواج	۱۱۲۸	۱۱۲۸ / ۱۰۱۵
وفات خوش دامن	۱۱۲۸	۱۱۲۸ / ۱۰۱۵
بیعت	۱۱۲۹	۱۱۲۹ / ۱۰۱۶
فرغت درس اجازت تدیس	۱۱۲۹	۱۱۲۹ / ۱۰۱۶
اجازت بیعت وارشاد	۱۱۳۱	۱۱۳۱ / ۱۰۱۹
وفات والد (شاه عبدالعزیم) ۱۲ سفر	۱۱۳۱	۱۱۳۱ / ۱۰۱۹
اجازت بنام شیخ بدرالهی صفتی	۱۱۳۲	۱۱۳۲ / ۱۰۳۰

آغاز سفر حج در ریح الثانی	۱۱۳۳	۱۱۳۳ / ۱۰۳۱
مراجعت وطن ۱۲ رجب	۱۱۳۵	۱۱۳۵ / ۱۰۳۳
اجازه بنام شیخ نورالله	۱۱۳۶	۱۱۳۶ / ۱۰۳۳
تالیف همعات	۱۱۳۸	۱۱۳۸ / ۱۰۳۵
تفسیر فتح الرحمن	۱۱۵۱	۱۱۵۱ / ۱۰۳۸
اجازه بنام مولوی محمد شریف	۱۱۵۳	۱۱۵۳ / ۱۰۴۰
اجازه بنام شاه محمد عاشق	۱۱۵۵	۱۱۵۵ / ۱۰۴۲
قصیده الطیب النغم	۱۱۵۶	۱۱۵۶ / ۱۰۴۳
عقد ثانی	۱۱۵۷	۱۱۵۷ / ۱۰۴۴
قصیده حمزیه	۱۱۵۷	۱۱۵۷ / ۱۰۴۴
اجازه بنام خواجه محمد امین کشمیری	۱۱۵۸	۱۱۵۸ / ۱۰۴۵
اجازه بنام شیخ محمد بن پیر محمد	۱۱۵۹	۱۱۵۹ / ۱۰۴۶
ولادت شاه عبدالعزیز	۱۱۵۹	۱۱۵۹ / ۱۰۴۶
اجازه بنام مولوی عبدالرحمن	۱۱۶۰	۱۱۶۰ / ۱۰۴۷
تبذیر الخیر السخیف	۱۱۶۱	۱۱۶۱ / ۱۰۴۸
ولادت شاه رفیع الدین	۱۱۶۳	۱۱۶۳ / ۱۰۴۹
ولادت شاه عبدالقادر	۱۱۶۷	۱۱۶۷ / ۱۰۵۳
ولادت شاه عبدالغنی	۱۱۷۱	۱۱۷۱ / ۱۰۵۸
اجازه بنام شیخ جبار الله	۱۱۷۳	۱۱۷۳ / ۱۰۵۹-۶۰

ولادت امامت العزیز

۱۱۷۵ھ / ۱۷۶۱ء

وفات

۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء

حیات شاہ ولی اللہ کے چند خاص مآخذ

معاصر آخذ:

الروضۃ القیومہ از ابوالفیض کمال الدین محمد احسان

مقامات مظہری، از شاہ غلام علی مطبوعہ ۱۸۵۹ء

مناقب فخریہ از نواز الدین خاں، مطبوعہ ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۹ء

فخر الطالبین از نور الدین حسین فخری " " "

القول الجلی دہلی، شاہ محمد عاشق

مقدمہ الخیر الکثیر

مکتوبات شاہ ولی اللہ دہلی، مرتبہ شاہ عبدالرحمن و شاہ محمد عاشق

سیاسی مکتوبات (شاہ ولی اللہ) مرتبہ خلیفہ احمد نظامی

مکتوبات مع مناقب امام بخارا، مرتبہ خواجہ حکیم الدین ولی اللہ مطبوعہ طبعی دہلی

انقاس العارفین شاہ ولی اللہ دہلی (انجمن الطبیۃ) مطبوعہ دہلی

مکتوبات المعاد ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۸ء

مفتوحات شاہ عبدالعزیز " البیت ۱۲۲۲ھ / ۱۸۰۶ء

مطبوعہ ۱۳۰۱ھ

وہائے بد القادر خانی مرتبہ محمد یوسف قادری " البیت ۱۸۲۱ء

آثار الصنادید سر سید احمد خاں " البیت ۱۸۴۶ء

الرائع البحتی فی اسانید الشیخ عبدالغفران حسن تربتی " ۱۸۶۳ء

کمالات عزیزی نواب مبارک خاں ۱۸۷۲ء

مقالات طریقت عبدالرحیم ضیا ۱۸۷۴ء

ابجد العلوم نواب صدیق حسن خاں ۱۸۸۰ء

اتحاد النبلاء " ۱۲۸۸ء

الحط بکرام السیاح السنۃ " " "

حدائق الخفیفہ فقیر محمد جملی " " "

مذکرۃ علماء ہند رحمن علی ۱۸۹۰ء

مقدمہ فتاویٰ شاہ عبدالعزیز از مرزا محمد بیگ دہلی مطبوعہ ۱۸۹۲ء

یا وکار جملی سید احمد علی البتہ ۱۸۹۲ء

خاتمہ تاویل الاحادیث " " "

خاتمہ تملکہ بنوری " " "

حالات عزیزی " " "

حیات عزیزی رحیم بخش دہلوی ۱۸۹۹ء

حیات ولی " " ۱۹۰۱ء

واقعات دارالعلوم دہلی بشیر الدین احمد ۱۹۱۹ء

نرمہ الخواطر مولوی عبدالحی وفات ۱۹۲۲ء

ایضاح آیات ۱۹۲۵ء

سطحات	مطبع احمدی دہلی	۱۳۰۶ھ
الطاف القدس	"	"
ہوامع	"	"
کشف الفین فی فخر رابعین	مطبع مجتبیٰ دہلی	۱۳۱۰ھ
سرور الخزون	دار الاشاعت کراچی	۱۳۵۸ھ
ازالہ الخفا	مطبع صدیقی بریلی	۱۳۸۶ھ/۱۲۶۹ھ
انفاس العارفین مع الجزر اللطیف	مطبع احمدی دہلی رسن دار تقریر	۱۳۱۶ھ
اسرار المکذوم	مرتبه خلیق احمد نظامی دہلی	۱۹۵۰ء
سیاسی مکتوبات	مطبع مطلع العلوم بہار نپور	۱۳۰۴ھ
مکتوبات المعارف	مطبع احمدی دہلی	۱۳۰۸ھ
مکتوبات مع مناقب امام بکری	مطبع مجتبیٰ دہلی	۱۳۰۸ھ
تصیّدہ الطیب النعم	"	"
تصیّدہ ہمزہ	مطبع محمد لاہور	۱۲۹۳ھ
صرف میز علوم	مطبع احمدی دہلی	۱۸۹۹ء
رسالہ دانش مندی	"	"

تصانیف غیر مطبوعہ

- (۱) المقدمۃ السیّد فی افتاء الفرقۃ السنیہ شیخ مجدد کے ایک فارغ رسالہ
 رد ورائس، کہ تعریب مع یک تمہید بہ آثار سعید یہ لکھا گیا اس کا ایک
 نسخہ موجود ہے

- (۲) وعاد الاعتصام شاہ عزیز نے رسالہ فیض عام دشمولہ فتاویٰ شاہ عبدالعزیز علیہ السلام
 میں اس کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ شاہ عاشق نے اس کی شرح لکھی تھی، شاہ
 ولی اللہ نے اس شرح کی ایک منظوم تقریظ بھی لکھی تھی۔
 (۳) النخبہ فی السیاسۃ العجمہ شاہ ولی اللہ نے شیخ جلال اللہ کو ۱۱۷۳ھ میں جو رسد اجازہ
 دی تھی اس میں اپنی تصانیف میں اس کا بھی ذکر کیا ہے۔ (المسویٰ طبع کٹر معطرہ
 مقدمہ ۵۳)

- (۴) مجموعہ مکاتیب شاہ مجدد عاشق کے فرزند شاہ عبدالرحمن نے شاہ ولی اللہ
 کے مکاتیب کا ایک مجموعہ ترتیب دیا تھا، ان کی وفات تک ۲۸۱ مکاتیب جمع ہوئے تھے
 شاہ عاشق نے اس حصے کو جلد اول قرار دے کر دوسری جلد کا آغاز کیا اور اس میں مزید
 بخطوط جمع کئے اس طرح ۲۵۸ خطوط ہو گئے، یہ مجموعہ
 مکاتیب مولانا قرنی حسن پانڈپوری کے کتب خانے میں ہے، پروفیسر خلیق احمد
 نظامی نے اسی میں سے سیاسی خطوط کا انتخاب شائع کیا ہے۔ (سیاسی مکتوبات
 مقدمہ)

- (۵) الفضل المبین فی السلسل من الحدیث النبوی الامین اس کتاب کا ذکر شاہ صاحب
 نے اپنی ایک سند رقم ۱۱۵۹ھ ہاشم بن محمد بن شیخ البواخی میں کیا ہے جو کتب
 خانہ بانگی پور میں صحیح بخاری کے ایک نسخے پر مرقوم ہے اور جس کا عکس اخیر اخیر
 ڈاجیل کے آغاز میں ہے۔

- (۶) حاشیہ رسالہ لبس لہر شاہ عبدالعزیز نے شاہ صاحب کے اس رسالہ کا ذکر
 فرمایا ہے۔ (فتاویٰ شاہ عبدالعزیز ص ۱۲۵)

(۴) اسرار فقہ

(۵) منصور - ان دونوں کتابوں کا ذکر مولانا سید محمد نعمان رائے بریلوی نے اپنے ایک مکتوب بنام شاہ ابوسعید رائے بریلوی میں کیا ہے (الفرقان صفر ۱۳۸۵ھ مولانا نسیم احمد فریدی)

(۹) فتح الودود فی معرفۃ النجود

(۱۰) شفاء العقول

(۱۱) عوارف

(۱۲) واردات

(۱۳) بنیات الاصول

(۱۴) الانوار المحمدیہ

(۱۵) فتح السلام

(۱۶) رسالہ در ذکر روافض در رد گوہ مراد^{علہ}

(۱۷) کشف الانوار - (۱۸) سے ۲۰ رسائل یا کتب کا ذکر عبدالرحیم ضیاء نے مقالات طریقت میں کیا ہے۔ ۲۱ سے ۲۵ تک کے رسائل یا کتب کے صرف اسماء ہی معلوم ہیں، نہ صرف یہ کہ طبع نہیں ہوئے بلکہ یہ تک معلوم نہیں کہ یہ خطوطات کی شکل میں کہاں کہاں پائے جاتے ہیں ؟

تلامذہ وہ سیدین شاہ ولی اللہ

شاہ اہل اللہ پھلتی خاتمہ مکملہ ہندی ۵۶

علہ گوہ مراد عبدالرزاق لاہوری شاگرد مرید شہنشاہی کا دارالمرہ ہے۔

شاہ محمد عاشق پھلتی

شاہ عبدالعزیز

شاہ رفیع الدین

خواجہ محمد امین، ولی اللہی

قاضی شہداء اللہ ربانی پتی

خدم محمد معین تنوی

مولوی محمد کھنوی

مولوی رفیع الدین مراد آبادی

مولوی امین اللہ ٹکڑہ بوی

جبار اللہ بن عبدالرحیم لاہوری ثم المدنی

عبدالہادی

شاہ ابوسعید رائے بریلوی

سید مرتضیٰ زبیدی بلگرامی

شیخ محمد بن ابی الفتح بلگرامی

نور الدین منت

نور الدین معین الدین پھلتی

محمد شریف بن خیر الدین بن عبدالغنی

تفسیحات الہیہ جلد اول، ۱۲۵

عجالتہ نافعہ

فتح الرحمن، مکتوبات مع مناقب، ۲۹

مکتوبہ قاضی صاحب در کلمات طیبہ، ۱۵۵

استقصا الانہام، مولوی حامد حسین کٹوری

مکتوبات مع مناقب، ۲۶، تحفۃ الدہلویہ

تذکرہ علماء ہند، ۲۲۳

مدائق الخفیہ، ۴۳، نزم تہ الخواطر، ۱۸۲

نزم تہ الخواطر، ۵۶، تاریخ مدرسہ عالیہ، ۱۵۷

المسوی طبع، ۵۳

معاد، عظیم گدھ، مولانا منظور الحسن برکاتی

خاتمہ اولی الہ اوید، ۵۵، نزم تہ الخواطر

التحفۃ الدہلویہ طبع، ۵۶

التحفۃ الدہلویہ

نخر الطائیف، ۲۵

تفسیحات الہیہ جلد اول، ۱۲۵

۲۲

تفہیمات البیہ جلد اول

۲۲۳

جلد ثانی ۲۲۴

جلد اول ۱۳۵

فخر الحسن از مولانا فخر الدین دہلوی

تراجم علماء حدیث

علم و عمل ۱۳۶

تراجم علماء حدیث

"

"

"

"

مکتوبات مع مناقب ۱۳۷

خاتمہ تاویل الاحادیث ۱۳۸

"

مقالات طریقت ۱۳۹

مقالات طریقت ۱۴۰

حدائق الحنفیہ ۱۴۱

اکھنامہ کوٹ دستدہا

حافظ عبد الرحمن تنوی

شیخ بدر الحق پھلتی

محمد عابد بن علامہ الدین پھلتی

میاں داؤد

مولانا خیر الدین سورنی

سید جمال الدین رام پوری

مخدوم محمد امین والد محمد معین تنوی

شیخ محمد بن پیر محمد بن ابی الفتح

عبد اللہ خاں رام پوری

محمد سعید خاں رام پوری

شاہ شاعری آبادی ثم منظر آبادی

شیخ ابراہیم آفندی

حافظ عبد الباقی عرف عبد الرحمن

سید شرف الدین محمد

مرزا رسیم علی بیگ (مرید)

ابا فضل اللہ کشمیری

بابا محمد عثمان کشمیری

شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان

کی

تحریرات میں تحریفات

فتنہ تاتار اور زوال ملک مستعصم سے اقبل کے علماء اور مصنفین کی کتابیں بنایا
اور ناپید ہو گئیں تو اس کا سبب ظاہر تھا اور اسی سبب کے زوال کی بنا پر بعد فتنہ
کے علماء و مصنفین میں سے بیش تر کہ مشرک کتابیں آج کہیں کہیں دستیاب ہیں۔
لیکن جو معاملہ شاہ ولی اللہ اور ان کے خان دان کی تالیفات کے ساتھ
ہوا وہ اپنی نظیر آپ ہے، کہا جاسکتا ہے کہ سقوط دہلی (۱۸۵۷ء) کے اثرات کو اس
میں دخل ہو گا مگر یہ بات اس لئے قرین صحت نہیں ہے کہ ان حضرات کی تالیفات
کی کم بانی و نایابی اور ان میں تحریفات کا سلسلہ تو سقوط دہلی سے پہلے ہی شروع
ہو چکا تھا، ۱۸۳۴ء میں سید عبد اللہ بن بہادر علی نے مطبع احمدی ہوگی سے الفوائد الجمیر
شائع کی تو انھیں اس کتاب کا صرف ایک نسخہ ملا تھا جو اس بات کا ثبوت ہے کہ سقوط
دہلی سے ۲۳ سال پہلے ہی شاہ صاحب کی کتابیں کم باب تھیں کیوں کہ سید عبد اللہ اس
خان داد سے کے نیاز مندوں میں سے تھے اور ان کے اکابر حلقے سے مراد تھے مطبع

احمدی بھی صرف اسی طبقے کی کتابوں کی اشاعت کے لئے قائم کیا تھا۔

شاہ صاحب کی کتابوں کی نایابی کا یہ عالم ہے کہ تقریباً ۱۲ رسائل و کتب ایسے ہیں جن کے صرف ناموں ہی کی حد تک دنیا ان سے واقف ہے۔ آج تک کم سے کم خاکسار کے علم میں ان کتابوں کا کوئی مخطوطہ نہیں ہے:

(۱) فتح اردو و فی معرفۃ الجنود (۲) شفاء القلوب (۳) عوارف (۴) نہایات الاسولی (۵) الانوار المحمدیہ (۶) فتح الاسلام (۷) کشف الانوار (۸) اسرار نقہ (۹) منصور (۱۰) حاشیہ رسالہ لبس احمر (۱۱) دعار الاعتقاد (۱۲) النجۃ فی سلسلۃ العجبہ۔
دو کتابیں نایاب تو نہیں ہیں یعنی ان کے ایک ایک مخطوطے کا دنیا کو علم ہے گو وہ بھی تک غیر مطبوع ضرور ہیں، (۱) المقدّمۃ السنیہ فی انتصار الفرقۃ السنیہ (۲) مجرّم کا تیب (۳) مرتبہ شاہ عبدالرحمن و شاہ محمد عاشق

شاہ صاحب کے مصنفات کو نایاب کر کے و سرافقہ یہ اٹھایا گیا کہ اپنے مصنفات کو شاہ صاحب کی طرف منسوب کر دیا اور اپنے نظریات کی تبلیغ شاہ صاحب کے نام سے کی گئی۔

۱۱) البلاغ المبین پہلی بار، ۱۳۰ھ مطبع محمدی لاہور سے ایک اہل حدیث عالم مولانا فقیر اللہ نے شائع کی۔ ع

(۲) تحفۃ الموحیدین، سب سے پہلے ایک اہل حدیث بزرگ حاجی عبدالنظار دہلوی (علی جان والے) نے شائع کی۔ ع

۱۲) کتب طبع سے وہ کس کے نام مقالات طریقت میں ہیں کتب و دعا کے نام منسوب میر محمد عثمان (مکتوبات المعارف) میں ہیں، کتاب دعا کا نام شاہ عبدالعزیز کی ایک تحریر پر مبنی ہے مگر وہ بھی فتاویٰ میں ہے۔ ع کا نام خود شاہ صاحب نے ہی ایک سند عطا کر دی تھی جہاں اللہ ربہ ہے۔ ع پر وفیسر محمد ایوب قادری دہلوی اور جید عہدہ حیات و لا بیچ اولی اکل المطابع صفحہ ۱۹۱

(۳) اشارہ مستمر، پہلی بار مولوی فضل الرحمن استاذ جامعہ ملیہ دہلی نے ۱۹۳۶ء میں مکتبہ عربیہ قرولی باغ دہلی سے شائع کیا تھا۔ ع

(۴) قول سدیک کے نام سے بھی ایک رسالہ شاہ صاحب کے نام سے شائع ہوا جس میں عدم تقلید کی تلقین و تائید کی گئی ہے، ظاہر ہے کہ یہ بھی اہل حدیث حضرات نے ہی شائع کیا ہوگا۔ ع

مندرجہ رسائل میں اہل السنۃ و الجماعت کے نظریات سے متفقہ نظریات اور وہ منشئانہ افکار پیش کئے گئے ہیں جن کو یہ حضرات "تمسک بالکتاب السنۃ" کا نام دیتے ہیں اور جو کتاب توحید کی بازگشت ہیں۔ اس طرح شاہ صاحب سے احناف کو جن کی پیروی میں اکثریت ہے بدن اور دور کرنے کی کوشش کی گئی۔

ایک دوسرے فرقے ارباب شیعہ نے ایک دوسرے پہلو سے یہی کوشش کی اور شاہ صاحب کی طرف دعویٰ کیا، یہ منسوب کیں جو ان کے تاریخی اور کلامی مسلک سے متناقض ہیں (۱) قرۃ العینین فی الحال شہادۃ المحسنین (۲) جنت العالمین مناقب المعادیر مرزا علی طعنے نے اپنے تذکرہ شجرہ گلشن ہند میں ان دونوں کتابوں کے نام لکھے ہیں۔

گلشن ہند ۱۸۰ء کی تالیف ہے، گویا شاہ صاحب کی وفات کے ٹھیک چالیس سال بعد ہی سے یہ سلسلہ شروع ہو گیا تھا مولوی محبوب علی دھلوی لکھتے ہیں "شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ نے تہمت اور بیہتان کیا کہ اس نے روشہادت حسین کا کیسے مکمل رسائل و کتب تصنیف کر کے شاہ صاحب کی طرف منسوب کر دینے کے علاوہ ایک ہلاکت خیز حرکت

عہدہ و صابا اور ربہ، پروفیسر محمد ایوب قادری۔ ع مطبوعہ انجمن ترقی اردو ہند جید راکادکن

۱۹۰۴ء مرتبہ مولانا بی بی انصاری۔ ع تبیہ انصاریں ۱۲۵۰

یہی گئی کہ شاہ صاحب کی تالیف میں جاوید بجا ترمیم و اضافہ اور تخریفات بھی کر دی گئی۔
 وابتداء اول الاحادیث کی تائید اشاعت مرتبہ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی شائع کردہ شاہ
 ولی اللہ اکادمی حیدرآباد دکن ۱۹۶۷ء کے مقدمہ میں ایک عجیب اختلاف نسخ کی
 نشان دہی کی گئی ہے اور شرقی قمر کے سلسلہ میں شاہ صاحب کے منفردانہ نقطہ نظر کے
 نسخے میں یہ اختلاف ہوا ہے کہ شاہ صاحب نے وہ ایک دوسرے عالم کا قول نقل
 کیا ہے۔ مگر عام متداول و مطبوعہ نسخے میں مقولہ رہ گیا۔ اور قائل کا نام حذف ہو گیا۔
 یہ بدنام اور نشانہ اعتراض بنانے کی سازش نہیں ہو سکتی؟

(۲) جمعرات، حیدرآباد سندھ سے ۱۹۶۲ء میں طبع ہوئی ہے۔ اس کے حواشی
 کے اختلاف نسخے اندازہ ہوتا ہے کہ اس رسالے کے مطبوعہ و مخطوطہ نسخوں میں
 نمایاں اختلافات ہیں۔

(۳) عقیدہ الحیدر کا اردو ترجمہ مولانا محمد احسن نانوتوی نے مسلک موداریہ کے
 نام سے ۱۳۰۹ھ میں شائع کیا تھا، اس رسالے کے آخری اوراق میں ایک جگہ فتح القدیر
 کا اقتباس ہے، اس پر حاشیے میں مولانا محمد احسن لکھتے ہیں۔

”تلمی نسخے میں انجام اس رسالے کا اس نقطہ پر ہے فتح القدیر کی
 عبارت آخر کتاب تک اس نسخے میں نہیں ہے، معلوم نہیں خود
 مؤلف نے بعد کو بڑھائی یا کسی اور نے“

یہ معاملہ شاہ صاحب کے اختلاف کرام کی تالیفات کے ساتھ کیا گیا۔

شاہ عبدالعزیز کا تحفہ اشاعہ عشریہ شائع ہونے کے بعد ایک صاحب نے لکھنؤ سے

انھیں خط لکھا جس میں تحفہ کے بعض ایسے الفاظ و عبارات کا حوالہ دیا جو شاہ صاحب
 نے لکھے ہی نہیں تھے، چنانچہ شاہ عزیزی نے اس خط کے جواب میں تحریر فرمایا۔
 وقرنیات و باب معاویہ رضی اللہ عنہ
 و عنانہ فیروز واقعہ نہ شدہ اگر در نسخہ از تحفہ
 اشاعہ عشریہ یافتہ شود الحاق کئے خواهد
 بود کہ بنابر فتنہ انجیزی و کید و مکد کہ بنابر
 مذہب ایشان یعنی کردہ رفض از قدیم
 بر ہمیں امور راست است اس کا کردہ باشد
 چنانچہ سمیع فقیر رسیدہ کہ الحاق شروع
 کردہ اند“

کر دیا ہے (جس کا ثبوت آپ کا یہ خط بھی ہے)
 (۲) مولوی سید احمد ولی اللہی نے شاہ عزیزی کے مخطوطات مطبوعہ میرٹھ کو جعلی
 بتایا ہے رافعاس العارفین صفحہ آخر ہماری ناقص رائے میں مولوی سید احمد کی یہ
 رائے کلیتہً تو صحیح نہیں ہے، مخطوطات شاہ صاحب کے ہی ہیں مگر ان میں الحاق ضرور ہوا
 ہوا ہے اور بعض بخش اشعار اور فحش واقعات درج کر دیے گئے ہیں۔

(۳) تفسیر فتح العزیز کے متعلق بعض حضرات کی رائے ہے کہ یہ تفسیر مکمل ہے مقالات
 طریقت میں اس سلسلے میں دو روایتیں تحریر کی گئی ہیں پہلی یہ ہے کہ مولوی یار محمد صاحب
 علیہ فضائل صحابہ و اہل بیت رحمہمہ پر وہ میرٹھ انڈیا میں لاہور سے علیہ مخطوطات پر ہمارا
 معنون رشادہ ولی اللہ کے حالات شاہ عبدالعزیز کی زبانی، ملاحظہ ہوا قبائل ریویو جنوری ۱۹۶۷ء کو چھپی۔
 علیہ مقالات طریقت صفحہ ۳۳

نے آپ کے دس قرآن کے کئی دوروں پر اپنے مصحف پر حواشی لکھ لئے تھے وہ ان کے فرزند مولوی محمد اسحق صاحب کے پاس موجود ہیں، دوسری روایت یہ ”حاجی محمد حسین صاحب سہارنپوری سلمہ نقلے مولوی نور اللہ صاحب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی ایک تفسیر فارسی تمام قرآن مجید کی اکبر آباد کے قاضی کے یہاں موجود ہے مگر وہ چھپی نہیں۔“

(۴)۔ حال ہی میں کتب خانہ رام پور سے موسیقی پر ایک مخطوطہ برآمد ہوا ہے، کتاب کا نام ہے ”سائیکیت شاستر“ مصنف میں ”شاہ عبدالعزیز دہلوی“ مخطوطہ کے کاتب اور واحد راوی ہیں، ایک ہندو فنی کندن لال اشکی اجناب عقد الدین خاں صاحب نے معارف اعظم گڑھ (جلد ۳ شمارہ ۹۶ ستمبر ۱۹۶۵ء) میں اس مخطوطہ کا تعارف کرایا ہے اور اس مخطوطہ کی نسبت شاہ محدث کی طرف تسلیم کرتی ہے۔ مگر ہماری عقیدت نے ابھی تک یہ انتساب گوارا نہیں کیا۔

شاہ عزیز کے دوسرے فرزند شاہ رفیع الدین نے اردو، فارسی اور عربی میں متعدد رسائل و کتب تالیف فرمائی، مگر ان میں سے متعدد ابھی تک مخطوط صورت میں برصغیر کے صرف دو ایک کتاب خانوں میں پائے جاتے ہیں کئی رسائل و کتب کا نام کے سوا کوئی نشان نہیں ملتا۔

تحریر کا نشانہ بھی شاہ صاحب کی تالیفات ہوئیں۔ شاہ صاحب کا اردو ترجمہ قرآن کئی بار شائع ہو چکا ہے، قرآن مجید کا کئی ترجمہ ہے مگر عبدالرحیم ضیا کا بیان ہے کہ:۔ ترجمہ قرآن تحت لفظی بعض کہتے ہیں کہ آپ نے شروع کیا تھا مگر تمام یاد دہنوں نے تمام کر کے آپ کے نام سے شہرہ پائی۔ (ملاحظہ مقالات طریقت مثلاً)

شاہ صاحب نے فارسی میں ایک رسالہ تنبیہ الغافلین کے نام سے لکھا تھا، یہ نو مسلم فتنی مینی نارائن جہاں لاہوری نے اس رسالے کا اردو ترجمہ کیا تھا۔ سید عبد اللہ بن بہادر علی صاحب مطبع احمدی ہوگی، کا بیان ہے کہ یہ ترجمہ بے محاورہ تھا اور زنیہ آیات کلام اللہ بھی غلط تھا، لیکن خود سید عبد اللہ نے جو ترجمہ ۱۸۳۰ء میں کیا تھا اس کے لئے خود ان کا بیان ہے کہ اس میں آیات و احادیث و قصص کا اضافہ کیا ہے، اس سے پہلے یہ کہ کسی صاحب نے اپنے نام سے شائع کر دیا تھا، لطف کی بات یہ ہے کہ تنبیہ الغافلین کے تالیف شاہ رفیع الدین ہونے کا علم ہی دنیا کو صرف جہاں کے حوالے سے ہے۔ علہ

شاہ ولی اللہ کے تیسرے فرزند شاہ عبدالقادر کے ایک اردو رسالے تقریر السلوۃ کا مولوی سید عبدالحی نے ذکر کیا ہے مگر اس رسالہ کا وجود تو دور کنہار کا نام بھی مولوی عبدالحی کے علاوہ کسی اور نے نہیں لیا۔

شاہ صاحب نے قرآن کریم کا جو اردو ترجمہ کیا تھا، اس کا سب سے پہلا ایڈیشن یہ عبد اللہ نے مطبع احمدی ہوگی سے ۱۸۳۸ء میں شائع کیا تھا مگر یہ ترجمہ موضح القرآن کے نام سے اور اضافات کے ساتھ ۱۸۳۰ء میں دہلی سے شائع کیا گیا، مشہور اہل حدیث عالم میاں ندیر حسین کے داماد سید شاہ جہاں نے اس پر تقریظ لکھی تھی اور اس کے ملنے کا تبہ بھی مدرسہ میاں ندیر حسین تھا، مولوی سید احمد ولی الہی نے انفس الفین کے صفحہ آخر پر جن جعلی کتابوں کی نشان دہی کی تھی، ان میں تحفۃ الموحدین، البالغ البین

سے تنبیہ الغافلین کے سلسلے میں تمام تفصیل مرثیہ علیہ السلام کے ایک متقدّم مقالہ سے ماخوذ ہے۔ نیات، ربی، رمضان ۱۲۸۳ھ مکہ المکرمۃ الاسلامیہ فی الہند مطبع بیروت ۱۱۱

وغیرہ کے ساتھ تفسیر موضح القرآن مطبوعہ خاتم الاسلام دہلی منسوب بر طرف مولانا شاہ عبدالقادر صاحب مرحوم بھی تھی۔

مجلہ نقوش لاہور دسمبر ۱۹۶۵ء میں ایک احمدی قلم کار شیخ اسماعیل پانی پتی نے موضح القرآن کا مقدمہ شائع کیا تھا۔ یہ مقدمہ عام متداول مقدمے سے سراسر مختلف ہے پانی پتی صاحب کا بیان ہے کہ یہ مقدمہ انھیں حکیم نور الدین بھیروی کے کتب خانے سے دستیاب ہوا ہے، یہ درکنے کہ آں جہانی حکیم پہلے اہل حدیث تھا پھر احمدی اور لطف علی مراد ہو گیا تھا، اللہ التدا

کس کس کی مہر ہے سر مغرنگی ہوئی!!

شاہ ولی اللہ کے ابنار ہی نہیں اسحاق بھی تحریف و ترمیم اور غلط انتساب پر فخر شاہ صاحب کے حنفی شہسیر، شاہ اسماعیل شہید کی طرف ایک کتاب تنویر العینین فی رفع الیدین منسوب ہے، مولوی کریم اللہ کا بیان ہے کہ ایک سالہ تنویر العینین بعض آدمیوں نے ان کی شہادت کے بعد ان کا کر کے منہور کیا۔ شاہ اسماعیل کی مشہور کتاب تقویت الایمان کے متعلق سید احمد شہید کے خلیفہ پور قاضی خاں رام پوری نے دافع الفساد و دافع العباد میں لکھا ہے کہ اس کی تحریف کی گئی ہے۔

شاہ صاحب رسالہ رد شرک کے متعلق محسن ترقی نے لکھا ہے کہ تحریف کی گئی

ہے۔

شاہ صاحب کا رسالہ متعصب امامت ناقص الآخر ہے یہی حال ایضاً الحق البصر

علیہ تنبیہ الضالین ص ۸۷ مطبوعہ مطبع محمدی ٹورنگ ص ۹۷ و ص ۱۱۱

مجلہ ایانہ ایچی ص ۱۷

حکام المیت والفریح کا ہے وہ بھی ناتمام ہے۔

شاہ عبدالعزیز کے نو اسے اور جانشین شاہ محمد اسحاق محدث، دھلوی کی طرف نہیں منسوب ہیں، مسائل الربیعین اور آقا مسائل، ہم نے اپنی کتاب حیات شاہ زحقی میں بدلائل ثابت کیا ہے کہ ان دونوں کتابوں کی نسبت شاہ صاحب کی صحیح نہیں ہے، شاہ صاحب کے ترجمہ مشکوٰۃ دفاہر حق کے متعلق نواب سب الارین خاں دھلوی نے لکھا ہے کہ "..... کاتبوں سے اس کی صحت ترقی آنے لگا تھا۔"

شاه ولی اللہ کے فارسی اشعار

فرغت یافتم از حج و عمرہ
چو دیدم روء زیبائے توجانان
بیاساقی بدہ جام شرابے
چو احرام سر کوئے تو بستم
ز تشویش وجود خوش رستم
کہ مخمور صبو حتی استم

مکتوبات معذرت ۱۳۱

مجت نام جو شطح و میل نفس گز باشد
ز نازک طبع غیر از خود پستی با نئی آید
بوسعت مشربان رنگ تعلق درمی گیرد
صفائے طبع می خوابی: صحبت امن اندر نش
سراپا محبت در دو عالم گداز باشد
درخت بیدار ویدم کہ دائم بے ثمر باشد
اگر نقش زنی بر دے ویرا بے اثر باشد
کہ آب دور از مردم ہمیشہ بے کد باشد

مکتوبات ۱۳۲

مزاج صاف طبعان را بغیرت و نسیان
مگر رگ و آب صاف چون یکا وطن گیر
صفا با غیث باطن نیز گاہے جمع می گردد
بر دایرہ لا چون درویشیند تماشا کن

۱۳۳

بزرگ روی ان نور دل است لے ہوشمند
سیل تانفت یک جا باطنش صافی نشد
عقل بیشتر جماعت میں بھی ہے، ترجمہ اردو مع لاہور ۱۳۸

سے دردمن! بر جمع اھدا و توی نام
نہن و حال ندلے وضع شوخ شیر آشوب
زنی اول توی آخر توی ظاہر توی باطن
یک مبع دریں جا مختلف فواری چو شد
باز سے از زمین خیزد ببا وجود را میزد
نہی طرفہ نیرنگی، دریں کاشانہ مژدای
نکب ریز دل مجرد من سہی و مریم ہم
قیامت می نمائی و دم عیسی و مریم ہم
توی مقصود اہل دل توی مشتاق ہدم ہم
مزاج حرص قادرین زہد اہل ایم اود ہم
گہے باران ریزاں ست و گہے برف نیم ہم
کہ عالم پاکوب از دست غنقت گشت ادم ہم

مکتوبات ۱۳۴

سرباعی

من نمکی مدرک خواہندہ دل ست
نیم بتور مزے گر بغض می آں را
تا تو سن تازندہ و ہازندہ دل ست
ایں گوہر تاجندہ بخود زندہ دل ست

مکتوبات ۱۳۵

ناگزیر تو نم اے دل پذیرا
من ترا مشفق ترم از صد پدر
روگرداں بعد ازین از ناگزیر
درین آویزد مرا محکم بگیر
غیسور من گرا تو باستہ بود
جان من در بحر یار خود بسوخت
بے قرارم روز و شب بے دیار
اندرونم بے جالش تار شد
اے برادر بعد ازین بشیار باش
فرق می کن در میان شیر و شیر
کے شود یارب بوملش مستیر

مکتوبات ۱۳۶

غزل

نخستین بادہ کا ندر جام کردند
مزاجش عکس آن گلہام کردند
ز دریائے قدم موج برآمد
مراد بحر امکان نام کردند
ہوید اشد امکان صورت حق
بآں صورت جہاں را رام کردند
ہمیں باست تفصیل از اں رو
مکارم را بجا اتمام کردند
شراب وحدت از خم خانہ غیب
مرا صبح ازل در کام کردند
چو غلطیدم ز مستیبا بہر سو
حریفان مستی از من دام کردند
حقیقت را کہ مسدود از نظر بود
بما شہ ہون خاص و عام کردند
پس آن کہ موج دریا باز گردید
بامت فدا اکرام کردند
ایں ارمزے دقیقہ بالو گویم
بخود آغاز و نیز انجام کردند

مکتوبات ۱۷۱

وے دارم ز رخ و خالی جہاںش می توان گفتن
در کیفیت جوش شربش می توان گفتن
وجود بے نمود محسوس ما دیدنی دارد
دریں نیز گجا بولے گلایش می توان گفتن
سویاء دل مایاں اندر پیرچ قباباد
لغوش عالم ام بکتایش می توان گفتن
فروپاشید از ہم کثرت مہرہم چون شبنم
ز فیض معنی ما افتابش می توان گفتن

مکتوبات ۱۷۲

بزلت پیرچ در پیرچ کسے گم کردہ ام خود را
خروشے در دل شبہا نمی کردم چہ می کردم
دل پر درد و جہاں افکار دیار تنہ خود را
جہاں را چہ زیار یہاں می کردم چہ می کردم
غم تحصیل و بار شغل و درد و غزل می نیم
جنوں ترک منصبہا می کردم چہ می کردم

کسے با گل ہی ساز و کسے باں ہی باند
اگر من یاد آں لہبا نمی کردم چہ می کردم
کسے بختیق را از خشم مشرب بہا بردا دیم
خروج از قید ریشہ رہا نمی کردم چہ می کردم
باب وصل مطلوب ست دل بہن بطلبہا
این اگر ترک مطلبہا نمی کردم چہ می کردم

مکتوبات ۱۷۳

باقی اگر مے کن کنز ہوش خودافتم
من بار خودم از دوش خودافتم
رہن بنام خود را اسے مستہا باں
مفتون شدہ بر خود ہوش خودافتم
ش مے ہوشاں کن حشم بدرافند
جوشے زدہ بر خود از ہوش خودافتم
بہرین موبہوش شد مستی دیگر
از فرط تامل از اغوش خودافتم
زیستہ زبانی آزرده دلم من
خوش آن کہ زبلنے خاموش خودافتم
لای غزل از مزاحفات بحر سبط است مستغفلن فعلن چہاں بار و آں در

مکتوبات ۱۷۴

فازن کم یافتہ "منہ قدس سرہ
نازنین و طمہ سوع وطن باز روم
بے محنت و رنجوری و دوری کشم
صدر ہزم چہم سوع چہم باز روم
جے باخس و نا شا کا باور صحبت من
گوجہرے از عذمت سوع عاز باز روم
جے ہمدی سنگ شود شیوہ من
آہوے از منت سوع ختن باز روم
جے بستہ ز غیر تعلق باشم
شاہ ملک میم سوع بین باز روم
جاں می رسد از بادین و درد و پنا

مکتوبات ۱۷۵

ن زلغما بادہ ام یا بادہ را پیانہ ام
عاشقی شوریدہ ام با عشق باہانہ ام
سہرے حیرت جان گوشت یا جان جان
اصطلاح شوق لہبا رست مہر یا دانہ ام

میل ہر غم پر دوسو مقصد اصلیش
شوق موسیٰ در غم پر آرد و زار طور را
با جمال ذاتش حسن و گم در کارش
غافل از خود ماند از صورت چو پرند آئینہ
اسے امین ابستیم نام تجر و بہمت است

موقوفات شاہ عبدالعزیز علیہ

در صحبت اہل دل رسیدیم بے
از چشم آب زندگانی ترسے
بوس درویش کنایہ نہا کہے نیلے
وز آتش وادی مقدس قہے
دو تشریف بردن والد ماجد و بگفتن صاحب زادہ ^{موقوفات شاہ} شیخ احمد بنوری ذرا را فی شانہ
شخصیہ مجرورہ گیرئی ما عاجزاں فتاد
گفتیم کہ حرف راست بگویم ز ما رنج
تو آدمی بنودی دیا آدمی شدیم
فیقر و بعض اوقات دہشتیہ کہ گفتہ بود آرا
ما تائیر سے دیدہ بودہ است ربائی
اسے دوست اتوی دیدہ و نیائی من
ہم قوت سخوائی و دانائی من
عشق توئی و ہم دل غم دیدہ من
ہم در دل غم دیدہ و شکیبائی من
نفسا: الیہ جل جلالہ

سلہ و سلہ یہ دونوں شعر موقوفات میں نہیں حیات دل سے لکھے گئے ہیں۔

تحریک ولی الہی

کیا وہ کامیاب رہی؟

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مقام و مرتبت کی عظمت و جلالت میں کلام و گفتگو کی گنجائش نہیں ہے۔
لیکن اگر علو مقام قبول عام کو مستلزم نہیں ہے تو اس مسئلے میں اختلاف آراء کی گنجائش ضرور ہے کہ

”شاہ صاحب کی تحریک کامیاب بھی رہی یا نہیں؟“

اس موضوع پر ہمارا حاصل فکر و مطالعہ استفادہ پیش خدمت ہے۔ ماضی میں افکار و نظریات کی تردید و اشاعت کے اولین ذرائع بالعموم دو ہوتے تھے۔

اخلاف و پلانڈہ

تصانیف و تالیفات

مطلب یہ ہے کہ عہد ماضی میں کسی مفکر کے نظام فکر کی اشاعت اور تردید

کی صورت یہ ہوتی تھی کہ وہ اپنی زندگی میں اپنی تحریروں میں اپنے انداز فکر اور طرز تحقیق کا ابلاغ کرتا اور اپنے نتائج تحقیق پیش کر کے بساط حیات پسند دیتا تھا۔ اس کے بعد اس کی تربیت کردہ جماعت اختلاف و تلامذہ آتی تھی، یہ لوگ اسی کے انداز فکر پر سوچتے، اسی کی زبان میں بات کرتے اور اسی کی تحقیقات کو اپنی تحریروں میں نشر کرتے تھے، اس کے اجمال میں تفصیل کا رنگ بھرتے، اس کے بدیع و لاف کو قوی کرتے، اس کے دعادی میں امثلہ و نظائر کی کمی ہوتی تو اسے دود کرتے، اس کی کسی عبارت میں غلط ہوتا تو اسے چر کرتے، اس کے غیر مرتب کو مرتب کرتے اور اس طرح بالآخر ایک فرد ایک ادارہ، ایک شخص ایک جماعت اور ایک آواز ایک تحریک بن جاتی تھی۔

اور پھر اس تحریک کی کامیابی و ناکامی کے امکانات پیدا ہوتے تھے۔

اختلاف و تلامذہ

شاہ صاحب کے براہ راست اختلاف و تلامذہ کی حالت یہ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی شاہ صاحب کا پورا پورا ہم نوا اور ہم زبان نہیں ہے، شاہ عبدالعزیز نہ کلامی خلافت میں ان کے ہم نوا ہیں نہ فقہی خلافت میں، ان کے تحفہ اثنا عشریہ کا رنگ از انہ انخفا اور قریۃ العینین سے مختلف ہے، شاہ ولی اللہ سیدنا علی کے انعقاد خلافت سے قائل نہیں ہیں، شاہ عبدالعزیز اس کے قائل ہیں۔

شاہ ولی اللہ انصاف کے اصول فقر کو صحیح نہیں سمجھتے، شاہ عبدالعزیز نے اس کی

علیہ شاہ سماعیل نے بھی تنبیہ کی، امت میں انعقاد خلافت سیدنا علی کو محکوم قرار دینا ہے۔

پرزور و مدلل تصویب و تائید کی ہے، شاہ صاحب کے چھوٹے بھائی اور شاہ شاہ بن اللہ شاہ صاحب کے برعکس "حق حقیف" تھے، انھوں نے فقر حقیقی کی تائید بلیہ و خلاص کیا، دوسری کتاب کنز الدقائق کا فارسی ترجمہ کر کے اسے راج کرنا چاہا، شیخ متولی پر تشیع کا غلبہ تھا، قمر الدین منہ، جو شاہ گرد بھی تھے اور عزیز بھی شیخی پر مائل تھے۔ تاسی شاہ اللہ پانی پتی نے ہر ملا شاہ صاحب سے اظہار اختلاف اور تسلط کی ہے۔ شاہ محمد عاشق کی تمام تصانیف نامہ الوجود ہیں۔ اہل فن حدیث پر شاہ محمد عاشق کی کوئی کتاب ہے نہ شاہ عبدالعزیز کی، حال آئی کہ حدیث شاہ صاحب کا خاص فن تھا، شاہ صاحب موطا کو راج کرنا پسندتے تھے مگر ولی اللہی مدارس ہی میں راج نہ ہو سکی۔ شاہ صاحب کا ایک خاص انداز فکر اور مخصوص طرز بیان تھا، انھوں نے چند ہی اصطلاحات وضع کر کے اپنی تصانیف میں استعمال کی تھیں، چند نئے نظریات پیش کئے تھے مگر شاہ صاحب کے اختلاف اور تلامذہ ان کے انداز پر سوچتے ہیں نہ ان کی زبان میں بات کرتے ہیں نہ ان کی اصطلاحات استعمال کرتے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ ولی اللہی مکتب فکر سے اپنی وابستگی، دل چسپی اتحاد و اتفاق کا کوئی نمونہ پیش نہیں کرتے۔

ہم نے اب تک گفتگو درمہ رجسٹریک محمد و دیگر کسی ہے کیونکہ شاہ صاحب نے ذکا و نظریات کی ترویج و اشاعت کی اولین ذمہ داری اسی حلقہ پر عائد ہوتی ہے۔ مگر بسبب یہی حلقہ خاموش اور کٹا کٹا سا نظر آئے تو یہ دونوں حلقہ ان کی ترویج و

۱۔ رسالہ اصول فقہ حقیقی و رسالہ ماخذہ مدارجہ، ۲۔ مشمولہ فتاویٰ عزیزی جلد اول،

۳۔ مقدمہ الامارات، ۴۔ المصیبات، ۵۔ مولانا محمد عبدالرشید نعمانی کراچی۔

۶۔ دہلیاء اربعہ مرتبہ پرہیز محمد یوسف قادری، ۷۔ مشتم

واشاعت کی توقع ہے جاہی ٹھہرے گی مگر پھر بھی ہم اس حلقے سے باہر —
معاصرین و متاخرین کے حلقوں کا جائزہ لیتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ ان حلقوں
نے شاہ صاحب سے خصوصی اعتنا کا معاملہ نہیں کیا۔

غلام علی آزاد بلگرامی دف ۸۶، ۱۶۱ نے معاصر ہونے کے باوجود شاہ صاحب
کا تذکرہ متاخر الکرام میں نہیں کیا، کئی قریب العہد تذکرہ نگاروں نے شاہ صاحب کا
تعارف شاہ عبدالعزیز کے واسطے سے کر لیا ہے، سعادت یار خاں رنگین۔ علیہ
”شاہ عبدالعزیز کے والد“

مرزا علی لطف علیہ

والد ماجد ہیں یہ اس رونق بخش کشور قناعت کے

جس کا نام نامی مولوی عبدالعزیز ہے۔“

”تذکرہ نگاروں کو چھوڑ کر علماء کی محفل میں چلیے علماء جب کسی شخصیت سے
متاثر ہوتے ہیں تو اس کی کتابوں کی شہ میں تھکتے ہیں اس پر حواشی تحریر کرتے ہیں۔
اس کی کتابوں کی احادیث و روایات کی تخریج کرتے ہیں یا اپنی کتابوں میں اس عالم
کے نظریات سے کوئی معاملہ الباطل یا اثبات کا کرتے ہیں۔ اختلاف کی لے بڑھ
جاتے تو بات تکفیر و تفسیق و تضلیل تک جا پہنچتی ہے قبول و اتفاق کی صورت میں
اس کے اقوال سے استناد و استدلال کرتے ہیں، اس کی کتابوں کو داخل نصاب درس
کرتے ہیں۔

شاہ صاحب کے ساتھ اعتنا کی ان اشکال میں سے کوئی بھی شکل اختیار نہیں

علیہ و مایاتہ اربعہ ۱۳۵۰ مکتب گلشن ہند، انجمن ترقی اردو ہند حیدرآباد دکن ۱۹۰۱ء

کی گئی، شاہ صاحب کی تالیفات کی طرف جب ان کے حلقے کے علمائے توجہ
نہیں کی تو بدلیگراں چہرہ رسند دیوبند جیسے ولی الہی مدرسے میں شاہ کی کوئی کتاب
رغل نہیں کی گئی تو دوسرے مدارس کا کیا تذکرہ؟ دیوبند میں شاہ صاحب کے
متعلق کیا رائے تھی اس کا اندازہ مولانا سندھی کے اس قول سے کیجئے کہ ان کے
دور تعلیم میں یہ حالت تھی کہ مولانا محمود الحسن کو جب شاہ ولی اللہ شاہ عبدالعزیز
نہ رائے کسی مسئلے میں بیان کرنی ہوتی تو وہ ان حضرات کا نام لینے کے بجائے فرماتے
”محققین کی اس مسئلے میں یہ رائے ہے کیوں کہ“

”حضرت جانتے تھے... کہ شاہ ولی اللہ اور شاہ
عبدالعزیز کی بات سننے کے لئے طلبہ تیار نہیں ہونگے“

تصانیف و تالیفات

شاہ صاحب کی تالیفات کے سلسلے میں پہلی بات تو یہ ذہن میں رکھنے
کی ہے کہ ان میں سے ۱۱ ایک تعداد طبع ہو چکی ہے (۲) ایک تعداد غیر مطبوعہ
کتابوں کی ہے جو مخطوطات کی شکل میں کہیں کہیں پائی جاتی ہیں (۳) ایک اور تعداد
ن کتابوں کی ہے جس کے صرف ناموں سے دنیا آشنا ہے، ان کے مخطوطات
کوئی سراغ — کم سے کم راقم الحروف کو نہ مل سکا۔

دوسری خاص بات یہ ہے کہ شاہ صاحب کی تالیفات ابتدا ہی سے کم یا ب

علیہ اب چند سال سے الغورذ المکیہ و حجتہ اللہ باللہ شامل نصاب کی گئی ہیں۔

علیہ شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ ۱۳۵۰

ہیں، فتح الخیر، حجت اللہ البالغہ، البدور البازغہ، ازالۃ الخفا ودرقۃ العینین جب
 پہلے شائع ہوئیں تو ان کے ناشرین کو ان کے عملی الترتیب ایک، چارہین تین
 اور ایک مخطوطے دست یاب ہوئے تھے، کم یا بی کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے
 جب یہ دیکھتے ہیں کہ یہ کم یا بی سن ستاون کے ہنگامے سے قبل ہی شروع ہو گئی تھی،
 مذکورہ بالا کتابوں میں سے پہلی کتاب ۱۸۳۲ء میں ہو گئی سے شائع ہوئی تھی اور ناشر
 کو صرف ایک نسخہ ملا تھا جب کہ ناشر اسی حلقے سے وابستہ تھا۔ گویا سن ستاون کے
 ہنگامہ رشتہ خیز سے ۲۳ سال قبل اور شاہ صاحب کی وفات کے ستر سال کے اندر
 اندر ان کی کتابوں کا قحط شروع ہو گیا تھا، زیادہ حیرت اس پر ہے کہ یہ قحط شاہ
 صاحب کے خاندان اور اصحاب سلسلہ ہی میں تھا۔ مولوی سعید احمد ولی الہی
 جو شاہ رفیع الدین کے نواسے کے پوتے تھے انھوں نے مولوی سید عبدالحی
 صاحب نرہتمہ الخواطر سے مہجرات بھیجی کی فرمائش کی تھی۔ مولوی سید احمد کے
 خواہر زادے مولوی سید عبدالغنی نے جو خود کو نواسہ و جانشین حضرت شاہ صاحبؒ
 کہتے تھے جب تنہیات الہیہ شائع کی تو اس کے آخر میں یہ اپیل بھی شائع کی تھی
 کہ جن حضرات کے پاس اس خاندان کے اکابر کے رسائل ہوں وہ ہمیں عاریتاً فرام
 کریں کہ ہم انھیں طبع کر سکیں۔
 اب شاہ صاحب کے رسائل و کتب کی طباعت و اشاعت کا جائزہ لیجئے۔
 ازالۃ الخفا پہلی بار ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۰ء میں بریلی سے شائع ہوئی تھی ازالۃ الخفا کی وہ

عہ دہلی اماس کے اطراف ۷۵

اشاعت پہلی بھی اور آخری بھی، اصل فارسی متن آج تک صرف ایک بار شائع ہوا ہے۔
 اس واحد اشاعت کی تعداد بھی صرف دو سو تھی۔

البدور البازغہ صرف ایک بار، تنہیات الہیہ کامل صرف ایک بار، مصفیٰ
 صرف دو بار، مسویٰ صرف تین بار، یہ صرف طباعت کا ذکر تھا، اشاعت و فروخت
 کا حال یہ ہے کہ مسویٰ (طبع ۱۹۳۳ء) کا اشتہار آج تک "الولی" حیدر آباد مدھ
 میں شائع ہو رہا ہے۔ مطلب یہ کہ ۳۵/۴۰ سال گزرنے کے باوجود ان کتابوں کے
 نسخے ابھی تک ختم نہیں ہوئے۔

مختصر یہ کہ شاہ صاحب کے رسائل و کتب میں سے کچھ تو بالکل ناپید و نایاب
 ہیں، کچھ کے مخطوطات کہیں کہیں سننے میں آتے ہیں باقی جو طبع ہوئے ان کی اشاعت
 عام نہیں ہو سکی۔

ماہل یہ کہ شاہ صاحب کے مخصوص اندکار نظریات کی تردید و اشاعت نہ ان
 کے اخلاف و تلامذہ کے ذریعہ ہو سکی نہ ان کی کتابوں کے ذریعہ۔

یہاں، بطور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟ اور شاہ صاحب قبول
 عام خواص کیوں ماہل نہ کر سکے؟ ہماری ناقص رائے میں ان کے مسلک اور
 مشن کے عدم قبول و رواج و نفوذ کے اسباب تین قسم کے ہیں، وہ اسباب

* جن کا تعلق بخت و اتفاق سے ہے

* جن کا تعلق شاہ صاحب سے ہے

عہ ازالۃ الخفا کے اردو ترجموں کی داستان یہ ہے کہ مکمل اردو ترجمہ پہلی بار کراچی ۱۹۷۱ء میں شائع ہوا
 پھر کراچی سے دوبارہ یہ ترجمہ ۱۹۷۱ء میں چھپا، ناکمل ترجمہ ایک لکھنؤ سے دوسرا لاہور سے
 (۱۹۷۶ء) تیسرا دہلی سے شائع ہوا۔

* جن کا تعلق ہم سے ہے

آئیے، بترتیب ان اسباب کا جائزہ لیں۔

شاہ صاحب کے پانچ صاحب زادے تھے، ان میں سے سب سے بڑے شاہ محمد تھے، شاہ محمد اگرچہ فاضل تھے اور بقول صاحب نزہۃ الخواطر محدث تھے مگر ان کی علمی سرگرمیوں اور افادہ تدریس کا کوئی سراغ نہیں ملتا، پھر ان پر جذب غالب تھا، اس لئے وہ خارج از بحث ہیں، باقی چار صاحب زادوں میں سے سب سے بڑے شاہ عبدالعزیز تھے، جن کی عمر شاہ صاحب کی وفات کے وقت صرف ۱۴ سال تھی اور اگرچہ انھوں نے شاہ صاحب سے بھی تحصیل علوم کی تھی مگر تکمیل و فراغ کی منزل والد کی وفات کے بعد شاہ محمد عاشق، شیخ نور اللہ اور خاجہ محمد امین کی رہنمائی میں طے کی تھی، پھر اگرچہ وہ ذکاوت و فطانت کی دافر مقدار سے بہرہ ور تھے مگر بہر حال عمر کی اس منزل پر نہیں پہنچے تھے جہاں باپ اپنے بیٹے کو اپنے اسرار و علوم منتقل کرتا ہے اور اپنے نظریات کو اس کے قلب میں راسخ اور دماغ میں متحکم کرتا ہے، عمر کی ناچنگی کے علاوہ طالب علمی کا عہد بھی ان کاموں کے لئے ناموزوں اور ناسازگار ہوتا ہے، فراغ کے بعد جب طالب علم کو قطع کی ہوئی منزلوں کی طرف پلٹ کر دیکھنے کا موقع ملتا ہے اور محال کئے ہوئے ذخیرے کے جائزے کی مہلت ملتی ہے اور تدریس یا تالیف کی ضرورتوں کے پیش نظر معلومات کی ترتیب، مختلفات میں تطبیق، اپنے مسلک،

عہ یہی یاد رکھیے کہ شاہ ولی اللہ وفات سے پہلے امراض و عوارض میں مبتلا اور پھلت میں مقیم رہے اور قبل وفات، پھلت سے دھلی لاتے گئے تھے۔

کی تعیین اور غیر نصابی کتب کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے تو درحقیقت وہ منزل آتی ہے جسے قدیم درس گاہی زبان میں ”حقیقی طلب علم“ کی منزل کہا جاتا تھا۔ مختصر یہ کہ شاہ عبدالعزیز کو نو عمری والد کی مسلسل بیماری، طلب علم میں مصروفیت کی بنا پر اپنے والد کے مزاج سے تعارض اور ان کے منفردانہ افکار کے جذب و ضم کا موقع نہیں ملا تھا۔ دوسرے تین بھائیوں کا تو ذکر ہی کیا، کہ وہ علی الترتیب ۱۲ - ۸ اور ۴ برس کے تھے حال یہ کہ شاہ صاحب کو اس کا موقع نہیں ملا کہ وہ اپنے صاحب زادوں کو اپنے انداز فکر کی تربیت دے سکتے۔

اب تلامذہ کو لیجئے، اولاً تو شاہ صاحب کے تلامذہ کی تعداد پہلے ہی بہت مختصر ہے اور اس کمی کی وجہ شاہ عبدالعزیز کے بیان کے مطابق یہ تھی کہ شاہ صاحب نے صرف جوانی میں تدریس کی طرف توجہ کی تھی اور اس کے بعد جب اپنے شاگردوں کی ایک ایسی جماعت تیار کر لی جو مختلف فنون کے ماہر تھے تو دررسمان کے سپرد کر کے خود فکر و تحقیق اور تصنیف و تالیف کے لئے وقف ہو کر رہ گئے تھے، اسی بیان سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ یہ محدود تعداد ان سے اس عہد میں مستفید ہوئی تھی جب ان کے افکار میں مجتہدانہ رنگ، انقلابیت، انفرادیت اور پختگی نہیں آئی تھی، گویا یہ تلامذہ میاں ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم کے تلامذہ تھے جو اپنے نذر کے ایک ممتاز محنت کش، ذہین و مستعد عالم تھے، مفکراً سلام، مجتہداً اوسوی، مصفی، حجتہ اور اناالہ کے مصنف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے تلامذہ نہیں تھے۔

ثانیاً جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں چند تلامذہ شاہ صاحب کے مسلک سے منحرف تھے شاہ اہل اللہ "حنفی ضعیف" تھے، مخدوم معین تتوی تشیع کی طرف میلان رکھتے تھے قمر الدین منت نے مسلک تشیع اختیار کر ہی لیا تھا۔

ثالثاً شاہ صاحب کی وفات کے صرف دس سال کے بعد حلقہ ولی اللہی کو ایک ایسا حادثہ پیش آیا جس نے حلقہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا، ہوا یہ کہ ایک ہی سال ۱۱۸۰ھ میں حلقہ کے ایک دو نہیں پانچ ارکان و اساطین "جامعات" رحلت کر گئے۔

(۱) شاہ اہل اللہ، برادر خورد اور شاگرد۔

(۲) شیخ نور اللہ بھلیتی، رفیق درس، ماموں اور خسر۔

(۳) شام محمد عاشق، رفیق درس، شاگرد، دوست میرے بھائی، نسبت بھائی اور خلیفہ۔

(۵) حاجی محمد سعید بریلوی، شاگرد۔

یہ تھے وہ حالات جن کا تعلق بخت و اقبال سے تھا اور جن کی بنا پر مسلک شاہی کے متبعین و مؤیدین کا دائرہ وسیع نہ ہو سکا۔

فکر ولی اللہی کے عدم قبول کا وہ سبب بھی یہ تھا کہ شاہ صاحب سے ہے۔ اور اسی سبب کا تعلق ہم — مخاطبین و قارئین سے بھی ہے۔ شاہ صاحب دراصل غیر معمولی انسان تھے، دل کے لحاظ سے بھی اور دماغ کے لحاظ سے بھی۔

ان کا تفکر حقیقت پسندانہ اور باطل و دیانت دارانہ تھا وہ کسی بھی مسئلے پر خواہ

کا تعلق فقہ سے ہو یا عقائد و کلام سے تفسیر سے ہو یا تصوف سے، پہلے سے کوئی رائے قائم کر کے غور نہیں کیا کرتے تھے، پھر ان کے نتائج فکر جو کچھ ہوتے تھے ان کو جو کچھ اندر نظر طاس و سپر و قلم کر دیا کرتے تھے۔

ان کا انداز فکر غیر جانب دارانہ اور غیر فرقہ دارانہ تھا۔ وہ خانہ دانی طور پر فقہ، دین اور تصوف کے مکاتب فکر میں سے ایک مکتب فکر سے وابستہ تھے، لیکن فکر و تحقیق کے معاملے میں وہ ہر مسئلے اور ہر حربے اپنے مکتب فکر کی ہم نوائی اور تائید و انتصار کے پابند نہ رہتے تھے۔

ان کا انداز فکر غیر متعصبانہ اور مجتہدانہ بھی تھا۔ وہ صرف نقل و اقوال اور جمع و ترتیب متفکرات قابل نہیں تھے وہ اپنے دماغ کو بھی زحمت فکری دیتے رہنے کے عادی تھے۔ تاریخ اسلام کے عمیق مطالعے، عالم اسلام کے عہد حال پر وسعت نظر اسباب امت مسلمہ کے مفصل جائزے، کثرت مطالعہ، وسعت نگاہ، صوفیانہ اور درویشانہ مزاج کی وجہ سے وہ خلافات میں رفع نزاع اور دفع تعارض کے لئے کوشاں رہتے، اسباب اختلاف و سرائے کا ذکر وجوہ اشتراک معلوم کرنے کی فکر میں رہتے تھے نسبت و توافق ان کا محبوب مشغلہ تھا، ارباب تسنن اور اصحاب تشیع کے اختلافات یا تفرقات پر بھی یہ تفرقات یا تفرقات باہم مناقض نقطہ نظر تھے۔ وہ جہاں تک امکان میں تھی یہ کیفیت کی کوشش کرتے تھے اور اختلافین کو راہ اعتدال دکھاتے تھے۔

ادھر تو شاہ صاحب اور ان کے تلامذہ کی یہ شان اور ادا دھر ہمارے حال کا ہم عہد کی تمام خصوصیات سے بہرہ ور ہم نے دین و سیاست، ہوا علم و ادب زندگی کے ہر شعبے میں شطرنج کے سے کچھ خانے بنائے ہیں جو خطوط سے محدود ہیں۔ آپ ہر شخص پر

ہمارے زعم میں واجب ہے کہ وہ فقہی کلامی تہارنجی، ادبی، سیاسی مکتب میں سے کسی ایک مکتب سے کھینچ کر لے یا کھینچا اختلاف اور فرض ہے کہ وہ ان خالوں میں سے کسی ایک خال کے وسط میں خطوط و حدود سے دامن بچا کر کھڑا ہو۔ اب اگر کوئی غریب اپنے داغ سے سوچنے کا خوگر ہے۔ مسائل میں اس کی اپنی بھی بات ہوتی ہے اور وہ تحقیق کے بغیر کوئی قول تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا اور کسی ایک ہی گروہ سے عمومی اور دوائی مانگا کر واجب اور فرض نہیں سمجھتا اور وہ ان خالوں کی محض فانی حدود کا شدت سے پابند نہیں ہے اور کسی مسئلے میں خط کے اس پار والوں سے بھی متفق ہو سکتا ہے تو وہ ان دونوں خالوں والوں کی نظر میں اجنبی ٹھہرتا ہے۔ اور مشکوک قرار پاتا ہے کہ ہر مسئلے میں جماعت سے متفق کیوں نہیں ہے؟ حلقے کا صد فی صد وفاداری کیوں نہیں ہے؟ دوسری جماعت اور حلقے کا شرمش کیوں نہیں سمجھتا؟ اغیار کی آراء کے ساتھ ان کی نیات کو عمل کلام کیوں نہیں سمجھتا؟ افکار کے ساتھ ساتھ کردار پر بھی نکتہ چینی اس کے نزدیک ناروا کیوں ہے؟ جزئیات میں اختلاف کو اہمیت کیوں نہیں دیتا؟ وجوہ اشتراک کی تلاش میں کیوں سرگرداں رہتا ہے؟

آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ شاہ صاحب جیسا اقدار پسند تطبیق کو شش اور خود فکر عالم ہم جیسے غار نشینوں اور انتہا پسندوں میں کس طرح قبول حاصل کر سکتا تھا اور اس کی تحریک ہمارے معاشرے میں کس طرح رسوخ و رواج پاسکتی تھی؟

اہل سنت ان سے ناخوش ہیں کہ وہ امامین کی بے محابا کھینچ نہیں کرتے تھے اور تفسیر

علیہ شاہ عبدالعزیز نے بیان فرمایا ہے کہ ایک شخص نے شاہ صاحب سے شیعوں کے کفر، ایمان کے متعلق دریافت کی شاہ صاحب نے اس کے حسب فشا شیعوں کو کانپنے کے سبب اس مسئلے میں فتوا کا اختلاف بیان کرنا شروع کیا تو اس نے غصہ کیا کہ یہ کہتا ہوا اٹھ کر چلا گیا کہ مجھے تو یہ خود نہیں معلوم ہوتا ہے؟ موقوفات عربیہ ۱۳۳۵ھ طبع میرٹھ ۱۳۳۱ھ

شیخین کے بجائے تفصیل علی علی الشیخین کی طرف میلان بتلاتے تھے مگر امامین نے ان سے طرز معاملہ کیا، سودا نے ان کا قصیدہ تجویز لکھا، صاحب گلشن ہند نے ان پر ابطال شہادۃ حسین کی ہمت تراشی۔

شاہ صاحب نے وحدت وجود و وحدت شہود میں تطبیق فرمائی تو وجودی خوش ہوئے نہ شہودی، مرزا مظہر جان جاناں نے خود بھی ناپسندیدگی ظاہر فرمائی اور کلمۃ الحق بھی لکھوایا۔

فقہی مسائل میں اعتدال و توسط اختیار کرنے کے جرم میں اخافت نے ان سے برأت کی ضرورت محسوس کی، مگر اہل حدیث نے ان کے افکار میں خامی محسوس کر کے خود رسائل تصنیف کئے اور ان کے نام سے متسوب کر دیئے اپنی باتیں ان کی زبان سے کہلوائیں اور اخافت سے ان کو مزید بدظن اور دُور تر کر دیا۔

ہماری نظر سے نہیں گزرا، اس کو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس مدرسے کو یہ نام اس کے ختم ہونے کے بعد دیا گیا ہے۔

بہر حال اس مدرسے کے بانی شاہ عبدالرحیم تھے، مدرسہ کے آغاز کے صحیح عہد کا تعین مشکل ہے، اندازہ ہے کہ ۱۱ویں ہجری / سترھویں عیسوی کے ربع آخر میں انھوں نے یہ مدرسہ قائم کیا ہوگا، میں سمجھتا ہوں کہ شاہ عبدالرحیم کی حیات میں مدرسہ نام صرف ان کی درسگاہ کا ہوگا، ہم شاہ عبدالرحیم کے علاوہ اس دور کے کسی متعلم سے لاعلم ہیں، اس دور کے طلبہ کی تعداد زیادہ نہیں ہے، اس دور کے سب سے نمایاں طالب علم کو شاہ ولی اللہ ہی ہیں، دوسرا نام شیخ بدر الحق شعلی کہتے ہیں کہ ان کی وفات کے بعد ۱۱۲۲ھ شاہ ولی اللہ ہی نے مدرسہ کی تاسیس کی۔

مولوی رحیم بخش لکھتے ہیں عہد

”مدرسہ شاہ عبدالرحیم، شاہ عبدالرحیم نے اپنے مکان ہندیوں میں عہد

عالم گیر میں قائم کیا تھا“

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں :-

”شیخ عبدالرحیم، صاحب نے پرانی دھلی میں اس مقام پر ایک مدرسہ

قائم کیا جو اب ہندیوں کے نام سے مشہور ہے، اور اس کا نام مدرسہ رحیمیہ لکھا۔“

مدرسہ کا اصل اور روشن دور، شاہ ولی اللہ کا دور ہے، شاہ صاحب نے اپنے والد ماجد کی حیات ہی میں تدریس کا آغاز کر دیا تھا، والد کی وفات کے بعد زیادہ احساس ذمہ داری

ملک تعلیمات الہیہ جلد اول ۲۳۵ - ملک حیات ملی طبع اول ۲۶۱ - ملک ایضاً ۲۲۹

عہد بہت سے لوگ کوئی دھندلا سہیل نہ ہونے کی بنا پر تہہ کوڑوں میں نہیں آ سکتے، مدرسہ کی کمی جاننے لکھتے طلبہ کے نام ایسے ہی ضبط ہونے سے رہ گئے۔ مثلاً خورشید شاہ ولی اللہ نے لکھا ہے کہ انھوں نے بنوری جہازہ بعض اصحاب پر بھی تھی، الجبر ۱۱۹

بہ زیادہ انہماک کے ساتھ تدریس میں مشغول ہو گئے، فرماتے ہیں :-

بعد از وفات الیہاں دوازدہ سال کم و
والد کی وفات کے بعد تقریباً ۱۲ سال
بیش بدین کتب دینیہ و عقلیہ مواظبت
دینیات و معقولات کی کتابوں کے درس
نمود۔
کاشعل ربہ۔

مولوی رحیم بخش لکھتے ہیں عہد

(شاہ صاحب) پورے بارہ سال تک اس مدرسے میں اس اشفاق
اور محویت کے ساتھ مصروف رہے جس کی کہیں نظیر نہیں ملتی
مولوی سید احمد لکھتے ہیں عہد۔

”بعد آپ اپنے والد بزرگوار کی جگہ قائم مقام اور سجادہ نشین ہوئے اور
طالبان ہدایت کو سیدھے رستے لگانا شروع کیا، کتب دینیہ و عقلیہ کی
تدریس کا سلسلہ شروع کیا، جو حق و جہت لوگ آنے شروع ہوئے، سیکڑوں
طالب علم مستفیض ہونے لگے۔“

شاہ ولی اللہ نے مسند درس پر چھن ہونے کے بعد نصاب تعلیم میں بھی ترمیم کی اور
درس قرآن کریم کو جزو نصاب قرار دیا اور شاہ محمد عاشق کو ترجمہ قرآن پڑھانا شروع کیا بعد
میں اس ترجمہ قرآن کو قلم بند کر کے گا خیال ہوا اور ایک حصہ سفر حج سے پہلے اور باقی حصہ
سفر حج کے بعد ۱۱۵۱ھ میں مکمل ہوا، اور ۱۱۵۶ھ میں خواجہ محمد امین نے اس ترجمہ کو راج دیا۔

ملک الجزء الاطیف مع انفاص العارضین ۱۹۵ طبع احمدی دہلی - ملک حیات ملی طبع ۲۴۲

ملک خاتمائیل الامادیث مشہ - ملک مقدمہ فتح الرحمن

رواج سے مراد ہمارے خیال میں نصاب تعلیم کا لازمی جز بنالینا ہے۔

اس دور کے کسی دوسرے معلم مدرسہ کا نام ہمارے علم میں نہیں ہے لیکن مورخین نے طلبہ کی جس کثرت کا ذکر کیا ہے اس کے پیش نظر ہمارے خیال میں شاہ صاحب کے دو ایک معاون ضرور ہوں گے۔

اس دور کے تلامذہ میں شاہ محمد عاشق، شاہ نور اللہ بھٹتی، شاہ اہل اللہ خواجہ محمد امین کشمیری کے نام محفوظ ہیں۔

۱۲ سال تک اس طرح داؤد تدریس دینے کے بعد شاہ صاحب ۱۱۳۳ھ/۱۷۱۶ء میں حج کو تشریف لے گئے اور دو سال تین ماہ بعد واپس تشریف لائے اور ہندوؤں کے مدرسہ میں قال اللہ و قال الرسول کی محفل پھر گرم ہو گئی اس سفر میں حج و زیارت کے ساتھ آپ نے محدثین عہد سے بھرپور استفادہ کیا، فکر و نظر کی نئی راہیں وا ہوئیں اور کتب مصنفین کے ایک نئے حلقے سے تعارف ہوا، آپ کے چند مہتمی تلامذہ، شاہ محمد عاشق، اخون محمد سعید وغیرہ بھی آپ کے نہ صرف شریک سفر حج تھے بلکہ شیوخ جاز سے استفادہ و تلمذ میں بھی رفیق تھے، اس سروساں کے ساتھ مراجعت وطن کے بعد آپ نے مدرسہ کے جس نئے دور کا آغاز کیا اس کا تذکرہ مولوی سید احمد کی زبانی سنئے :-

(آپ) دلی میں واپس تشریف لائے اور اپنے قدیمی مکان میں اقامت کی، مدرسہ جمعیہ کو جس کی بنیاد جناب شیخ عبدالرحیم صاحب ڈال گئے تھے رونق دی، حدیث و تفسیر کا درس دینا شروع کیا تو کو یا شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے بعد اس زمرے میں آپ نے حدیث شریف کو فروغ بخشا،

اطراف ہند میں آپ کی حدیث دانی کی شہرت ہونی طالب علموں کے پر سے لے کر پرے آئے شروع ہوئے ہر لانی دلی دارالحدیث بن گئی، حقیقت میں جناب حضرت شاہ ولی اللہ کا درس گاہ اس وقت علوم حدیث و تفسیر کا مخزن اور حنفی فقہ کا سرچشمہ تھا۔

والد کی وفات سے سفر حج تک بارہ سال جم کر بڑھانے کے نتیجے میں آپ کو اپنے فارغ التحصیل تلامذہ کی ایک ایسی جماعت بھی مل گئی تھی جو تدریس میں ان کی رفیق و معاون ہوئی، ان معاونین میں سے شاہ محمد عاشق اور اخون محمد سعید کے نام ہم پہلے سے چکے ہیں، تیسرے خواجہ محمد امین دلی الہی تھے جو شاہ علیہ الرحمۃ کے استاد تھے، چوتھا ناں ہمارے خیال میں شاہ اہل اللہ کا ہے، جو شاہ دلی اللہ سے ۳۴ سال چھوٹے تھے اور جنھیں سفر حج پر روانہ ہوتے وقت شاہ صاحب اعطاء خرقہ و اجازت بیعت و ارشاد اور دستا فضیلت سے سرفراز فرماتے گئے تھے۔

شاہ صاحب نے سفر حرمین سے مراجعت کے بعد تجدید و احیاء اور ملت کی جامع و بہشت پہلو اصلاح کا جو منصوبہ بنایا تھا اس کا تقاضا تھا اپنی جسمانی و ذہنی صلاحیتوں اور اپنے اوقات کا صرف بڑی احتیاط اور باتا اعدگی کے ساتھ فرمائیں اور کسی ایسے مشغلے میں آپ صرف اوقات و استعداد و فراویں جس کی افادیت کا دائرہ محدود ہو۔ چنانچہ تدریس اور تحریر میں سے آپ نے تحریر کو اس کی زمینی و امکانی افادیت کے پیش نظر ترجیح دی اور اپنے بیش تر اوقات غور و فکر اور نتائج غور و فکر کو قلم بند کرنے کے لئے وقف کرنے کا فیصلہ فرمایا، مگر اس سے پہلے تدریس کا فرض ادا کرنے کے لئے ایک جماعت

معلین تربیت دینے کا عزم کیا، اپنے ۱۲/۱۵ سالہ عہد تدریس میں انھوں نے متعدد علماء پیدا کر دیے تھے، ان کی تدریس کی تربیت بھی ہو گئی تھی، ان کے فنون کا مختص بھی کھرچکا تھا۔ اب وہ وقت آگیا تھا کہ شاہ صاحب نگرانی و سرپرستی تک خود کو محدود کر لیں اور تدریس سے دست کش ہو کر خود کو نوکمر و تحقیق اور تصنیف و تالیف کے لئے وقف کر دیں۔ شاہ عبدالعزیز نے شاہ صاحب کی اس منصوبہ بندی اور تقسیم کار کا ذکر اپنے ایک ملفوظ میں اس طرح فرمایا ہے، علیہ

حضرت والد ماجد ازہر فن شغفے حضرت والد ماجد نے ہر فن کے لئے ایک تیار کردہ نو وند طالب ہر فن باوے می شاگرد کو تیار کیا تھا (مختص بنایا تھا) اور ہر فن کے طالب علم کو اس کے مختص کے پیرو سپرد بعد مراقبہ ہر مہر بخشفت می رسید فرماتے تھے اور خود کو نوکمر و نظر اور تحریر میں مشغول رہتے تھے نوکمر و نظر کے جو نتائج ہوتے تھے ان کو تلامذہ فرمایتے تھے، مریض بھی کم ہی ہوتے تھے،

غالباً اسی تقسیم کار اور ترک مشغلہ تدریس کا ہی نتیجہ ہے کہ ہم شاہ صاحب کے تلامذہ کی تعداد حیرت انگیز طور پر کم پاتے ہیں اور مختلف و متعدد آخذ سے تلاش بسیار کے بعد ہم ۳۰ تلامذہ کا شمار کر سکتے ہیں جن کی فہرست مع حوالہ آخذ ایک مستقل مضمون میں درج کی جا رہی ہے۔

ملفوظات ص ۴۳، شاہ صاحب کے تلامذہ کی تعداد کا مضمون یہ ایک سبب ہی نہیں ہے۔ اور بھی اسباب ہیں، اولاً تو شاہ صاحب دہلی میں کم ہی رہے، ثولث الروضہ (یعنی مہمان کے عہد شباب میں) لکھا ہے کہ آج کل پھلت میں رہتے ہیں، وفات سے قبل بھی پھلت ہی میں جا رہے تھے۔

ان ہی تلامذہ میں سے شاہ صاحب نے کچھ حضرات کو معلم بنایا ہوگا؛ شاہ عبدالرحیم کے زمانے سے یہ مدرسہ ہندیوں میں قائم تھا، شاہ ولی اللہ کے سفر حج سے آنے کے بعد بھی وہیں رہا اور پھر شاہ جہاں آباد منتقل ہو گیا، مولوی سید احمد لکھتے ہیں، علیہ

”روشن اختر محمد شاہ باو شاہ کا زمانہ تھا، اس نے چاہا کہ شاہ صاحب کے دم سے شاہ جہاں آباد کو عزت ہوئی تو کیا کہنا ہے، لہذا مولانا کو شاہ جہاں آباد میں بلایا اور ایک عالی شان مکان رہنے کے لئے دیا۔ جس کا تفصیلی حال ہم اپنی کتاب یادگار دہلی میں لکھ چکے ہیں شاہ صاحب شاہ جہاں آباد شریف لائے اور مع قبائل رہنے لگے۔“

یہ مکان اس محلے میں تھا جس کو آج کل ”کلاں محل“ کہا جاتا ہے، اس مکان کا وہ حصہ جو شاہ صاحب کے خاندان کی سکونت کے لئے مخصوص تھا، زمانہ ”کہا“ جاتا تھا اور وہ بیرونی حصہ جس میں درس گاہ تھی، مدرسہ کہلاتا تھا، یہ عمارت جو بقول بشیر الدین نہایت عالی شان اور خوبصورت تھی، غدر تک صحیح حالت میں تھی۔

غدر میں مکانات لوٹ لئے گئے، اگر دیکھتے گئے، کوڑی تختہ تک لوگ اٹھائے گئے خانہ خالی رادوی گیارہ۔ ایک شریف گردی تھی کہ الٹی تو بد جس کی لاشی اس کی کھینس جس کا قابو چلوہ قابض ہو گیا، اب متفرق مکانات اس جگہ بن گئے ہیں، اگر محمد شاہ عبدالعزیز مدرسہ کے نام سے

علیہ گذشتہ صدی تک ہندیوں کو پرانی اور شاہ جہاں آباد میں آج کی پرانی کوئی دلی کہتے تھے۔ ۱۹۱۲ء میں جب انگریزوں کی نئی دلی آباد ہوئی شاہ جہاں کی نئی دلی پرانی ہو گئی، علیہ خاندان میں الاما دیہہ

آج تک پکارا جاتا ہے ۱۱ علیہ

مولوی سید احمد نے مزید تفصیل سے بتایا ہے کہ مدرسہ... تخریج چالیس سال
غیر آباد ہے، اگرچہ اول مولانا شاہ رفیع الدین صاحب مدوح سے چند انخاص...
اسی مدرسہ موصوفہ میں برابر سکونت پذیر رہے... اسی اثنا میں مکان مدرسہ بھی ایام
غریب میں منہدم ہو گیا ۱۲

مدرسہ کا دوسرا دور اس وقت شروع ہوا جب مدرسہ کا اتمام و صدارت کا بار
شاہ عبدالعزیز صاحب جوان بختہ کرنے اٹھایا۔

شاہ ولی اللہ کی وفات کے وقت (۱۱۶۲ھ) شاہ عبدالعزیز صرف ایک سو سالہ
محنتی طالب علم تھے، ان کے باقی تین حقیقی بھائی بترتیب ۱۲-۸-۴ سال کے تھے۔

شاہ عبدالعزیز نے اپنے والد ماجد کے تلامذہ و خلفائے تعلم کے آخری مراحل طے کئے
اور طریقہ دینی الہی کے سجادہ خلافت اور مدرسہ دینی الہی کی مسند صدارت پر متمکن ہو گئے۔

اس وقت ان کے معارفین شاہ محمد عاشق، شاہ نور اللہ، خواجہ محمد امین، بابا فضل اللہ تھے
۱۳ سال بعد ہی ۱۱۷۹ھ میں ان کے چھوٹے بھائی شاہ رفیع الدین تعلم سے فارغ ہوئے

ہی تعلیم کی طرف جہت تن متوجہ ہو گئے اور یوں طریقہ اور مدرسہ کو ایک اور جوان سال جوان
ہمت رکن چل ہو گیا پھر چند سال بعد شاہ عبدالغفار نے مدرسہ کی فہرست میں ایک

اہم اضافہ کیا، کچھ عرصہ کے بعد ان چاروں بھائیوں کے اخلاف شاہ اسحق، شاہ
یعقوب، شاہ اسماعیل، شاہ مخصوص اللہ شاہ محمد موسیٰ اور شاہ عزیز کے بعض تلامذہ

مثلاً مولوی رشید الدین نے مدرسہ کے ایک ایک گوشے کو آباد کر کے تدریس کے

علیہ واقعات دارالحکومت دہلی حصہ دوم ۱۴۱۱ھ مکتبہ خاتم النبیین المحدثین ۱۰۵۰

تجزیر دکھائے اور طالبان علوم دین کی تشنگی کو رفع کیا۔

مدرسہ کا یہ دور اپنے قابل و جامع کے آوار سے ہر اعتبار اور ہر پہلو سے ایک
جہانگاہ و روشن دور تھا، شاہ ولی اللہ نے درس قرآن کا جو سلسلہ شروع کیا تھا،

اس کے قبول عام کا کوئی تاریخی ثبوت ہماری نظر سے نہیں گذرا مگر شاہ عبدالعزیز نے
درس قرآن کا سلسلہ کچھ ایسے دل نشین و موثر اور سادہ و قابل فہم انداز سے چھیڑا کہ وہ

عصر سے زیادہ عوام کی دلچسپی کی چیز بن گیا اور مدرسہ کے ایک سبق کے بجائے مجلس کا
موضوع ہو گیا، شاہ ولی اللہ کے دور میں مدرسہ سے فتاویٰ کے اجراء کی مثالیں بہت

ہیں مگر شاہ عبدالعزیز کے دور میں واصل و دیرینہ واصلی کے زبانی و تحریری سوالات
ایک تسلسل نظر آتا ہے اور فتاویٰ شاہ عبدالعزیز کے ضخیم جلدات شاہ صاحب کی

عرف ملک کے مسلمانوں کے رجوع کا پتہ دیتے ہیں، مدرسہ کی تعداد بھی اس دور میں
زیادہ رہی، شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر، خواجہ محمد امین، بابا فضل اللہ

شاہ محمد عاشق، شاہ نور اللہ، مولوی عبدالحی، بڑھانوی، شاہ محمد اسحق، شاہ محمد یعقوب،
نہ محمد اسماعیل، شاہ مخصوص اللہ، شاہ محمد موسیٰ، مولوی رشید الدین خاں وغیرہ وہ

فہرست گارہ مدرسین ہیں، جو مدرسہ کے اس ۹۰ سالہ (۱۱۶۲ھ-۱۸۲۳ھ) دور میں
عنت اوقات میں سرگرم افادہ دیں رہے۔

اس دور کے متفیدین و تلامذہ مدرسہ کی تعداد ناقابل شمار ہے جو ہزاروں
عصرہ اوراق تاریخ میں جگہ پانے سے محروم رہ گئے، ان کو چھوڑ کر اگر صرف انہی حضرات

شمار کیا جائے جن کے نام اور کام کو تاریخ کے حافظ نے محفوظ رکھا ہے تو بھی یہ تعداد
- ہزاروں تک پہنچے گی۔

شاہ عزیز جب ریح البواسیر کے عوارض کا شکار اور بھی ہو گئے تو مدرسہ کی صدارت سے شاہ رفیع الدین عہدہ برآ ہوئے اور جب ۱۸۱۷ء میں وہ جلست فرما گئے تو شاہ اسحق کی نوحوانی نے حوادث کی دعوت مبارزت کو لبیک کہا اور شاہ عزیز کی نگرانی کے سائے میں مدرسہ کی خدمت اہتمام انجام دی اور ۱۸۲۳ء کے بعد تو وہی تمام شعبوں میں نانا کے جانشین ثابت ہوئے۔

مدرسہ اس دور میں بھی اسی جگہ دکھان محل رہا، البتہ ایک مدرسہ شاہ عبدالغفور نے اکبر آبادی مسجد کے حجرہ میں اقامت اختیار کر لی تھی، اس سے طلبہ ان سے متعلق اسباق کے لئے اکبر آبادی مسجد میں حاضری دیا کرتے تھے۔

مدرسہ کا تیسرا دور، متاخرین خاندان کا دور ہے، اس دور میں مدرسہ کی صدارت شاہ محمد اسحق سے متعلق رہی، اس لئے کہ وہی شاہ عبدالعزیز کے نواسہ ہونے کے علاوہ مسلم جانشین اور خلیفہ بھی تھے، اس دور کے مدرسین، شاہ محمد یعقوب، شاہ محمد جلال اللہ شاہ محمد موسیٰ، مولوی رشید الدین خاں وغیرہ تھے، ولی الہیوں کی یہ نژاد نوہر نوع کے دینی و عقلی علوم کے مختصہ تھیں کی ایک باوقار جماعت تھی، اطراف و اکناف علم کے طلبہ کو ہجوم اور پڑھانے والوں میں شفقت و لافیت و محنت و جفا کشی کی فراوانی، مدرسہ آباد دہرہ بونقی، دور دور مشہور و نیک نام نہ ہوتا تو کیوں نہ ہوتا، صدر المدرسین شاہ محمد اسحق جو نظام الاوقات موزنین نے بیان کیا ہے اس سے مدرسہ کے رنگ کا اندازہ کر سکتے ہیں، لکھا ہے کہ شاہ اسحق نماز صبح کے فوراً بعد گھر میں لوگوں کو پڑھاتے پھر مدرسہ میں آجاتے اور دوپہر تک مصروف درس رہتے، دوپہر کے کھانے اور قیلے کے بعد نماز ظہر ادا کرتے اور پھر درس کا سلسلہ شروع ہو جاتا جو نماز عصر کے علاوہ نماز مغرب تک جاری

رہتا، نماز مغرب کے بعد اندرون خانہ تشریف لے جاتے مگر جلد واپس آ جاتے در نماز عشا تک درس دیتے رہتے۔

شاہ ولی اللہ کے دور سے درس قرآن و عظا کا سلسلہ شروع ہوا تھا، وہ اس دور میں بھی اس شان سے جاری رہا، سرسید کا بیان ہے کہ علم

میں شاہ اسحق کے وعظ میں حاضر ہوتا تھا، باہر مردوں کا

ہجوم ہے زمانے میں عورتیں جمع ہیں نہ ڈولیوں کا شمار ہوتا

نہ پالکیوں کا، شاہی حملات کی سیکیات تک آتی تھیں امرا

کے ہاں سے کھانے کی دلیلیں پک کر آتیں جو طلبہ اور عوام میں

تقسیم ہو جاتیں، خود شاہ صاحب معمولی چپاتی اور شور بہ

گاڑھے کے دسترخوان پر رکھ کر کھاتے۔

مدرسہ کے نصاب تعلیم میں بھی بہت سی تبدیلیاں ہوئیں، یہاں ہم طوالت کے خوف سے ان سے صرف نظر کرتے ہیں، یوں بھی حیات شاہ اسحق، میں اس موضوع پر تفصیل لکھ چکے ہیں۔

اس دور میں ایک اہم تغیر یہ ہوا کہ مقامات درس تقسیم ہو گئے، اصل اور قدیم مدرسہ رقع کلاں محل جو اس زمانے میں جیسا کہ مولوی بشیر الدین وغیرہ نے لکھا ہے مدرسہ شاہ عبدالعزیز کہلاتا تھا، ایک بڑی حویلی کا ایک حصہ تھا اور دوسرا حصہ زمانہ کہلاتا تھا اور شاہ عبدالرحیم و شاہ ولی اللہ کی سکونت گاہ تھا، شاہ عزیز کے نواسے شاہ اسحق و شاہ یعقوب بھی اپنی والدہ کی حیات میں یہیں سکونت پذیر تھے، شاہ اسحق علیہ تراجہ علماء حدیث رحمۃ اللہ علیہ

کی والدہ کا وصال چڑکھ اپنے والدہ شاہ عزیز کی حیات ہی میں ہو گیا تھا، اس لئے شاہ عزیز نے اپنے ان دونوں نواسوں کی سکونت کے لئے ایک قطعہ زمین الگ خرید کر اس پر وسیع عمارت تعمیر کروادی۔ یہ دونوں بھائی اسی میں رہتے اور اسی میں درس دیا کرتے تھے۔ اس لئے یہ عمارت "مدرسہ شاہ اسحق" کہلانے لگی۔ اور شاہ اسحق ہی مدرسہ شاہ عبدالعزیز کے صدر مدرس اور نگران تھے، اس لئے اس واقعہ کی تعبیر یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ مدرسہ قدیم کا مقام تبدیل ہو گیا اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں مقامات درس تقسیم ہو گئے، کیونکہ باقی اساتذہ شاہ مخصوص اللہ اور شاہ موسیٰ وغیرہ، قدیم مدرسہ ہی میں پڑھاتے رہے تھے۔ جسے مدرسہ اسحاق کی تعبیر کے بعد مدرسہ کہنہ بھی کہنے لگے تھے۔

مولوی بشیر الدین واقعات دارالحکومت دہلی میں "مدرسہ شاہ عبدالعزیز" کے عنوان سے مدرسہ تجیمیہ یا مدرسہ کہنہ کا حال جدا تحریر کرنے کے بعد مدرسہ مولانا شاہ محمد اسحق صاحب کا عنوان قائم کر کے اس مدرسہ جدید کے متعلق لکھتے ہیں۔

جس وقت شاہ عبدالعزیز صاحب کی دختر نیک اختر بی بی شاہ محمد اسحق کی والدہ کا انتقال ہوا، حضرت کو خیال ہوا بھتیجوں کے سامنے نواسے وارث نہ ہوں گے، اس لئے مولانا شاہ اسحق اور مولانا یعقوب دونوں بھائیوں کے لئے قطعہ زمین عیدہ خرید کر اس میں عمدہ چختہ مکانات بنا دیے اور انہی کے نام کر دیے، چنانچہ مولانا صاحب چند سال ان مکانات میں رہے اس کے بعد ایک بیک خانہ کعبہ کا شوق پیدا ہوا، حج بیت اللہ کا ارادہ کیا اور تمام مکان اور باغیچہ پر ۱۲۵۶ھ میں حج اہل و عیال کے ہجرت فرما گئے،

اب مدرسہ میں چھوٹے چھوٹے مکانات بن گئے ہیں، چوہان کسان وغیرہ غریب لوگ رہتے ہیں، ایک چھوٹی سی مسجد آپ ہی کے نام سے مشہور ہے جس میں آپ نماز پڑھا کرتے تھے، اب چونکہ یہ محل جائیداد رائے بہادر لالہ شیو پر شاہ صاحب کی ہے اس لئے اس گلی پر مدرسہ رائے بہادر لالہ لام کشن واسی کا تختہ لگا دیا گیا ہے۔

نفاذ دارالحکومت دہلی ۱۹۷۷ حصہ دوم۔

شاہ محمد اسحق کی ہجرت حرم (ذی قعدہ ۱۲۵۸ھ) پر اس مدرسہ کی ۱۶ سو سالہ ریح کا اختتام ہو گیا، کیوں کہ شاہ مخصوص اللہ تو پہلے ہی تدریس سے دست کش اور تہ نشین ہو گئے تھے۔ اور شاہ محمد موسیٰ نے شاہ محمد اسحق کی ہجرت کے صرف ۱۰۹ بعد ۱۲۵۹ھ میں وصال فرمایا۔

مدرسہ کا چوتھا دور ۱۳۰۸ھ میں شروع ہوا اور بہت جلد ختم بھی ہو گیا، یہ دور تجدید و ترمیم مدرسہ کی ایک نیک دلانہ خواہش کا سرچوش تھا، اور صرف برائے نام کامیابی پر متوجہ نہ رہتے بلکہ ختم ہو گیا۔

تھی وہ ایک دروازہ رہ رو کی حدائے دردناک
جس کو ازاد نہ حسیل کارواں سمجھا تھا میں

شاہ رفیع الدین کے نواسے مولوی سید ناصر الدین کے پوتے مولوی سید احمد نے

سید احمد خان نے اپنی کتاب "تاریخ جامعہ تالیف ۱۲۶۲/۱۳۶۱ھ" میں لکھا تھا کہ ایک عرصہ ہوا مدرسہ ختم ہو چکا ہے۔ اس سے دس گزشتہ تہین ہو گئے ہیں۔ ایک عرصہ کا مطلب صرف ۵ سال بھی ہیں تب بھی ۱۲۵۵ھ۔ ۱۲۵۶ھ۔ ۱۲۵۷ھ۔ ۱۲۵۸ھ۔ ۱۲۵۹ھ۔ ۱۲۶۰ھ۔ ۱۲۶۱ھ۔ ۱۲۶۲ھ۔ ۱۲۶۳ھ۔ ۱۲۶۴ھ۔ ۱۲۶۵ھ۔ ۱۲۶۶ھ۔ ۱۲۶۷ھ۔ ۱۲۶۸ھ۔ ۱۲۶۹ھ۔ ۱۲۷۰ھ۔ ۱۲۷۱ھ۔ ۱۲۷۲ھ۔ ۱۲۷۳ھ۔ ۱۲۷۴ھ۔ ۱۲۷۵ھ۔ ۱۲۷۶ھ۔ ۱۲۷۷ھ۔ ۱۲۷۸ھ۔ ۱۲۷۹ھ۔ ۱۲۸۰ھ۔ ۱۲۸۱ھ۔ ۱۲۸۲ھ۔ ۱۲۸۳ھ۔ ۱۲۸۴ھ۔ ۱۲۸۵ھ۔ ۱۲۸۶ھ۔ ۱۲۸۷ھ۔ ۱۲۸۸ھ۔ ۱۲۸۹ھ۔ ۱۲۹۰ھ۔ ۱۲۹۱ھ۔ ۱۲۹۲ھ۔ ۱۲۹۳ھ۔ ۱۲۹۴ھ۔ ۱۲۹۵ھ۔ ۱۲۹۶ھ۔ ۱۲۹۷ھ۔ ۱۲۹۸ھ۔ ۱۲۹۹ھ۔ ۱۳۰۰ھ۔ ۱۳۰۱ھ۔ ۱۳۰۲ھ۔ ۱۳۰۳ھ۔ ۱۳۰۴ھ۔ ۱۳۰۵ھ۔ ۱۳۰۶ھ۔ ۱۳۰۷ھ۔ ۱۳۰۸ھ۔ ۱۳۰۹ھ۔ ۱۳۱۰ھ۔ ۱۳۱۱ھ۔ ۱۳۱۲ھ۔ ۱۳۱۳ھ۔ ۱۳۱۴ھ۔ ۱۳۱۵ھ۔ ۱۳۱۶ھ۔ ۱۳۱۷ھ۔ ۱۳۱۸ھ۔ ۱۳۱۹ھ۔ ۱۳۲۰ھ۔ ۱۳۲۱ھ۔ ۱۳۲۲ھ۔ ۱۳۲۳ھ۔ ۱۳۲۴ھ۔ ۱۳۲۵ھ۔ ۱۳۲۶ھ۔ ۱۳۲۷ھ۔ ۱۳۲۸ھ۔ ۱۳۲۹ھ۔ ۱۳۳۰ھ۔ ۱۳۳۱ھ۔ ۱۳۳۲ھ۔ ۱۳۳۳ھ۔ ۱۳۳۴ھ۔ ۱۳۳۵ھ۔ ۱۳۳۶ھ۔ ۱۳۳۷ھ۔ ۱۳۳۸ھ۔ ۱۳۳۹ھ۔ ۱۳۴۰ھ۔ ۱۳۴۱ھ۔ ۱۳۴۲ھ۔ ۱۳۴۳ھ۔ ۱۳۴۴ھ۔ ۱۳۴۵ھ۔ ۱۳۴۶ھ۔ ۱۳۴۷ھ۔ ۱۳۴۸ھ۔ ۱۳۴۹ھ۔ ۱۳۵۰ھ۔ ۱۳۵۱ھ۔ ۱۳۵۲ھ۔ ۱۳۵۳ھ۔ ۱۳۵۴ھ۔ ۱۳۵۵ھ۔ ۱۳۵۶ھ۔ ۱۳۵۷ھ۔ ۱۳۵۸ھ۔ ۱۳۵۹ھ۔ ۱۳۶۰ھ۔ ۱۳۶۱ھ۔ ۱۳۶۲ھ۔ ۱۳۶۳ھ۔ ۱۳۶۴ھ۔ ۱۳۶۵ھ۔ ۱۳۶۶ھ۔ ۱۳۶۷ھ۔ ۱۳۶۸ھ۔ ۱۳۶۹ھ۔ ۱۳۷۰ھ۔ ۱۳۷۱ھ۔ ۱۳۷۲ھ۔ ۱۳۷۳ھ۔ ۱۳۷۴ھ۔ ۱۳۷۵ھ۔ ۱۳۷۶ھ۔ ۱۳۷۷ھ۔ ۱۳۷۸ھ۔ ۱۳۷۹ھ۔ ۱۳۸۰ھ۔ ۱۳۸۱ھ۔ ۱۳۸۲ھ۔ ۱۳۸۳ھ۔ ۱۳۸۴ھ۔ ۱۳۸۵ھ۔ ۱۳۸۶ھ۔ ۱۳۸۷ھ۔ ۱۳۸۸ھ۔ ۱۳۸۹ھ۔ ۱۳۹۰ھ۔ ۱۳۹۱ھ۔ ۱۳۹۲ھ۔ ۱۳۹۳ھ۔ ۱۳۹۴ھ۔ ۱۳۹۵ھ۔ ۱۳۹۶ھ۔ ۱۳۹۷ھ۔ ۱۳۹۸ھ۔ ۱۳۹۹ھ۔ ۱۴۰۰ھ۔ ۱۴۰۱ھ۔ ۱۴۰۲ھ۔ ۱۴۰۳ھ۔ ۱۴۰۴ھ۔ ۱۴۰۵ھ۔ ۱۴۰۶ھ۔ ۱۴۰۷ھ۔ ۱۴۰۸ھ۔ ۱۴۰۹ھ۔ ۱۴۱۰ھ۔ ۱۴۱۱ھ۔ ۱۴۱۲ھ۔ ۱۴۱۳ھ۔ ۱۴۱۴ھ۔ ۱۴۱۵ھ۔ ۱۴۱۶ھ۔ ۱۴۱۷ھ۔ ۱۴۱۸ھ۔ ۱۴۱۹ھ۔ ۱۴۲۰ھ۔ ۱۴۲۱ھ۔ ۱۴۲۲ھ۔ ۱۴۲۳ھ۔ ۱۴۲۴ھ۔ ۱۴۲۵ھ۔ ۱۴۲۶ھ۔ ۱۴۲۷ھ۔ ۱۴۲۸ھ۔ ۱۴۲۹ھ۔ ۱۴۳۰ھ۔ ۱۴۳۱ھ۔ ۱۴۳۲ھ۔ ۱۴۳۳ھ۔ ۱۴۳۴ھ۔ ۱۴۳۵ھ۔ ۱۴۳۶ھ۔ ۱۴۳۷ھ۔ ۱۴۳۸ھ۔ ۱۴۳۹ھ۔ ۱۴۴۰ھ۔ ۱۴۴۱ھ۔ ۱۴۴۲ھ۔ ۱۴۴۳ھ۔ ۱۴۴۴ھ۔ ۱۴۴۵ھ۔ ۱۴۴۶ھ۔ ۱۴۴۷ھ۔ ۱۴۴۸ھ۔ ۱۴۴۹ھ۔ ۱۴۵۰ھ۔ ۱۴۵۱ھ۔ ۱۴۵۲ھ۔ ۱۴۵۳ھ۔ ۱۴۵۴ھ۔ ۱۴۵۵ھ۔ ۱۴۵۶ھ۔ ۱۴۵۷ھ۔ ۱۴۵۸ھ۔ ۱۴۵۹ھ۔ ۱۴۶۰ھ۔ ۱۴۶۱ھ۔ ۱۴۶۲ھ۔ ۱۴۶۳ھ۔ ۱۴۶۴ھ۔ ۱۴۶۵ھ۔ ۱۴۶۶ھ۔ ۱۴۶۷ھ۔ ۱۴۶۸ھ۔ ۱۴۶۹ھ۔ ۱۴۷۰ھ۔ ۱۴۷۱ھ۔ ۱۴۷۲ھ۔ ۱۴۷۳ھ۔ ۱۴۷۴ھ۔ ۱۴۷۵ھ۔ ۱۴۷۶ھ۔ ۱۴۷۷ھ۔ ۱۴۷۸ھ۔ ۱۴۷۹ھ۔ ۱۴۸۰ھ۔ ۱۴۸۱ھ۔ ۱۴۸۲ھ۔ ۱۴۸۳ھ۔ ۱۴۸۴ھ۔ ۱۴۸۵ھ۔ ۱۴۸۶ھ۔ ۱۴۸۷ھ۔ ۱۴۸۸ھ۔ ۱۴۸۹ھ۔ ۱۴۹۰ھ۔ ۱۴۹۱ھ۔ ۱۴۹۲ھ۔ ۱۴۹۳ھ۔ ۱۴۹۴ھ۔ ۱۴۹۵ھ۔ ۱۴۹۶ھ۔ ۱۴۹۷ھ۔ ۱۴۹۸ھ۔ ۱۴۹۹ھ۔ ۱۵۰۰ھ۔ ۱۵۰۱ھ۔ ۱۵۰۲ھ۔ ۱۵۰۳ھ۔ ۱۵۰۴ھ۔ ۱۵۰۵ھ۔ ۱۵۰۶ھ۔ ۱۵۰۷ھ۔ ۱۵۰۸ھ۔ ۱۵۰۹ھ۔ ۱۵۱۰ھ۔ ۱۵۱۱ھ۔ ۱۵۱۲ھ۔ ۱۵۱۳ھ۔ ۱۵۱۴ھ۔ ۱۵۱۵ھ۔ ۱۵۱۶ھ۔ ۱۵۱۷ھ۔ ۱۵۱۸ھ۔ ۱۵۱۹ھ۔ ۱۵۲۰ھ۔ ۱۵۲۱ھ۔ ۱۵۲۲ھ۔ ۱۵۲۳ھ۔ ۱۵۲۴ھ۔ ۱۵۲۵ھ۔ ۱۵۲۶ھ۔ ۱۵۲۷ھ۔ ۱۵۲۸ھ۔ ۱۵۲۹ھ۔ ۱۵۳۰ھ۔ ۱۵۳۱ھ۔ ۱۵۳۲ھ۔ ۱۵۳۳ھ۔ ۱۵۳۴ھ۔ ۱۵۳۵ھ۔ ۱۵۳۶ھ۔ ۱۵۳۷ھ۔ ۱۵۳۸ھ۔ ۱۵۳۹ھ۔ ۱۵۴۰ھ۔ ۱۵۴۱ھ۔ ۱۵۴۲ھ۔ ۱۵۴۳ھ۔ ۱۵۴۴ھ۔ ۱۵۴۵ھ۔ ۱۵۴۶ھ۔ ۱۵۴۷ھ۔ ۱۵۴۸ھ۔ ۱۵۴۹ھ۔ ۱۵۵۰ھ۔ ۱۵۵۱ھ۔ ۱۵۵۲ھ۔ ۱۵۵۳ھ۔ ۱۵۵۴ھ۔ ۱۵۵۵ھ۔ ۱۵۵۶ھ۔ ۱۵۵۷ھ۔ ۱۵۵۸ھ۔ ۱۵۵۹ھ۔ ۱۵۶۰ھ۔ ۱۵۶۱ھ۔ ۱۵۶۲ھ۔ ۱۵۶۳ھ۔ ۱۵۶۴ھ۔ ۱۵۶۵ھ۔ ۱۵۶۶ھ۔ ۱۵۶۷ھ۔ ۱۵۶۸ھ۔ ۱۵۶۹ھ۔ ۱۵۷۰ھ۔ ۱۵۷۱ھ۔ ۱۵۷۲ھ۔ ۱۵۷۳ھ۔ ۱۵۷۴ھ۔ ۱۵۷۵ھ۔ ۱۵۷۶ھ۔ ۱۵۷۷ھ۔ ۱۵۷۸ھ۔ ۱۵۷۹ھ۔ ۱۵۸۰ھ۔ ۱۵۸۱ھ۔ ۱۵۸۲ھ۔ ۱۵۸۳ھ۔ ۱۵۸۴ھ۔ ۱۵۸۵ھ۔ ۱۵۸۶ھ۔ ۱۵۸۷ھ۔ ۱۵۸۸ھ۔ ۱۵۸۹ھ۔ ۱۵۹۰ھ۔ ۱۵۹۱ھ۔ ۱۵۹۲ھ۔ ۱۵۹۳ھ۔ ۱۵۹۴ھ۔ ۱۵۹۵ھ۔ ۱۵۹۶ھ۔ ۱۵۹۷ھ۔ ۱۵۹۸ھ۔ ۱۵۹۹ھ۔ ۱۶۰۰ھ۔ ۱۶۰۱ھ۔ ۱۶۰۲ھ۔ ۱۶۰۳ھ۔ ۱۶۰۴ھ۔ ۱۶۰۵ھ۔ ۱۶۰۶ھ۔ ۱۶۰۷ھ۔ ۱۶۰۸ھ۔ ۱۶۰۹ھ۔ ۱۶۱۰ھ۔ ۱۶۱۱ھ۔ ۱۶۱۲ھ۔ ۱۶۱۳ھ۔ ۱۶۱۴ھ۔ ۱۶۱۵ھ۔ ۱۶۱۶ھ۔ ۱۶۱۷ھ۔ ۱۶۱۸ھ۔ ۱۶۱۹ھ۔ ۱۶۲۰ھ۔ ۱۶۲۱ھ۔ ۱۶۲۲ھ۔ ۱۶۲۳ھ۔ ۱۶۲۴ھ۔ ۱۶۲۵ھ۔ ۱۶۲۶ھ۔ ۱۶۲۷ھ۔ ۱۶۲۸ھ۔ ۱۶۲۹ھ۔ ۱۶۳۰ھ۔ ۱۶۳۱ھ۔ ۱۶۳۲ھ۔ ۱۶۳۳ھ۔ ۱۶۳۴ھ۔ ۱۶۳۵ھ۔ ۱۶۳۶ھ۔ ۱۶۳۷ھ۔ ۱۶۳۸ھ۔ ۱۶۳۹ھ۔ ۱۶۴۰ھ۔ ۱۶۴۱ھ۔ ۱۶۴۲ھ۔ ۱۶۴۳ھ۔ ۱۶۴۴ھ۔ ۱۶۴۵ھ۔ ۱۶۴۶ھ۔ ۱۶۴۷ھ۔ ۱۶۴۸ھ۔ ۱۶۴۹ھ۔ ۱۶۵۰ھ۔ ۱۶۵۱ھ۔ ۱۶۵۲ھ۔ ۱۶۵۳ھ۔ ۱۶۵۴ھ۔ ۱۶۵۵ھ۔ ۱۶۵۶ھ۔ ۱۶۵۷ھ۔ ۱۶۵۸ھ۔ ۱۶۵۹ھ۔ ۱۶۶۰ھ۔ ۱۶۶۱ھ۔ ۱۶۶۲ھ۔ ۱۶۶۳ھ۔ ۱۶۶۴ھ۔ ۱۶۶۵ھ۔ ۱۶۶۶ھ۔ ۱۶۶۷ھ۔ ۱۶۶۸ھ۔ ۱۶۶۹ھ۔ ۱۶۷۰ھ۔ ۱۶۷۱ھ۔ ۱۶۷۲ھ۔ ۱۶۷۳ھ۔ ۱۶۷۴ھ۔ ۱۶۷۵ھ۔ ۱۶۷۶ھ۔ ۱۶۷۷ھ۔ ۱۶۷۸ھ۔ ۱۶۷۹ھ۔ ۱۶۸۰ھ۔ ۱۶۸۱ھ۔ ۱۶۸۲ھ۔ ۱۶۸۳ھ۔ ۱۶۸۴ھ۔ ۱۶۸۵ھ۔ ۱۶۸۶ھ۔ ۱۶۸۷ھ۔ ۱۶۸۸ھ۔ ۱۶۸۹ھ۔ ۱۶۹۰ھ۔ ۱۶۹۱ھ۔ ۱۶۹۲ھ۔ ۱۶۹۳ھ۔ ۱۶۹۴ھ۔ ۱۶۹۵ھ۔ ۱۶۹۶ھ۔ ۱۶۹۷ھ۔ ۱۶۹۸ھ۔ ۱۶۹۹ھ۔ ۱۷۰۰ھ۔ ۱۷۰۱ھ۔ ۱۷۰۲ھ۔ ۱۷۰۳ھ۔ ۱۷۰۴ھ۔ ۱۷۰۵ھ۔ ۱۷۰۶ھ۔ ۱۷۰۷ھ۔ ۱۷۰۸ھ۔ ۱۷۰۹ھ۔ ۱۷۱۰ھ۔ ۱۷۱۱ھ۔ ۱۷۱۲ھ۔ ۱۷۱۳ھ۔ ۱۷۱۴ھ۔ ۱۷۱۵ھ۔ ۱۷۱۶ھ۔ ۱۷۱۷ھ۔ ۱۷۱۸ھ۔ ۱۷۱۹ھ۔ ۱۷۲۰ھ۔ ۱۷۲۱ھ۔ ۱۷۲۲ھ۔ ۱۷۲۳ھ۔ ۱۷۲۴ھ۔ ۱۷۲۵ھ۔ ۱۷۲۶ھ۔ ۱۷۲۷ھ۔ ۱۷۲۸ھ۔ ۱۷۲۹ھ۔ ۱۷۳۰ھ۔ ۱۷۳۱ھ۔ ۱۷۳۲ھ۔ ۱۷۳۳ھ۔ ۱۷۳۴ھ۔ ۱۷۳۵ھ۔ ۱۷۳۶ھ۔ ۱۷۳۷ھ۔ ۱۷۳۸ھ۔ ۱۷۳۹ھ۔ ۱۷۴۰ھ۔ ۱۷۴۱ھ۔ ۱۷۴۲ھ۔ ۱۷۴۳ھ۔ ۱۷۴۴ھ۔ ۱۷۴۵ھ۔ ۱۷۴۶ھ۔ ۱۷۴۷ھ۔ ۱۷۴۸ھ۔ ۱۷۴۹ھ۔ ۱۷۵۰ھ۔ ۱۷۵۱ھ۔ ۱۷۵۲ھ۔ ۱۷۵۳ھ۔ ۱۷۵۴ھ۔ ۱۷۵۵ھ۔ ۱۷۵۶ھ۔ ۱۷۵۷ھ۔ ۱۷۵۸ھ۔ ۱۷۵۹ھ۔ ۱۷۶۰ھ۔ ۱۷۶۱ھ۔ ۱۷۶۲ھ۔ ۱۷۶۳ھ۔ ۱۷۶۴ھ۔ ۱۷۶۵ھ۔ ۱۷۶۶ھ۔ ۱۷۶۷ھ۔ ۱۷۶۸ھ۔ ۱۷۶۹ھ۔ ۱۷۷۰ھ۔ ۱۷۷۱ھ۔ ۱۷۷۲ھ۔ ۱۷۷۳ھ۔ ۱۷۷۴ھ۔ ۱۷۷۵ھ۔ ۱۷۷۶ھ۔ ۱۷۷۷ھ۔ ۱۷۷۸ھ۔ ۱۷۷۹ھ۔ ۱۷۸۰ھ۔ ۱۷۸۱ھ۔ ۱۷۸۲ھ۔ ۱۷۸۳ھ۔ ۱۷۸۴ھ۔ ۱۷۸۵ھ۔ ۱۷۸۶ھ۔ ۱۷۸۷ھ۔ ۱۷۸۸ھ۔ ۱۷۸۹ھ۔ ۱۷۹۰ھ۔ ۱۷۹۱ھ۔ ۱۷۹۲ھ۔ ۱۷۹۳ھ۔ ۱۷۹۴ھ۔ ۱۷۹۵ھ۔ ۱۷۹۶ھ۔ ۱۷۹۷ھ۔ ۱۷۹۸ھ۔ ۱۷۹۹ھ۔ ۱۸۰۰ھ۔ ۱۸۰۱ھ۔ ۱۸۰۲ھ۔ ۱۸۰۳ھ۔ ۱۸۰۴ھ۔ ۱۸۰۵ھ۔ ۱۸۰۶ھ۔ ۱۸۰۷ھ۔ ۱۸۰۸ھ۔ ۱۸۰۹ھ۔ ۱۸۱۰ھ۔ ۱۸۱۱ھ۔ ۱۸۱۲ھ۔ ۱۸۱۳ھ۔ ۱۸۱۴ھ۔ ۱۸۱۵ھ۔ ۱۸۱۶ھ۔ ۱۸۱۷ھ۔ ۱۸۱۸ھ۔ ۱۸۱۹ھ۔ ۱۸۲۰ھ۔ ۱۸۲۱ھ۔ ۱۸۲۲ھ۔ ۱۸۲۳ھ۔ ۱۸۲۴ھ۔ ۱۸۲۵ھ۔ ۱۸۲۶ھ۔ ۱۸۲۷ھ۔ ۱۸۲۸ھ۔ ۱۸۲۹ھ۔ ۱۸۳۰ھ۔ ۱۸۳۱ھ۔ ۱۸۳۲ھ۔ ۱۸۳۳ھ۔ ۱۸۳۴ھ۔ ۱۸۳۵ھ۔ ۱۸۳۶ھ۔ ۱۸۳۷ھ۔ ۱۸۳۸ھ۔ ۱۸۳۹ھ۔ ۱۸۴۰ھ۔ ۱۸۴۱ھ۔ ۱۸۴۲ھ۔ ۱۸۴۳ھ۔ ۱۸۴۴ھ۔ ۱۸۴۵ھ۔ ۱۸۴۶ھ۔ ۱۸۴۷ھ۔ ۱۸۴۸ھ۔ ۱۸۴۹ھ۔ ۱۸۵۰ھ۔ ۱۸۵۱ھ۔ ۱۸۵۲ھ۔ ۱۸۵۳ھ۔ ۱۸۵۴ھ۔ ۱۸۵۵ھ۔ ۱۸۵۶ھ۔ ۱۸۵۷ھ۔ ۱۸۵۸ھ۔ ۱۸۵۹ھ۔ ۱۸۶۰ھ۔ ۱۸۶۱ھ۔ ۱۸۶۲ھ۔ ۱۸۶۳ھ۔ ۱۸۶۴ھ۔ ۱۸۶۵ھ۔ ۱۸۶۶ھ۔ ۱۸۶۷ھ۔ ۱۸۶۸ھ۔ ۱۸۶۹ھ۔ ۱۸۷۰ھ۔ ۱۸۷۱ھ۔ ۱۸۷۲ھ۔ ۱۸۷۳ھ۔ ۱۸۷۴ھ۔ ۱۸۷۵ھ۔ ۱۸۷۶ھ۔ ۱۸۷۷ھ۔ ۱۸۷۸ھ۔ ۱۸۷۹ھ۔ ۱۸۸۰ھ۔ ۱۸۸۱ھ۔ ۱۸۸۲ھ۔ ۱۸۸۳ھ۔ ۱۸۸۴ھ۔ ۱۸۸۵ھ۔ ۱۸۸۶ھ۔ ۱۸۸۷ھ۔ ۱۸۸۸ھ۔ ۱۸۸۹ھ۔ ۱۸۹۰ھ۔ ۱۸۹۱ھ۔ ۱۸۹۲ھ۔ ۱۸۹۳ھ۔ ۱۸۹۴ھ۔ ۱۸۹۵ھ۔ ۱۸۹۶ھ۔ ۱۸۹۷ھ۔ ۱۸۹۸ھ۔ ۱۸۹۹ھ۔ ۱۹۰۰ھ۔ ۱۹۰۱ھ۔ ۱۹۰۲ھ۔ ۱۹۰۳ھ۔ ۱۹۰۴ھ۔ ۱۹۰۵ھ۔ ۱۹۰۶ھ۔ ۱۹۰۷ھ۔ ۱۹۰۸ھ۔ ۱۹۰۹ھ۔ ۱۹۱۰ھ۔ ۱۹۱۱ھ۔ ۱۹۱۲ھ۔ ۱۹۱۳ھ۔ ۱۹۱۴ھ۔ ۱۹۱۵ھ۔ ۱۹۱۶ھ۔ ۱۹۱۷ھ۔ ۱۹۱۸ھ۔ ۱۹۱۹ھ۔ ۱۹۲۰ھ۔ ۱۹۲۱ھ۔ ۱۹۲۲ھ۔ ۱۹۲۳ھ۔ ۱۹۲۴ھ۔ ۱۹۲۵ھ۔ ۱۹۲۶ھ۔ ۱۹۲۷ھ۔ ۱۹۲۸ھ۔ ۱۹۲۹ھ۔ ۱۹۳۰ھ۔ ۱۹۳۱ھ۔ ۱۹۳۲ھ۔ ۱۹۳۳ھ۔ ۱۹۳۴ھ۔ ۱۹۳۵ھ۔ ۱۹۳۶ھ۔ ۱۹۳۷ھ۔ ۱۹۳۸ھ۔ ۱۹۳۹ھ۔ ۱۹۴۰ھ۔ ۱۹۴۱ھ۔ ۱۹۴۲ھ۔ ۱۹۴۳ھ۔ ۱۹۴۴ھ۔ ۱۹۴۵ھ۔ ۱۹۴۶ھ۔ ۱۹۴۷ھ۔ ۱۹۴۸ھ۔ ۱۹۴۹ھ۔ ۱۹۵۰ھ۔ ۱۹۵۱ھ۔ ۱۹۵۲ھ۔ ۱۹۵۳ھ۔ ۱۹۵۴ھ۔ ۱۹۵۵ھ۔ ۱۹۵۶ھ۔ ۱۹۵۷ھ۔ ۱۹۵۸ھ۔ ۱۹۵۹ھ۔ ۱۹۶۰ھ۔ ۱۹۶۱ھ۔ ۱۹۶۲ھ۔ ۱۹۶۳ھ۔ ۱۹۶۴ھ۔ ۱۹۶۵ھ۔ ۱۹۶۶ھ۔ ۱۹۶۷ھ۔ ۱۹۶۸ھ۔ ۱۹۶۹ھ۔ ۱۹۷۰ھ۔ ۱۹۷۱ھ۔ ۱۹۷۲ھ۔ ۱۹۷۳ھ۔ ۱۹۷۴ھ۔ ۱۹۷۵ھ۔ ۱۹۷۶ھ۔ ۱۹۷۷ھ۔ ۱۹۷۸ھ۔ ۱۹۷۹ھ۔ ۱۹۸۰ھ۔ ۱۹۸۱ھ۔ ۱۹۸۲ھ۔ ۱۹۸۳ھ۔ ۱۹۸۴ھ۔ ۱۹۸۵ھ۔ ۱۹۸۶ھ۔ ۱۹۸۷ھ۔ ۱۹۸۸ھ۔ ۱۹۸۹ھ۔ ۱۹۹۰ھ۔ ۱۹۹۱ھ۔ ۱۹۹۲ھ۔ ۱۹۹۳ھ۔ ۱۹۹۴ھ۔ ۱۹۹۵ھ۔ ۱۹۹۶ھ۔ ۱۹۹۷ھ۔ ۱۹۹۸ھ۔ ۱۹۹۹ھ۔ ۲۰۰۰ھ۔ ۲۰۰۱ھ۔ ۲۰۰۲ھ۔ ۲۰۰۳ھ۔ ۲۰۰۴ھ۔ ۲۰۰۵ھ۔ ۲۰۰۶ھ۔ ۲۰۰۷ھ۔ ۲۰۰۸ھ۔ ۲۰۰۹ھ۔ ۲۰۱۰ھ۔ ۲۰۱۱ھ۔ ۲۰۱۲ھ۔ ۲۰۱۳ھ۔ ۲۰۱۴ھ۔ ۲۰۱۵ھ۔ ۲۰۱۶ھ۔ ۲۰۱۷ھ۔ ۲۰۱۸ھ۔ ۲۰۱۹ھ۔ ۲۰۲۰ھ۔ ۲۰۲۱ھ۔ ۲۰۲۲ھ۔ ۲۰۲۳ھ۔ ۲۰۲۴ھ۔ ۲۰۲۵ھ۔ ۲۰۲۶ھ۔ ۲۰۲۷ھ۔ ۲۰۲۸ھ۔ ۲۰۲۹ھ۔ ۲۰۳۰ھ۔ ۲۰۳۱ھ۔ ۲۰۳۲ھ۔ ۲۰۳۳ھ۔ ۲۰۳۴ھ۔ ۲۰۳۵ھ۔ ۲۰۳۶ھ۔ ۲۰۳۷ھ۔ ۲۰۳۸ھ۔ ۲۰۳۹ھ۔ ۲۰۴۰ھ۔ ۲۰۴۱ھ۔ ۲۰۴۲ھ۔ ۲۰۴۳ھ۔ ۲۰۴۴ھ۔ ۲۰۴۵ھ۔ ۲۰۴۶ھ۔ ۲۰۴۷ھ۔ ۲۰۴۸ھ۔ ۲۰۴۹ھ۔ ۲۰۵۰ھ۔ ۲۰۵۱ھ۔ ۲۰۵۲ھ۔ ۲۰۵۳ھ۔ ۲۰۵۴ھ۔ ۲۰۵۵ھ۔ ۲۰۵۶ھ۔ ۲۰۵۷ھ۔ ۲۰۵۸ھ۔ ۲۰۵۹ھ۔ ۲۰۶۰ھ۔ ۲۰۶۱ھ۔ ۲۰۶۲ھ۔ ۲۰۶۳ھ۔ ۲۰۶۴ھ۔ ۲۰۶۵ھ۔ ۲۰۶۶ھ۔ ۲۰۶۷ھ۔ ۲۰۶۸ھ۔ ۲۰۶۹ھ۔ ۲۰۷۰ھ۔ ۲۰۷۱ھ۔ ۲۰۷۲ھ۔ ۲۰۷۳ھ۔ ۲۰۷۴ھ۔ ۲۰۷۵ھ۔ ۲۰۷۶ھ۔ ۲۰۷۷ھ۔ ۲۰۷۸ھ۔ ۲۰۷۹ھ۔ ۲۰۸۰ھ۔ ۲۰۸۱ھ۔ ۲۰۸۲ھ۔ ۲۰۸۳ھ۔ ۲۰۸۴ھ۔ ۲۰۸۵ھ۔ ۲۰۸۶ھ۔ ۲۰۸۷ھ۔ ۲۰۸۸ھ۔ ۲۰۸۹ھ۔ ۲۰۹۰ھ۔ ۲۰۹۱ھ۔ ۲۰۹۲ھ۔ ۲۰۹۳ھ۔ ۲۰۹۴ھ۔ ۲۰۹۵ھ۔ ۲۰۹۶ھ۔ ۲۰۹۷ھ۔ ۲۰۹۸ھ۔ ۲۰۹۹ھ۔ ۲۱۰۰ھ۔ ۲۱۰۱ھ۔ ۲۱۰۲ھ۔ ۲۱۰۳ھ۔ ۲۱۰۴ھ۔ ۲۱۰۵ھ۔ ۲۱۰۶ھ۔ ۲۱۰۷ھ۔ ۲۱۰۸ھ۔ ۲۱۰۹ھ۔ ۲۱۱۰ھ۔ ۲۱۱۱ھ۔ ۲۱۱۲ھ۔ ۲۱۱۳ھ۔ ۲۱۱۴ھ۔ ۲۱۱۵ھ۔ ۲۱۱۶ھ۔ ۲۱۱۷ھ۔ ۲۱۱۸ھ۔ ۲۱۱۹ھ۔ ۲۱۲۰ھ۔ ۲۱۲۱ھ۔ ۲۱۲۲ھ۔ ۲۱۲۳ھ۔ ۲۱۲۴ھ۔ ۲۱۲۵ھ۔ ۲۱۲۶ھ۔ ۲۱۲۷ھ۔ ۲۱۲۸ھ۔ ۲۱۲۹ھ۔ ۲۱۳۰ھ۔ ۲۱۳۱ھ۔ ۲۱۳۲ھ۔ ۲۱۳۳ھ۔ ۲۱۳۴ھ۔ ۲۱۳۵ھ۔ ۲۱۳۶ھ۔ ۲۱۳۷ھ۔ ۲۱۳۸ھ۔ ۲۱۳۹ھ۔ ۲۱۴۰ھ۔ ۲۱۴۱ھ۔ ۲۱۴۲ھ۔ ۲۱۴۳ھ۔ ۲۱۴۴ھ۔ ۲۱۴۵ھ۔ ۲۱۴۶ھ۔ ۲۱۴۷ھ۔ ۲۱۴۸ھ۔ ۲۱۴۹ھ۔ ۲۱۵۰ھ۔ ۲۱۵۱ھ۔ ۲۱۵۲ھ۔ ۲۱۵۳ھ۔ ۲۱۵۴ھ۔ ۲۱۵۵ھ۔ ۲۱۵۶ھ۔ ۲۱۵۷ھ۔ ۲۱۵۸ھ۔ ۲۱۵۹ھ۔ ۲۱۶۰ھ۔ ۲۱۶۱ھ۔ ۲۱۶۲ھ۔ ۲۱۶۳ھ۔ ۲۱۶۴ھ۔ ۲۱۶۵ھ۔ ۲۱۶۶ھ۔ ۲۱۶۷ھ۔ ۲۱۶۸ھ۔ ۲۱۶۹ھ۔ ۲۱۷۰ھ۔ ۲۱۷۱ھ۔ ۲۱۷۲ھ۔ ۲۱۷۳ھ۔ ۲۱۷۴ھ۔ ۲۱۷۵ھ۔ ۲۱۷۶ھ۔ ۲۱۷۷ھ۔ ۲۱۷۸ھ۔ ۲۱۷۹ھ۔ ۲۱۸۰ھ۔ ۲۱۸۱ھ۔ ۲۱۸۲ھ۔ ۲۱۸۳ھ۔ ۲۱۸۴ھ۔ ۲۱۸۵ھ۔ ۲۱۸۶ھ۔ ۲۱۸۷ھ۔ ۲۱۸۸ھ۔ ۲۱۸۹ھ۔ ۲۱۹۰ھ۔ ۲۱۹۱ھ۔ ۲۱۹۲ھ۔ ۲۱۹۳ھ۔ ۲۱۹۴ھ۔ ۲۱۹۵ھ۔ ۲۱۹۶ھ۔ ۲۱۹۷ھ۔ ۲۱۹۸ھ۔ ۲۱۹۹ھ۔ ۲۲۰۰ھ۔ ۲۲۰۱ھ۔ ۲۲۰۲ھ۔ ۲۲۰۳ھ۔ ۲۲۰۴ھ۔ ۲۲۰۵ھ۔ ۲۲۰۶ھ۔ ۲۲۰۷ھ۔ ۲۲۰۸ھ۔ ۲۲۰۹ھ۔ ۲۲۱۰ھ۔ ۲۲۱۱ھ۔ ۲۲۱۲ھ۔ ۲۲۱۳ھ۔ ۲۲۱۴ھ۔ ۲۲۱۵ھ۔ ۲۲۱۶ھ۔ ۲۲۱۷ھ۔ ۲۲۱۸ھ۔ ۲۲۱۹ھ۔ ۲۲۲۰ھ۔ ۲۲۲۱ھ۔ ۲۲۲۲ھ۔ ۲۲۲۳ھ۔ ۲۲۲۴ھ۔ ۲۲۲۵ھ۔ ۲۲۲۶ھ۔ ۲۲۲۷ھ۔ ۲۲۲۸ھ۔ ۲۲۲۹ھ۔ ۲۲۳۰ھ۔ ۲۲۳۱ھ۔ ۲۲۳۲ھ۔ ۲۲۳۳ھ۔ ۲۲۳۴ھ۔ ۲۲۳۵ھ۔ ۲۲۳۶ھ۔ ۲۲۳۷ھ۔ ۲۲۳۸ھ۔ ۲۲۳۹ھ۔ ۲۲۴۰ھ۔ ۲۲۴۱ھ۔ ۲۲۴۲ھ۔ ۲۲۴۳ھ۔ ۲۲۴۴ھ۔ ۲۲۴۵ھ۔ ۲۲۴۶ھ۔ ۲۲۴۷ھ۔ ۲۲۴۸ھ۔ ۲۲۴۹ھ۔ ۲

بڑی بے سروسامانی کی حالت میں صرف دلولوں اور حوصلوں کے سہارے پر اپنے آبائی مدرسہ کی تجدید کا عزم کیا تھا اور سروسامان سے محرومی، ذاتی اثرات کے فقدان، ارباب زمانہ کے عدم تعاون اور حالات کی ناسازگاری کے باعث شاید مدرسہ کی تجدید کے اعلانات سے بات آگے نہیں بڑھ سکی مولوی سید احمد نے اپنے اسلاف کے رسائل و کتب کی اشاعت کے لئے ایک مکتبہ اور مطبع (دوکان اسلامیہ اور مطبع احمدی) جاری کیا، اسی مطبع سے شائع شدہ ایک کتاب (فیوض الحرمین) کے خاتمہ (۱۰۷-۱۰۸) میں پہلی بار اس مدرسہ کی تعمیر نو اور تجدید کا اعلان کیا، اس اعلان سے اندازہ ہوتا ہے کہ مدرسہ کی عمارت کے کچھ حصے کی تعمیر کر لی تھی مگر اہل کام۔ سلسلہ درس کا آغاز ابھی نہیں ہوا تھا، یہ اعلان محرم ۱۳۰۸ھ (۱۸۹۰ء) میں کیا تھا، اس کے بعد کی مطبوعہ کتابوں کے خاتمے میں وہ مدرسہ کے آغاز کا اعلان اور اعانت کے لئے دعوت دی جاتی رہی مگر کوئی تفصیل کبھی نہیں آئی، یہاں تک کہ ۱۳۱۲/۱۸۹۶ء میں جب مولوی سید عبدالحی ان سے ملے ہیں تو مدرسہ باقی نہیں رہا تھا لکھتے ہیں۔ علیہ

انھوں نے سید احمد نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ ان حضرات کی کتابیں شائع کی جائیں چنانچہ اکثر رسائل چھپوائے ہیں اور باقی چھپ رہے ہیں ایک پریس بھی قائم کیا ہے اب تبار میں خاص حضرت مولانا کے مدرسہ میں ایک مدرسہ بھی قائم کیا تھا، مگر ابنا زمانہ کی بے التفاتی سے وہ ٹوٹ گیا۔

مولوی سید احمد نے مدرسہ کا نام مدرسہ عربیہ تجویز کیا تھا، مطبع کے نام کے ساتھ

”اترا“ متعلق مدرسہ عربیہ لکھا کرتے تھے، کہیں کہیں ”مدرسہ کبندہ شاہ عبدالعزیز صاحب“ بھی لکھتے ہیں کہ ”کی قید مدرسہ شاہ اسحق“ سے امتیاز کے لئے تھی۔

مدرسہ کا نصاب شاہ عبدالرحیم سے لے کر شاہ اسحق کے عہد تک کیا رہا اور اس میں۔ کس نے کیا تبدیلیاں کیں؟ اس پر ہم اپنی کتاب ”حیات شاہ محمد اسحق“ میں تفصیل کے ساتھ شکر کر چکے ہیں، اس لئے یہاں اس داستان کو ختم کرتے ہیں۔

شاہ ولی کے بھائی

شاہ اہل اللہ پھلتی

شاہ عبدالرحیم کی دو شاہیاں ہوئی تھیں پہلی سو فی پت (مشرقی پنجاب) میں ہوئی۔ ان سے ایک صاحب زادہ صاحب الدین ہوئے، دوسری ساٹھ سال کی عمر میں ایک شاگرد مرید شیخ محمد صدیقی پھلتی رت ۱۱۲۵ھ کی صاحب زادہ حضرت اللہ ابیگم سے ہوئی، ان سے دوسرا صاحب زادہ ہوئے، ۱۱۲۵ھ اور شاہ اہل اللہ شاہ ولی اللہ کو جو شہرت حاصل ہوئی وہ بجا طور پر اس کے تھے مگر شاہ اہل اللہ کو متعدد وجوہ سے وہ مقام حاصل نہ ہو سکا جس کے وہ مستحق تھے۔

شاہ اہل اللہ ۱۱۱۹ھ/۱۷۰۶ء میں پھلتی میں پیدا ہوئے، تحصیل، اوس اپنے والد ماجد، بیگ بھائی اور دوسرے اساتذہ سے کی اور دنیاوی تعلیمات اور طب میں ملکہ حاصل کیا۔ ۲۰ سال کی عمر میں والد ماجد سے رحلت کی، اور شاہ اہل طریقہ اخذ کئے، اسی عمر میں اپنے والد کے مکاریب کا ایک مجموعہ مرتب کیا۔ ۱۱۳۱ھ میں والد کے مہارے سے

عالم القل اعلیٰ رز شاہ محمد عاشق بخار شاہ ولی اللہ کے صاحبزادے، ۱۱۷۱ھ میں احمدی احمدی ۹۹۹ء
عالم تلمذ ہندی علی احمد دہلی ۱۱۷۱ھ

ہوئے تو اپنی علمی اور تربیت کی کمی کو اپنے بڑے بھائی سے رفع کیا اور دس سال میں مشغول ہو گئے۔

۱۱۴۳ھ میں جب ان کی عمر ۲۳-۲۴ برس کی تھی، شاہ ولی اللہ نے حج و زیارت اور طلبہ، حدیث کے لئے حرمین شریفین کا عزم کیا تو خلافت کی دستار ان کے سر پر باندھی اور اجازت بحیثیت وارشاد ان کو دی اور حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم قدس سرہ کا جانشین ان کو بنایا اور فرمایا جیہ خرقہ ہم کو حضرت، والد قدس سرہ سے پہنچا تھا، ایسا ہی تم نے ان کو پہنچا دیا، متعلقین کو کہہ دیجئے کہ ان کو بجائے پر بزرگوار سمجھیں۔

مرتب تحصیل علوم سے فراغت کے بعد شاہ اہل اللہ نے باقاعدہ مطابک سلسلہ زریعی، شاہ عبدالرحیم نو دہی جلیب متھے، شاہ ولی اللہ تھے ہیں۔

انہیں شاہ عبدالرحیم کی ہر علم میں کافی دخل تھا اور فنون میں سے کسی فن سے بھی تھوڑا نہ تھا، بظاہر فنون طبع ایشان، بزرگم ہیرہ معتد بہ دانتہ اور بہت بھی تو تھے، ہونا انھیں، گوارا نہیں ہوتا تھا، طب سے تو ان کے فرائض کو خصوصی نسبت تھی۔

تفصیل مرض میں ان کے ذہن کی درازی اور ان کے ملکہ کا ایک عجیب واقعہ بھی انی اللہ نے تحریر فرمایا ہے کہ اسادات بارہہ کے ہی گاؤں میں، آپ شریفین سے راتوں کو نے ایک بیمار کا فاروہ آپ کو دکھایا، آپ نے صرف تاروہ دیکھ کر بغیر نمٹن

۱- تلمذ ہندی علی احمد دہلی ۱۱۷۱ھ عالم باراتی ولایت دافارس (عبارتین) عالم مطبع احمدی دہلی۔
۲- باراتی ولایت دافارس (عبارتین) عالم مطبع احمدی دہلی۔

کی بخش و کچھ اور حالات معلوم کئے فوراً نسخہ لکھ دیا۔ ایک ہندو طبیب نے جو وہاں موجود تھا سوال کیا کہ حضرت! تشخیص مرض بھی فرمائی ہے؟ آپ نے مسکرا کر جواب دیا یہ ایک عورت کا قارورہ ہے جس کا یہ نام ہے، یہ شکل و صورت ہے، یہ اخلاق عادات ہیں یہ یہ شکایات ہیں، ان کے علاوہ بھی اور بہت سے کام جو وہ کرتی ہے ہمیں معلوم ہیں۔“ ہندو طبیب نے بر محل سوال کیا کہ حضرت! یہ باتیں کس طبی کتاب میں کھتی ہیں؟ آپ نے فرمایا جی نہیں یہ طبیب نہیں ہے، یہ ہم علما ان محمد مصطفیٰ علیہ وسلم کی فراست صادقہ ہے۔ شاہ اہل اللہ نے اپنے والد کی مسند مطب کو آکر دیکھا، شاہ عبدالعزیز کا بیان ہے کہ حکمت ہمدرد خاندان مامعول بود ہمارے خاندان میں طبابت کا سلسلہ چنانچہ جد بزرگ وار و عم فقیر می کردند۔ بھی تھا اور میرے دادا اور چچا مطب کرتے تھے ایک اور موقع پر فرمایا ہے

عم من در طب مہارت و کمال داشت میرے چچا طب میں ماہر و کامل تھے۔ مولوی سید ظہیر الدین عروت سید احمد ولی اللہی لکھتے ہیں علیہ

شاہ ولی برادر خرد شاہ اہل اللہ بھی اس خاندان کے ایک فی علم و ایمان شہساز گزے ہیں جو مختلف علوم و فنون میں تبحر رکھتے تھے، علاوہ دینی علوم کے آپ علم ہدیک کے جو ہندوستان کا فن طب ہے بڑے عالم و عامل تھے اور اس فن میں گویا اپنے وقت کے دھنتر وید تھے جن کی تشخیص و تجویز نے ہزاروں بیماروں کو بچ گئے تھے پھر زندگی بخینی۔

علہ ملفوظات عزیزی ص ۱۱۱ طبع مجتبیٰ میرٹھ (۱۳۱۰ھ) علیہ ایضاً ص ۱۱۱

علہ انقاس العارفین، سرورق ص ۱۱۱

معالجہ کا مشغلہ انھوں نے میراث پر ہونے کے علاوہ ایک اشارہ غیبی کی بنا پر بھی اختیار کیا تھا، شاہ عبدالعزیز راوی ہیں کہ

روزے در خواب دیدند کہ شخصے محمدی گوید کہ خدا بیمار است دوا کن حضرت والد ماجد فرمودند در حدیث آید کہ روز قیامت خدا خواہد گفت کہ من مریض شدم دوا کن مری، و اگر سنہ شدم و نشنہ شدم مریاں شدم، آب و طعام و جامہ نداوی بندہ گوید مریا تو منترہ، فرمود کہ فلاں بندہ من بیمار بودہ و اگر سنہ بودہ گویا من بودم۔

شاہ اہل اللہ نے اپنے بھائی کے خواب کی تاویل یہ کی طب کی تحصیل کے بعد مطب نہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے استطاعت کے باوجود بھوکے کو کھانا نہ کھلانا، ممکن ہے شاہ اہل اللہ کے مشغلے کا محرک یہی خواب ہو، ورنہ ہوسکتا ہے وہ بھی بڑے بھائی کی طرح درس و تصنیف اور ارشاد و ہدایت ہی میں صرف ہمت و اذات کرتے۔

وہ دوسرے اطباء کی طرح مریضوں کے معائنہ کے لئے گھروں پر بھی جاسے

علہ ملفوظات عزیزی۔

جاتے تھے۔ ایک بار ایک مریض کے گھر جاتے وقت وہ اپنے بھتیجے شاہ عبدالعزیز کو بھی
جو بچے تھے ساتھ لیتے گئے۔ مریض ایک ذاکر و شافل بزرگ تھے۔ مریض الموت سے
دو چار تھے، غفلت طاری ہو چکی تھی مگر ہاتھ کی انگلیاں اس طرح چلا رہے تھے جیسے
ہاتھ میں تسبیح ہو اور ایک تسبیح پوری کر کے دوسری تسبیح شروع کرتے وقت جس طرح آدم کو
درست کیا جاتا ہے، شاہ اہل اللہ نے حساب کیا تو ٹھیک سو دانے گنے کے بعد وہ امام
کو درست کرتے تھے۔ شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ شاہ اہل اللہ فرمانے لگے نیک کام کا
محاورہ پڑ جانا بھی بڑے کام آتا ہے کہ بے قصد اور بے ہوشی میں بھی وہ کام انجام پا رہا ہے۔
اسی طرح ایک اور "قربہ" کا عجیب واقعہ شاہ عبدالعزیز نے بیان فرمایا
ہے کہ جس زمانے میں ہم لوگ پرانی دہلی میں رہتے تھے، کوچہ انبیاء کے ایک بید صاحب
کے یہاں ایک پوربن بڑھیا بیمار پڑی تھی۔ یہ بڑھیا یہ صاحب کے یہاں ایک لڑائی
کی حیثیت سے پٹی تھی، ان پڑھ تھی اور کبھی نماز کی نگر تک نہیں مارتی تھی آخری وقت آیا
تو پوربی نے جس کیس کچھ ایسے الفاظ اور کہنے لگی جو کسی کی سمجھ میں نہیں آتے تھے، کسی اہل علم
جوائے گئے۔ جب کسی کی سمجھ میں بات نہیں آئی تو چچا جان کو تکلیف دی گئی، آپ نے
غور کر کے سنا تو پہنچا کہ لاتحانی و لاتحری کہہ رہی ہے، آپ نے گھروالوں سے کہا اس سے
یہ پوچھو کہ یہ الفاظ کیوں کہہ رہی ہے۔ بڑی مشکل سے بولی کہ کچھ لوگ کھڑے مجھ سے
یہ الفاظ کہہ رہے ہیں۔ دریافت کیا کہ ان الفاظ کا مطلب کیا ہے، بولی، یہ تو نہیں جانتی
مگر دل کہتا ہے کہ میری تسبیح کے لئے کہہ رہے ہیں۔ کہا گیا کہ ان لوگوں سے یہ پوچھو کہ میرے
کس کام کے صلے میں یہ تسبیح دے رہے ہیں، بھٹوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد بولی، یہ کہہ

رہے ہیں کہ تو نے زندگی میں کوئی نیک کام نہیں کیا، مگر ایک روز میری کے موسم میں تو بار
سے گھومے کروڑوں سے گم کر کے چھاننے لگی تو اس میں سے ایک روپیہ نکلا تھا، پسندیدی
نیت یہ ہوئی کہ روپیہ مفہم کرے کیوں کسی کو اس کی خبر نہیں تھی، مگر پھر اللہ کے خوف سے
تو نے وہ روپیہ دوکان دار کو لے جا کر واپس کر دیا، پس تیری یہ یاد بھاگتی۔ عہدہ

پھلت میں والد کے انتقال کے بعد کچھ مدت ہی شاہ اہل اللہ دہلی میں رہے
اور پھر پھیلائے منتقل ہو کر وہیں منتقل ہو کر سکونت اختیار کر لی، پھلت دہلی سے ۱۰ میل کے فاصلہ
پر ضلع مظفر گڑھ بولی، کا ایک قریب ہے جو شاہ صاحب کا بھائی بھی تھا اور مولیٰ بھی، شاہ
ولی اللہ بھی یہیں پیدا ہوئے تھے۔ اور ابتدائی عمر میں ان کا قیام بھی عموا پھلت رہا تھا۔
شاہ اہل اللہ نے دہلی کا مستقل قیام ترک کر کے پھلت میں سکونت کیوں اختیار

کی تھی؟ اس کا سبب معلوم نہیں ہو سکا لیکن اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ وہ علمی دنیا میں اس
مقام کو اپنا سہم کے وہ مقبول بنے اور انیسویں صدی کے آخری نصف تک شہرت حاصل نہ ہوئی۔
بلکہ ان کے حالات زندگی پر بھی بہرہ و فائدہ اور چند سطر پر یہ زیادہ ان کے سوانح کیسے
نظر نہیں آتے اور یہ حالت اس قدر ہوئی بلکہ آج سے تقریباً ایک صدی قبل اور شاہ صاحب
کے وصال کے ٹھیک سو سال بعد ۱۲۸۰ھ میں اسی خاندان کے ایک متوسل و نیاز مند
صاحبہ الیاء الجلی کو یہ کھانا پڑا کہ عہدہ

وکان لولی اللہ الخ لیسعی الشیخ شاہ ولی اللہ کے ایک بھائی بھی تھے
عہدہ فضوفاات عزیزی صلا۔ عہدہ وہ کو جس میں شاہ ولی اللہ کی ولادت ہوئی تھی ایک محفوظ و مقفل سے
سال میں ایک بار کھولا جاتا ہے، ہم نے ۱۳۷۰ھ اور ۱۳۷۱ھ میں اس کی زیارت کی ہے۔ عہدہ روضۃ القیوم بحوالہ اردو
کٹر مشہور عہدہ الیاء الجلی من سائید الخ عبدالغنی الرحمن ترمذی جید پرقی پرین دہلی ۱۳۷۲ھ صلا
عہدہ کو مولیٰ شاہ صاحب کا طول عرض ۱۱ x ۱۱ فٹ ہے۔ ۱۲-۱۳

اہل اللہ کان اہل اللہ و اہل
 العلم بلہ لم یبلغنی خبرہ فوق
 ان لکتاباً۔
 جن کا نام شاہ اہل اللہ تھا، جو ایک خدا
 اور صاحب علم بزرگ تھے، مجھ ان کے
 حالات اس سے زیادہ معلوم نہیں کر ان
 کی ایک تصنیف ہے۔

حال آن کہ اس کتاب میں اس خاندان کے دوسرے ارکان کے حالات کسی قدر
 وضاحت و تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔

مولوی فقیر محمد علی اسی خاندان کے تلامذہ میں سے تھے، انھوں نے اسلاف
 کے تراجم پر مشتمل حدائق الخفیہ لکھی مگر شاہ اہل اللہ کے ذکر خیر سے محروم رہ گئے، حالانکہ
 شاہ ولی اللہ کے برعکس شاہ اہل اللہ کی حقیقت میں بحال کلام نہیں ہے بلکہ وہ مسلک
 امام اعظم کی حمایت و نصرت میں جاق و چوبند تھے، اور اسی جرم میں اہل حدیث مومنین نے
 انھیں نظر انداز کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

خود اسی خاندان کے ایک رکن مولوی سید احمد ولی اللہی کو شاہ اہل اللہ کی ایک
 کتاب شائع کرتے وقت ایچ کا تعارف یوں کر لکھا تھا:

”شاہ اہل اللہ بھی اسی خاندان کے ایک ذی علم اور باکمالی شخص گویے ہیں“

بہر حال شاہ اہل اللہ مستقبل اپنے نام نہال پھلت میں مقیم ہو گئے تھے وہاں ان کا
 ذریعہ معاش ممکن ہے جاگہ ہو، ان کے نام نہال میں سلطان سکندری ۱۶۱۶ء کے
 وقت سے زمیں داری علی آئی تھی جو شاہ اہل اللہ کے نانا شیخ محمد پھلتی کے بزرگوں کو ملی
 تھی۔ اس کے علاوہ خود ان کے دادا حیدر کو بھی جاگیر ملی ہوئی تھی، ۱۶۵۵ء میں جب

علہ ہولاریق الولايت و النفاس اعارین (مطبع احمدی دہلی) مطبوعہ المعارف لاہور ص ۳۵۸

محمد شاہ آبادی نے پانچواں حملہ دہلی پر کیا تو ساری جاگیریں ضبط کر لی تھیں شاہ ولی اللہ
 یہ خط میں لکھتے ہیں:۔

ل تمنائے اکثر سے ضبط شد الا آل
 بہت سوں کی جاگیروں کی اسناد ضبط
 تمنائے میں جانب کو و تخط کردہ وارہ
 کر لی گئیں مگر میری سند اپنے دست خط
 کر کے واپس کر دی۔

ایک زمانے میں شاہ ابوسعید بریلوی نے یا ان کے توسط سے کسی اور صاحب شاہ صاحب کا
 وظیفہ مقرر کر دیا تھا جس کے شکریہ میں شاہ اہل اللہ نے ان کو کھانا۔ ع
 میں نیاز مند را از فکر معاش نجات
 آپ نے مجھے فکر معاش سے نجات
 بخشید۔ دلائی ہے۔

پھر دعا کے بعد لکھتے ہیں:

حسب الایما خط شکر گزاری بجان
 آپ کے ارشاد کے مطابق خاں صاحب
 رفعت نشان مرقوم شدہ
 کو شکریے کا خط لکھ دیا ہے۔

اس کے بعد ایک دوسرے خط میں پھر شکریہ ادا کرتے ہیں۔

احوال یومیر کہ از توجہ و جہہ صورت گرفتہ است بفضل الہی تا حال جاری ست نیاز مند
 با دیگر کس کو کو خود طرب اللسان شکر گزاری ست۔

شاہ صاحب کا وصال ۱۱۸۶ھ میں پھلت میں ہوا اور وہیں درگاہ کے احاطہ کے
 باہر مدفون ہوئے۔

علہ شاہ ولی اللہ کے سیاسی کتب و کتابت کتب و دار دوم مطبع ۱۹۹۹ء۔ عکس کتب و المعارف مطبع انوار العلوم
 سہارنپور ۱۳۸۰ھ۔ عکس کتب و المعارف۔ مطبع درگاہ ایک احاطہ کا نام ہے جس میں چار عزائم ہیں ایک شاہ،
 محمد عاشق کا اور دوسرا شاہ محمد خان کا تیسرا شاہ محمد عین شاہ اہل اللہ کا چوتھے مزاح کے شوق میں اظہار حالت حال نہ ہو سکی۔

شاہ اہل اللہ کے چند بزرگ ہیں۔ ان کے بارے میں موجود ہیں، اور ان کے بارے میں
 اس کا قصہ شاہ ولی اللہ نے یہ بیان کیا ہے کہ والد نے فرمایا ایک بار بخار کے تسلسل سے
 میری حالت غیر ہو گئی، ایک دن خواہہ میں نا ادرش عبد العزیز شکر (نظر آئے اور انھوں
 نے فرمایا کہ حضور تشریف لارہے ہیں، پھر حضور تشریف لے آئے اور فرمایا میرے بیٹے
 کیا حال ہے؟ میں اس شاہ شہافت، درجہ ستائے اور کو کو کھ کر فطرت سے اور وجہ
 یہ تا کر کہ روتے روتے میرا نے مجھے اپنی آغوش میں لے لیا، میرا یہ آپ کے حینہ مبارک
 سے لگا ہوا تھا اور میرے اسٹو سے آپ کا ہر ہر مبارک تر ہو گیا، جب یہ کیفیت
 کم ہوئی تو مجھے خیال آیا کہ کاش ہر مبارک عطا فرمادے، اس خیال کی اطلاع پاکر
 آپ نے ریش مبارک پر ہاتھ بھیرا اور دو مور مبارک مجھے عطا فرمائے، میں نے بیدار
 ہو کر وہ دو مور مبارک اپنے تکیہ کے نیچے پائے بخار اتر گیا تھا مگر فروغ باقی ہو چکا
 میں دوڑ ہو گئی شاہ عبدالرحیم نے ان میں سے ایک موت مبارک شاہ ولی اللہ کو عطا فرما
 دیا تھا۔ اور دوسرا شاہ اہل اللہ کو، دوسری میں اس مور مبارک کی کہ اللہ زیارت کو آئی
 باقی تھی مولانا فضل رسول بدایونی کا بیان ہے کہ مور مبارک شاہ ولی اللہ کو زیارت کے
 لئے اس سے باہر شاہ اسماعیل اپنے سر پر اٹھا کر لائے تھے۔

شاہ اہل اللہ کے حینہ میں جو مور مبارک آیا تھا وہ اپنے ساتھ چھلتے
 گئے تھے اور وہاں محفوظ رکھ دیا ایک عند وقت ہے کہ میں ایک شیشی سے جس میں
 روئی کے اوپر مور مبارک رکھا ہوا ہے، اور اب چھلتے کا بیان ہے کہ یہ روئی شیشی

لے نکالے، الحائنین والہدائین۔ علیہ البوارق الحمد للہ رحمہ اللہ طبع ۱۲۶۵ھ

اور منہ روتے وہی ہے جو شاہ اہل اللہ کے دور میں تھے۔

۴۔ مصحف مبارک، بخط طفوی میں ایک مصحف کلام مجید ہے جس کا عرض تقریباً
 ۱۰ انچ و طول تقریباً ۱۰ انچ ۵/۸ فٹ ہے، غالباً عبد الباقی بن لکھا گیا ہے مصحف
 شاہ اہل اللہ کو اپنے فادہ خیال سے ورثہ میں ملا تھا یا انہماں سے پہلو ہوا ہو سکتا۔
 شاہ اہل اللہ نے لکھا ہے کہ ان کے ناما شیخ محمد بھٹائی پر شیخ آدم بنوری کے خلفا
 میں سے ایک بزرگ شیخ بدایہ بہت جبران تھے انھوں نے وصال کے وقت
 وصیت کی تھی کہ ان کا حوت شیخ محمد کو دیا جائے مگر یہ شیخ فوت ہو گیا
 شاہ اہل اللہ کو ورثہ میں ملا ہوا، اعلیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

۵۔ نعل مبارک، ملائی کی ایک ملاط، کھڑوں، درجہ ستائے نہیں، غالباً دوسرا طاق شاہ
 ولی اللہ کو دیا گیا ہوگا۔ نعل مبارک کیس ذات گرامی سے منسوب رکھا ہے، اس
 کی تحقیقات کا اتفاق نہیں ہوا۔

۶۔ قدم شریف، اس کی بھی تفصیل حاصل کرنے کی توفیق نہیں ہوئی حضرت شاہ اہل
 کا قیام اپنے ناما شیخ محمد کے یہاں تھا، اس کی وجہ سے تیر بزرگات شاہ اہل کے
 انھوں نے قبضے میں ہونے کے بجائے شیخ بزرگ کے اخلاف کے قبضے میں رہا۔

۷۔ ایک مصحف کلام مجید، قلمی جس پر حاشیہ میں آیا ہے سورہ کی شان نزول مناسب طور پر
 تحریر تھی مولانا عاشق الہی مرعشی نے مولانا محمد حسین بنیر شاہ رفیع الدین کا نسخہ
 فرستادہ اللہ صاحب سے حاصل کر کے شائع کر دیا انھوں نے مقدمہ میں اس کا ذکر کیا ہے
 دکتوب مولوی حکیم انیس احمد صدیقی بمقام اقم اندرون۔

علیہ مولوی حکیم انیس احمد صدیقی کا بیان ہے کہ حوت تقریباً ۱۰ انچ ۵/۸ فٹ ہے۔

اخلاف | شاہ صاحب کے ایک صاحب زادے شاہ مقرب اللہ تھے۔ افسوس ہے کہ ان کے متعلق صرف اس قدر معلوم ہے کہ ۱۱۶۷ھ میں جب شاہ ولی اللہ کا دہلی میں سال ہوا تو وہ دوسرے اعزہ پھلتے خصوصاً اپنے والد کے ساتھ اس وقت دہلی میں تھے علیہ نیز حیات دہلی میں شاہ اہل اللہ کے نام شاہ عبدالعزیز کا عربی میں ایک خط ہے جس میں ان کے یہاں ایک بچے کی ولادت پر مبارک باد دی ہے جس میں دعائیں انعام سے تھیں ہوتا ہے کہ وہ نومولود مقرب اللہ تھے، اطال عمر داسعدہ وجعلہ مقرب جناب اللہ دربارہ فی ظل اہل اللہ ۲۲۵

شاہ مقرب اللہ کے صاحب زادے شاہ معظم اللہ تھے ان کے صاحب زادے شاہ معظم اللہ تھے جن سے شاہ محمد اسحق دھلوی نے صاحب زادی منسوب تھیں اور ۱۱۵۵ھ میں جب شاہ اعلیٰ نے مکہ معظمہ ہجرت کی تو وہ بھی شاہ صاحب کے ساتھ ہی تھے، حافظ بھی تھے ان کا ایک فرزند مولوی عبدالرحمن تھے، مولانا عبید اللہ سندھی نے شاہ ولی اللہ کی کتاب المسویٰ شرح الموطا کا مخطوطان ہی مولوی عبدالرحمن کے ورثا سے حاصل کیا تھا مولانا سندھی نے المسویٰ کے نام میں شاہ ولی اللہ کی ایک نسخہ بھی نقل کی ہے جو شیخ بار اللہ بن عبدالرحیم ساکن پنجاب کو عطا ہوئی تھی، یہ نسخہ بھی مولانا کو ورثا مولوی عبدالرحمن سے حاصل ہوئی تھی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ محمد اسحق اپنے ساتھ اپنے خاندانی نوادر چھاپیں شاہ

علیہ کتبات المعارف۔ علیہ مقالات طریقت میں ان کا نام محمد معظم اور عرف مولوی محمدی، لکھا ہے ۲۲۴

۲۲۵ مقالات طریقت ۲۲۴

۲۲۶ مکہ معظمہ میں آپ (شاہ یعقوب) کے خلیفہ اور جانشین ہیں۔ خدا تعالیٰ سلامت بکرامت رکھے۔ مقالات ۲۲۳

عبدالعزیز کا نواسہ اور جانشین ہونے کی حیثیت سے ملے ہوں گے ملے گئے تھے، شاہ اسحق کے وصال کے بعد ظاہر ہے کہ وہ ان کے نواسوں سے ملے ہوں گے۔ پتہ نہیں یہ نوادر اور تبرکات اب کس کے قبضے میں ہیں۔

شاہ اہل اللہ کے ایک اور صاحب زادے تھے جن کا نام پھلت کے بزرگوں کی زبانی روایت کی بنا پر محمد عمر تھا ان کا مزار بھی درگاہ میں ہے، اس سے زیادہ حال معلوم نہ ہو سکا۔ البتہ ان کے دو صاحب زادوں (۱) مولوی محمد یوسف (۲) اور مولوی محمد عثمان کا ذکر سید احمد شہید کی تحریک جہاد کے سلسلے میں آتا ہے۔

سید احمد شہید جب ۱۸۱۸ء میں نواب امیر خاں بانی ٹونک سے منقطع ہو کر دھلی آئے تو بیعت کا سلسلہ شروع ہوا، اولین بیعت کرنے والوں میں مولوی محمد یوسف پھلتی تھے جو شاہ اہل کے پوتے تھے۔ سید صاحب کا شہرہ کن کر شاہ اسماعیل اور مولوی عبداللہ بدھانی نے مولوی یوسف سے کہا تھا کہ پہلے تم بیعت کرو اور جو فیوض و برکات حاصل ہوں ان کی تفصیل ہمیں بتاؤ تو پھر ہم بھی بیعت کریں گے، چنانچہ مولوی محمد یوسف سید صاحب سے بیعت ہوئے اور زندگی کے آخری سانس تک سید صاحب کے رفیق و معتمد، مشیر، خزانہ دار، دربار و غریب رہے۔ ہندوستان کے لئے فرج میں ساتھ تھے اور پھر ساتھ ہی سرحد کی طرف ہجرت کی اور جہاد میں شریک رہے۔ شوال ۱۲۳۲ھ / ۱۸۲۴ء میں اوچ (نزد سوات) میں انتقال فرمایا۔ سید صاحب نے فرمایا مولوی صاحب (یوسف جی) لشکر اسلام کے تعلق تھے۔ علیہ

۱۱۷ منظومہ اسماعیلی احوال اخذ از اخبار از جعفر علی نقوی دخطوط کتب خانہ سعیدیلوگ۔ و مخزن

۱۱۸ مولوی محمد علی رائے بریلوی ۱۳۰۰ جماعت مجاہدین انعام رسول ہر۔

مولوی محمد یوسف کے دوسرے بھائی مولوی محمد عثمان تھے۔ نور اللہ شاہ میں جب سید صاحب یوپی کا دورہ کرتے ہوئے پھلتا پہنچے تو جن حضرات نے سید صاحب کی دعوت کی تھی ان میں مولوی محمد عثمان بھی تھے۔

تالیفات

انفاسِ حمیمیہ | شاہ اہل اللہ کی یہ سب سے پہلی تالیف ہے۔ کیونکہ یہ ان کے والد شاہ عبدالرحیم کے خطوط کا مجموعہ ہے جو انھوں نے والد کی حیات ہی میں ۱۲۸۴ء سے پہلے جمع کرائے تھے، ورنہ ان کی فطرت سے بھی یہ مجموعہ گزر چکا تھا اور انھوں نے اس کی ترتیب کی تاہم یہ کہتی ہے۔

یہ مجموعہ مطبع احمدی دہلی اور مطبع مجتہائی دہلی سے طبع ہو چکا ہے۔

تخریج احادیثِ حدیث | شاہ عبدالغنی مجددی کے شاگرد مولوی محمد عیسیٰ توبتی ایلیانہ انجمن تالیفات، ۱۲۸۰ھ میں لکھے تھے۔

علیہ ایلیانہ انجمن تالیفات۔ اسی بنیاد پر ہم نے شروع میں یہ عرض کیا تھا کہ جنس کو یہ خیال غلط ہے کہ انھوں نے اپنے بڑے بھائی شاہ ولی اللہ سے تعلیم حاصل کی تھی۔ شاہ ولی اللہ ۱۱۱۴ھ میں پیدا ہوئے تھے اور شاہ عبدالرحیم کی وفات ۱۱۳۱ھ میں ہوئی تھی۔ شاہ اہل اللہ اگر بڑے بھائی کی ولادت کے تقریباً دو سال بعد ۱۱۱۶ھ میں پیدا ہوئے ہوں گے تو ۱۱۳۱ھ میں تقریباً ۱۵ سال کے ہوں گے۔ اور اس قابل ہوں گے کہ وہ لکھنے کی خطوط کی اہمیت کو سمجھ سکیں، ان کی جمع و تدوین کی فکر کریں اور دیکھیں انھیں اس ذوقِ جمعی ۱۱۳۱ھ سال سے کم کی عمر میں عام حالت میں آدمی اس قوم کے کاموں کا اہل ہوتا ہے نہ اس کی اہمیت کو سمجھتا ہے، اگر ہمارا یہ تیسرا صحیح ہے یعنی وہ اپنے بڑے بھائی سے تقریباً دو سال چھوٹے تھے تو مؤرخین کو یہ توں بھی غلط ہے کہ انھوں نے دو سال بڑے بھائی سے تعلیمِ علم کی تھی اور وہ بھی والد کی حیات میں، پھر نہ تو اس قول کا کوئی آئندہ بیان کیا گیا ہے نہ شاہ ولی اللہ نے اس کا ذکر کیا ہے، یہ فرض سمجھا ہے کہ سترہ سال کی عمر میں والد کی وفات کے بعد وہ سند درس پر بیٹھے۔

یہ ان لوی اللہ اخ سیسی الشیخ
 اہل اللہ کان من اللہ و اہل
 علم بہ لم یبلغنی من خیر
 یوق ان لہ کتاباً لطیفاً فی تخریج
 حدیث اھدایہ سرائیت
 باب الابواب الاربعہ مختصلاً
 سہ کلمات جامعہ بکثر نفعہا
 شاہ ولی اللہ کے ایک بھائی بھی تھے
 جن کا نام شیخ اہل اللہ تھا اور جو
 اہل اللہ اور صاحب علم تھے مجھے
 ان کے حالات کا اس سے زیادہ پتہ نہیں
 ہے کہ انھوں نے ایک بڑی نفیس کتاب
 لکھی ہے جس میں ہدایہ کی حدیثوں کی تخریج
 کی ہے میں نے اس کتاب کے چار باب
 دیکھے ہیں یہ ایک مختصر کتاب ہے جس
 میں الفاظ کم اور منافع زیادہ ہیں۔

ایلیانہ انجمن کے علاوہ اس کتاب کا کہیں تذکرہ دیکھنے میں نہیں آیا۔ بہر حال
 انجمن نے خود دیکھی تھی اس نے کتاب کے وجود میں شک ہی نہیں ہے۔

تحفہ ہدایہ | یہ مشہور کتاب ہدایہ کا خلاصہ ہے، خلاصہ اس طرح کیا ہے کہ
 نسخہ کے مناقشات حتیٰ کے صاحبین امام اعظم کے اختلافات تک ذکر نہیں کیا
 نہ امام اعظم کے مسلک فقہی کو پیش کیا ہے اور اس کی تائید میں حدیثیں اور
 سنہ ایک حاکم کی احادیث نقل کی ہیں۔ اس کتاب کا ایک مختصر نسخہ عبدالرشید مرحوم
 مولوی یحییٰ کے پاس تھا جس کی خصوصیت یہ تھی کہ مولوی عبدالقیوم محدث
 نوئی کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ مولوی عبدالرشید کا بیان ہے کہ اس کتاب کے
 نسخہ خطوط کتب خانہ نواب حبیب الرحمن خاں مشروانی، کتب خانہ صفیہ
 در مولانا عبدالعزیز ممبئی کے پاس ہیں۔

اصول فقہ | مختصر مفید رسالہ بھی مولوی عبدالرشید کے پاس تھا جو ان کے والد مولوی محمد یسین مرحوم بریلوی بنگلہ میں ایک قلمی نسخے سے نقل کیا تھا۔

تفسیر قرآن | عربی زبان میں شاہ صاحب نے قرآن کی یہ تفسیر قدیم مفسرین کے انداز پر اور اباب تصوف کے مذاق کو ملحوظ رکھ کر کی ہے، اس کا ایک مخطوط ریاست ٹونک کے کتب خانہ سعیدی میں محفوظ ہے۔

چهار باب | یہ فارسی زبان میں ۵۰ صفحات کا ایک رسالہ ہے جو چار ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اول در بیان عقائد کے دو اہل سنت آں بہر مسلمان لازم است

باب دوم در بیان آنچه علی آں فرض باد واجب یا مستحب یا محرم است

باب سوم در فضائل اعمال

باب چہارم بعضے از نصائح

یہ رسالہ پہلی بار ۱۲۵۸ھ میں مطبع مصطفائی کھنڈ سے شائع ہوا تھا۔

کنز الدقائق کا ترجمہ فارسی | شاہ صاحب نے فقہ کی مشہور کتاب کنز الدقائق کا بھی فارسی ترجمہ کیا تھا، یہ ترجمہ اب تک طبع نہیں ہوا، مگر مولوی محمد احسن نالوتوی نے اس فارسی ترجمہ کا جو اردو ترجمہ کیا تھا وہ مطبع صدیقی بریلی سے ۱۲۸۴ھ میں چھپا تھا۔ اس ترجمہ کی دوسری اشاعت ترجمہ کی نظر ثانی کے بعد مطبع مہتابی دہلی سے اور تیسری اشاعت مطبع قیومی کانپور ۱۹۱۶ء میں ہوئی تھی۔

۱۔ ساروت جلد ۱۱ شمارہ ۵۱۰ مولوی عبدالرشید بریلوی، کتب خانہ سعیدیہ ٹونک۔

۲۔ مولانا محمد احسن نالوتوی، انپرنس محمد ابوب قاری، لاہور، سندھو

ترجمہ موجز القانون فارسی | شاہ صاحب نے شیخ الرئیس کے قانون کی مشہور تسمکملہ یونانی تسمکملہ ہندی | تلخیص موجز القانون (از علاء الدین علی بن خرم القرطبی) کا عربی سے اردو میں ترجمہ کیا تھا۔ مگر اس کتاب کے کسی مخطوطے کا ذکر دیکھنے میں نہیں آیا اس کے وجود کا علم بھی اس کے دو مکملوں سے ہوا ہے، جو تسمکملہ یونانی اور تسمکملہ ہندی کے نام سے بزرگیم کے مشہور کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں اور اب بھی ہمو چکے ہیں۔

تسمکملہ یونانی کے آغاز میں لکھتے ہیں کہ موجز کے ترجمہ فارسی سے فراغت کے بعد میں نے سوچا کہ سنبھائے یونانی کو بھی جمع کر دو۔ اس کتاب کا جو مخطوط کتب خانہ آصفیہ میں ہے اس کے اوراق ۱۸ ہیں۔ تسمکملہ ہندی کے آغاز میں فرماتے ہیں تسمکملہ یونانی کے ساتھ میں نے سوچا کہ آدویہ ہندی بھی مرتب کر دوں، آصفیہ، اوراق ۴۲، یہ کتاب مولی سید ظہیر الدین عروت سید احمد ولی الہی نے مطبع احمدی متعلقہ مدرسہ عزیز یہ سے شائع کر دی تھی، سن طبع عمریزی کی دیگر مطبوعات کی طرح اس پر بھی درج نہیں ہے۔ دیکھیں اس کے سن طباعت کی تحقیق یوں کی جاسکتی ہے کہ صاحب نزہۃ النواظر جب ۱۸۹۴ء میں مولوی سید احمد سے دہلی میں ملے تھے تو یہ کتاب زیر طباعت تھی اوہل اور اس کے اطراف مولانا سید عبدالحمید صاحب ۸۰ صفحات کے کتاب کے آخر میں شاہ اہل اللہ کے حالات بھی تحریر کئے گئے جو میرے علم کے مطابق سب سے مستند اور مفصل تحریر ہے۔

فوائد | مولوی سید احمد ولی الہی لکھتے ہیں: ایک رسالہ معنون بہ فوائد آپ کی تصنیف ہے، اس میں طریقت کے معارف اور حقیقت کے اسرار بیان کئے گئے ہیں۔

چند مکاتیب | شاہ اہل اللہ کے انداز تحریر اور فارسی انشاء کے نمونے کے طور پر جسے تسمکملہ ہندی مطبع احمدی دہلی۔

دل میں ان کے چند مکاتیب، مکتوبات المعارف سے نقل کئے جاتے ہیں۔
مکتوب:

حضرت شاہ اہل اللہ پھلتی برادر خور و حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی

بنام شاہک ابوسعید حسنی

خدمت حقانق و معارف آگاہ فضیلت و کمالات و سنگاہ سیدنا سید ابوسعید
جیو سہم اللہ و انعام — از فقیر اہل اللہ بعد از سلام ملتس است کہ خط بھیت منظر سید
آنچہ از راہ مہربانی و شفقت کہ در بارہ این فقیر مہذول میدارد غنایات و توجہات
ظاہری و باطنی مصروف فرمودند شکر آن یکدام زمان بیان نموده آید۔۔۔۔

حضرت سبحانہ و تعالیٰ ترقیات دارین و کمالات کونین انصیب آن باذل نفسہ
فی مروضات اللہ گردان چنانچہ این نیازمند را از فکر معاش و نجات بخشیدند و جل و علا
از جمیع حاجات از دین و دنیا ذات سامی را خلاص و نجات عنایت فرمایند —
توقع آنست کہ این درد کہ پرخشی رام حوالہ شدہ است بوضیح جریان داده شود کہ اینجا
باب دیگر کہ گنہ بزرگ کلفت میسر آمدہ باشد ماہ بہ ماہ جزا و ثقت بدست می آمدہ باشد زیادہ چہ
و ہر چہ صلاح دید صاحب کدو بہتر است۔ خدمت میان محمد عتیق جیو سلام رسد۔
حسب الایمانے خط شکر گزار ہی بخوان نعت نشان مرقوم شدہ اگر نا سب دانند
بگردانند۔

ایک مکتوب گرامی میں حضرت شاہ اہل اللہ حضرت رائے بہلولی کو تحریر فرماتے ہیں:
(۱)۔ احوال یومیہ کہ ان توجہ و جہیہ صورت گرفتہ است بفضل الہی تا حال تحریر جاری

است و این نیازمند با دیگر کس و کوسے خود رطب اللسان شکر گزاری است
اللہ تعالیٰ ویرگاہ سلامت دار و فقیر زادہ محمد مقرب اللہ سلام نیاز می رساند۔
زیادہ چہ نوید۔

۲۲۔ مکتوب حضرت شاہ اہل اللہ بنام شاہ ابواللیث حسنی ملقب بہ ابو العیش فرزند
حضرت شاہ ابوسعید حسنی!

عزیز القدر سیادت مرتبت سید ابو العیش سلمہ ربہ بعد از سلام شوق الیتام مطالعہ
نمائند کہ شوق و دیدار ایشان از استماع مساوات مندی شان زبانی والدین بزرگوار
بجہ کماں است۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ بعافیت طرفین و خیریت جانبین ملاقات
مسترسہ آیات میسر فرماید۔ یقین است کہ باشتغال غلو م ظاہری و کھس
سلوک باطنی از جناب قبلہ گاد خود کہ مجمع کمالات دارین، از شوق خواہید بود کہ
کہ بزرگ زادہ خاندان عالیہ را از یہ ہر دو چیز ناگزیر است۔ زیادہ بجز شوق و
وعادہ نوید۔

نصائح: شاہ اہل اللہ نے فرمایا کہ آپ چہار باب عیش میں آخری (چونیس) باب میں جو حضرت
نصائح کھس ہیں، ان میں سے نقل کئے جاتے ہیں:

زندگانی چند روز سنت بعد از کدو
خیر گزشتہ است از بہترین ایام عداوت
کسی سے عداوت اور دشمنی نہ رکھیں اور کسی
نصیر صاعیبا ایک فرقہ خاص را علانید
کسی سے کدو عیب نہ کہیں اور اسے بزرگ کہیں

صباح مہظہن کھنڈ ۲۵۵ دگر تم بیان دھایا راجہ مرتبہ پروفیسر محمد یوسف قادری سے نقل کر رہے ہیں۔

ذکر نکنند و تا تو انہ پر کے حمد نہ بند و
 دروغ بے فائدہ بر زبان نیاوندن
 بعد کے بر کے فرسانند و خود را از نعل
 و جہن تا تو انہ پاک گردانند و بیا پھر
 رضائے اللہ تعالیٰ ست راضی باشند
 و خود را بزرگ ترین و کلاں نشانند و غرور
 نخوت را در دل نہ نہند و تا تو انہ
 در اصلاح عالم بکوشند و در میان بیچ
 کس نفیض و فساد نیندازند و دلائل حلال
 و صدق مقال و استقامت احوال
 سعی کلی نمایند کہ سر جمیع طاعات و سنن
 جملہ عبادات است و از کلمہ غیر در حق
 خویش و بیگانہ باز نہمانند و در امر معروف
 و نہی عن المنکر سعی بلین گمانند و اگر نتوانند
 بدل ناخوش دارند و خود مکرکب آن
 نشوند

ایام حیات و صحت غرض غنیمت
 اپنی زندگی اور زندگی کو غنیمت سمجھیں بے

شمارند بغیر ضرورت تمام در ہلکہ نہفتند
 گر مریض شوند پیش طبیب حاذق بروند
 اختیار در دست اور بند و دستبند
 و غذا مخالفت نہ نمایند و بے طور خطائے
 ناحش طبیب و مگر نہ طلبند

در شادی غم و غصہ چنان نکلند
 نہ بار دیگر نہامت آن کشند و در وقت
 غضب غمان خود بگج نہ چنان حرف
 سخت نگویند کہ اگر با ہم موافقت
 شود خجست ازال کنند

در غنائے داف و فقر مفرط تا تو انہ
 را خلاق قدیم خود گردانند و بدولت خود
 چندان نمانند و از غرمت و فقر خوش چندان
 نہ لند کہ گردون گردان ست و جہاں
 رنج و رامت گیتی ہر جان دل مشو خرم
 کہ آئین جہاں گاہے چنین گاہے چنان باشند

ضرورت ہلاکت میں نہ پڑیں اگر مریض
 ہو جائیں تو کسی طبیب حاذق کے پاس
 جائیں اور اس کے ہاتھ میں اختیار دیدیں اور
 احتیاط و دوا اور پیریز کے باب میں اس کی
 ہدایات کی خلاف ورزی نہ کریں، اور
 جب تک اس طبیب سے کھلی کھلی کوئی
 غلطی نہ ہو جائے دوسرے طبیب نہ بدلیں۔
 خوشی، رنج اور غصے کی حالت میں کوئی
 ایسا کام نہ کریں کہ دوسری بار اس کی
 نہامت اٹھانی پڑے اور غصے میں خود پر
 قابو رکھیں، مقابل سے کوئی ایسی بات
 نہ کہیں کہ دوبارہ اتفاق اور با ہم صلح ہو جائے
 تو اس سخت بات کہہ دینے کی شرم محسوس ہو۔
 دولت کی ریل میں اور فقر و فاقہ میں جہاں
 ہمک ہو سکے اپنے پہلے کے عادات اطوار
 میں فرق نہ اٹھائی، نہ اپنی دولت پر
 اتراؤں، نہ تنگ دستی و پریشان حالی سے
 پست ہمت ہوں کہ آسان گردش میں رہتا
 ہے اور نہ اس میں انقلاب آتے رہتے ہیں۔

رہل آپ کی حالت بدل سکتی ہے)

زرخ دراحت گیتی مرزاں دل مشو نرم
کہ آئین جہاں کا جس کا ہے پناں باشد
ہر جگہ اور ہر مقام کے باہم گفتگو اور نشست
برخاست کے طور طریق کا خیال رکھنا ضروری

اور لازمی ہے، خاص طور پر عام محفلوں
میں ان طور طریقوں کا لحاظ رکھنے کی ہر
ممکن کوشش کریں اور اس کا اہتمام کریں
کہ کسی شخص سے برعکاست اور مبہودہ حرکت

سرزد نہ ہونے پائے اور کسی بات میں
شرکاء محفل کے خلاف طبیعت کام نہ کریں
اور صدرِ مہم کی خاطر داری کو دائم ترین ضرورت
میں شمار کریں۔ اور اگر خود میزبان تو ہر شخص
کی ہیئت کے مطابق اس کی تعظیم و تکریم
لحاظ رکھیں اور سب سے تامل کرنی ایسی بات نہ
کہیں نہ کوئی ایسا کام کریں جو محفل کے
خاص و عوام پر گراں گزرے۔

محفل و ہر شہزادہ کی اور کچھ اور کچھ پر ہر شہزادہ
صفات میں ممکن یہ تجربات کی شریعت عقلی

کی محبت اور علوم عقلیہ و منطقیہ و فلسفہ حاصل
کرنے سے ترقی کر سکتی ہیں اگر آدمی کو چاہیے
کہ یہ کوشش کرے کہ اس کے قواعد عقلیہ
ضروری و فوری تر ہوتے جائیں اور کوشش
اور محنت سے اس کو عقل مند میں شامل کرنا
چاہیے نہ ناگجھوں اور تبصروں کے گروہ
میں محسوس ہوئے کے بچا چاہیے۔

رعایت و آداب گفت و شنفت
نشست و ہر نشست ہر جا و ہر مکان
ضروری و لازم است خصوصاً در مجالس
عامہ کہ در مرغی و عاشق آن جہد تبلیغ نمایند
و محافطت تمام کنند کہ از بیچ کسی سخن
بہ ہائیکرت لغو سرزد و نشوود و بیچ
سر سے محافطت اہل مجلس رواند اند
و رعایت مرضی رئیس آن را از ہم ضروری
شمارند و اگر خود سالار مجلس باشند
احوال ہر کس موافق قدر و توقیر و تکریم
رعایت کنند و بر بلا حرنے نہ گویند و غلط
نہ سازند کہ ہر بیچ کس اندر رئیس و رئیس
یہ آئند۔

عقل و کیا است و فہم و فراست
ہر چند امر حق مست اماں بکثرت تجربہ و

کیا اور شیخ محمد کو اس بشارت اور زادہ کا عمر برتو، انھوں نے اپنی محنت جبر و پیش کی اور شاہ صاحب سے ان کا عقد ہو گیا، بشارت کے مطابق ان کے سن ست و ولی اللہ (۱۱۴۲ھ) اور شاہ ولی اللہ (۱۱۱۹ھ) جیسے نامور اور صاحب کماں فرزند پیدا ہوئے۔

شیخ محمد کے دو صاحب زادے شیخ عبید اللہ اور شیخ حبیب اللہ تھے۔

شیخ عبید اللہ | شیخ محمد کا بیان ہے کہ ایک روز باری تعالیٰ نے ایک شناسا کی شکل میں تجلی فرمائی جو گویا ایک بچے کی انگلی جگڑے ہوئے میری طرف آ رہا تھا اور میرے قریب آ کر فرمایا محمد! میں یہ بچہ تیرے گھر پیدا کرتا ہوں، میں نے عرض کی، ہاں الہا! تیری مخلوق ہے جس کے گھر میں چلے پیدا کر۔ اس دیا کے چند دن بعد شیخ عبید اللہ کی ولادت ہوئی، شیخ عبید اللہ نے اپنے والد سے تحصیل علوم کی اور ۱۱۴۳ھ میں جب شاہ ولی اللہ نے سفر حجاز کیا تو یہ بھی ان کے ساتھ تھے اور شاہ صاحب نے جن جن شیوخ حجاز سے استفادہ کیا شیخ عبید اللہ بھی ان کے ساتھ تھے، چنانچہ شیخ البوطا ہر شیخ ابراہیم کر دی نے شاہ صاحب کو صحیح بخاری کی جو سند ۲۲ جب ۱۱۴۴ھ کو عطا فرمائی تھی اس میں شیخ عبید اللہ کا بھی نام درج کیا تھا، عہ ۱۱۴۵ھ میں حج ذریعہ اور اخذ حدیث کے بعد وطن واپس ہوئے اور سن ۱۱۵۰ھ میں وصال فرمایا شیخ عبید اللہ کے ایک صاحب زادی فاطمہ علیہ اور ایک صاحب زادہ شاہ عاشق تھے۔ فاطمہ سے شاہ ولی اللہ کی شادی ہوئی اور ان سے صرف ایک صاحب زادہ شیخ محمد پیدا ہوئے

علہ اتحاف انبیاء بفتح الیہ المحدث واصفہ شاہ ولی اللہ، لاہور ۱۹۶۹ء ۱۹ ص ۱۹۱ عہ خاندانی تجربہ سے

عہ علامہ محمد بن محمد بن جبار اسفہون شاہ ولی اللہ کے ایک گم نام فرزند (زاران کو پی ۱۹۶۹ء)

شاہ محمد عاشق | شاہ ولی اللہ کے متعدد اقوال سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ وہ شاہ ولی اللہ صاحب سے عرصے کچھ ہی کم تھے، ابتدائی تعلیم غالباً اپنے والد سے حاصل کی ۱۱۲۸ھ میں شاہ محمد عاشق کی والدہ اور نانی کا انتقال ہو گیا تو غالباً انھیں دھلی بھیج دیا گیا، جہاں شاہ عبد الرحیم کے گھر میں ان کی بھوپ (فخر النساء) اور شاہ ولی اللہ کے گھر میں ان کی بہن نازمہ انھیں، شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں عہ

روزے دراد اخلا یا م خود شاہ
عبد الرحیم، بایں فقیرو صلاح آنا محمد عاشق
دلون میں، ایک بامیری محمد عاشق کی نظر
شارہ کہے کہ فرمایا کہ ان دونوں کی آپس
میں بڑی دوستی ہے اور اس دوستی سے
تہلج و سرور میں مشغول و سر اس کلمہ
من بعد ظہور پیوست کہ اس عزیز بایں
فقیر ارتباط طریقہ پیدا کردہ منتفع شد
امید آست کہ اس دوستی مفروضہ بسیار
باشد۔

یہ بات شاہ عبد الرحیم نے اپنی زندگی کے آخری سال (۱۱۳۱ھ) میں فرمائی تھی تو اس وقت شاہ ولی اللہ ۱۶ سال کے تھے، اس لئے شاہ عاشق کو کم از کم ۱۱/۱۰ سال کا ہونا چاہیے۔ در نہ اس سے زیادہ تفاوت عمر کی صورت میں دوستی بسیار نہیں ہو سکتی

عہ البحر والعلیٰ ترجمہ عبداللطیف مطبوعہ ۱۳۱۰ھ ص ۱۹۱ عہ بلواری الولاہ ص ۱۹۱ (انفاس)

اور ان کی والدہ کی رحلت ۱۲۸۰ھ کو تقریباً دو سال ہوئے تھے اور وہ غالباً تعلیم و تربیت کے سلسلے میں دھلی میں مقیم تھے۔

شاہ عبدالرحیم کے انتقال کے ۱۲ برس بعد ۱۱۴۳ھ میں جب شاہ ولی اللہ حج و زیارت کے لئے روانہ ہوئے تو شاہ محمد عاشق اور ان کے والد شیخ عبداللہ بھی ہمراہ گئے چنانچہ شیخ ابوطاہر کروی نے روایت حدیث کا جو اجازہ ۲۶ رجب ۱۱۴۳ھ کو لکھ کر دیا اس میں لکھتے ہیں:

وكان عتمة بحضرة جماعة
من الفضلاء منهم خاله المرفق
في الله الشيخ عبدة الله وابن خاله
المذکور الفاضل الاديب ملا آقا كماله
وخدمين جميل خصامه انذی لم یزل
لسانہ بذکر لله الوائق بالصمد الخائق
مولدنا محمد عاشق صاند من البوائق
مد قاه الله علی ربیب السکمان وصرات
عند من فائق -

شاہ ولی اللہ نے مجھ سے میرے والدہ
ثبت الامم سنا... بت۔ لی قرأت کن
میرے بھائی شیخ محمد عاشق نے کی۔

علمه مؤثر سدا جردی ہئی فی تاریخ سفر رجب ثانی گیتی ہے و عہد انتباہ فی ملاسل اوسامہ اللہ
علمه و تحات لبیہ میوہ

اجزت لیسدنا الشیخ ولی اللہ
المذکور.... و خاله وابن خاله المجدد
فی اعلیٰ المستور

ابنہ فیض حصول اجازت اور اداء فریضہ حج سے فراغت کے بعد یہاں روان
فضل و تقویٰ دیا رنجو سے رخصت ہوا اور ۱۴ رجب سن ۱۱۴۵ھ کو دھلی پہنچا علم
شاہ محمد عاشق کا وصال ۱۸۰۸ھ میں ہوا، مزار پھلت میں ایک احاطہ میں ہے جو پھلت
میں بڑی خانقاہ اور خانقاہ شاہ محمد عاشق کے نام سے معروف ہے۔ اس میں
چار مزارات ہیں۔ ۱۔ ایک شاہ محمد عاشق کا۔ ۲۔ شاہ محمد فائق کا۔ ۳۔ شاہ محمد عمر بن
شاہ ابن اللہ کا۔ چوتھے مزار کی تحقیق نہ ہو سکی۔

اخلاف

شاہ محمد عاشق کے تین فرزند تھے، عبدالرحمن، محمد فائق، شفاء اللہ

عبد الرحمن | شاہ عبدالرحمن غالباً سب سے بڑے صاحب زانے تھے
خیال ہے کہ انھوں نے اپنے والد کے علاوہ شاہ ولی اللہ سے بھی تحصیل علم کی ہوگی
شاہ ولی اللہ اپنے ایک غریبی مکتوب بنام شاہ محمد عاشق میں تحریر فرماتے ہیں:

و خدم وصل ابولدا العزیز عبد الرحمن
میخ اولادک بالخیرو العافیة وقد تلقینا ک تبتینا
حشا و قریع من کتاب نور الکبر شیا و می آت قیما
اور عزیزی عبدالرحمن اور ان کے اہل
عیالی رخصت سے دھلی، بخیر و عافیت
پہنچ گئے ہیں اور ہم سے ان کی اچھی طرح

علمه، نور الدلیفہ، عتمة... علمه کو تبتہ و تبتہ من نام شاہ ہزید بریلوی مکتوبات لمن روف مطبعہ نور الدلیفہ
سنا شمس، مہر علمه حیات و اللہ عافہ... علمه و تبتہ و تبتہ من ۱۳۱۹ھ

علیٰ هذا المنطحتی یختم ان شاء اللہ
تعالیٰ۔

ملاقات ہوئی ہے اور انھوں نے مجھ سے
الفوز الکبیر کا کچھ حصہ خرید لیا ہے۔
اور امید ہے کہ اسی طرح یہ کتاب پڑھ کر
انشاء اللہ ختم کر لیں گے۔

معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عبدالرحمن اس وقت تعلیم سے فارغ اور صاحب اہل
عیال ہو گئے تھے اور ملاقات کے لئے شاہ صاحب نے پاس پہنچنے کی انھوں نے
الفوز الکبیر جو اس زمانے میں تالیف کی تھی پڑھانی شروع کر دی۔

شاہ عبدالرحمن کا ایک اہم کارنامہ شاہ ولی اللہ نے مکاتیب کی تصحیح و تدوین
ہے۔ یہ مجموعہ انھوں نے شاہ ولی اللہ کی حیات ہی میں مرتب کر لیا تھا جو ۲۸ مکاتیب
پر مشتمل ہے۔ اس کا دوسرا حصہ ان کی وفات کے بعد ان کے والد شاہ محمد عاشق
نے مرتب کیا تھا جس میں ۲۵ مکاتیب ہیں، کل ۵۳ مکاتیب دو بڑی حضوریوں
ہیں۔ جن میں سے سیاسی نوعیت کے مکاتیب جناب فقیہ احمد نظامی نے شاہ ولی اللہ
کے سیاسی مکاتیب کے عنوان سے شائع کر دیے ہیں جس کی تازہ اشاعت
۱۹۶۹ء ہمارے پیش نظر ہے۔

شاہ عبدالرحمن کا نوعمری ہی میں شاہ ولی اللہ کے وصال سے ۸ سال سے قبل
۱۱۶۸ھ میں وصال ہو گیا علیہ شاہ ولی اللہ کو اس حادثہ کی خبر ملی تو انھوں نے شاہ محمد
عاشق کو تعزیت نامے میں تحریر فرمایا: "خبر وحشت اثر رسید ندانم کہ در برابر آن
چه نویسم زیرا کہ حادثہ واقع شدہ است کہ در عالم بشریت حادثہ شدید تر از آن نمی باشد
علیہ فقیہ احمد نظامی سیاسی مکتوبات۔ ص ۷۷

۲۵ سیاسی مکتوبات۔

ہمارے پیش نظر شاہ محمد عاشق کے اخلاف کا جو قلمی شجرہ ہے اس میں شاہ
عبدالرحمن کے بیٹے پوتے اور پڑپوتے کے نام بترتیب ابو الفضل، ابو الفرج اور
ابو الفتح لکھے ہوئے ہیں۔

شاہ محمد فائق | شاہ محمد عاشق کے دوسرے فرزند شاہ محمد فائق تھے، شاہ
عبدالرحمن کے وصال کی وجہ شاہ محمد عاشق ان کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے تھے،
میاں تاک کہ سفر میں بھی یہ ساتھ ہی ہوتے تھے، چنانچہ شاہ محمد عاشق کے ایک
مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شاہ ولی اللہ سے ملاقات کے لئے دہلی آئے تھے
اور شاہ محمد فائق بھی ان کے ساتھ تھے، اسی طرح شاہ ولی اللہ اپنے مرض الموت میں
پچھلتے تشریف لے گئے تھے اور وفات سے چند روز قبل جب وہ دہلی
لے گئے تو پچھلتے کے بوجہ ان کے ساتھ آئے تھے، ان میں شاہ اہل اللہ
شیخ محمد شاہ ولی اللہ کے سب سے بڑے صاحب زادے، شاہ محمد عاشق اور
شاہ محمد فائق بھی تھے۔

شاہ محمد فائق کا خمد اپنے پھر بچہ شاہ ولی اللہ کا صاحب زادی امیر العزم
سے ہوا تھا۔ علیہ

امتداد نظامی | شاہ ولی اللہ کی ان صاحب زادی کی تاریخ ولادت اگرچہ کبھی
نظر سے نہیں گزری مگر محالاً قیاس یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ کی وفات سے دو سال قبل
سن ۱۱۶۸ھ میں پیدا ہوئی تھیں، یہ صاحب زادی جیسا کہ برابر تمام شیعہ عقائد
وہ حالات طریقت

طریقیت میں لکھا ہے کہ شاہ صاحب کی دوسری اہلیہ سے تھیں، شاہ صاحب کی دوسری شادی ۱۱۵۷ھ میں ہوئی تھی، شادی کے دو سال بعد ۱۱۵۹ھ میں شاہ عبدالعزیز پیدا ہوئے اور پھر چار سال کے فاصلے سے ۱۱۶۲ھ میں شاہ رفیع الدین، ۱۱۶۷ھ میں شاہ عبدالغفار اور ۱۱۷۷ھ میں شاہ عبدالغنی پیدا ہوئے، اس لئے ہمارا خیال یہ ہے ۱۱۷۱ھ - ۱۱۷۲ھ میں امیر العزیز پیدا ہوئی ہوں گی۔

خانم فی روایت یہ ہے کہ امیر العزیز کا عرف "مستی" تھا، یہ قرین قیاس بھی ہے اس لئے کہ شاہ عبدالعزیز کا عرف "مستی" تھا، خود ان کا بیان ہے کہ علہ "بندہ را عورت مستی می گفتند"

مستی اور مستی مسیت مشتق ہیں اور مسیت، مسجد کا عوامی تلفظ ہے، جن لوگوں کے بچے بچتے نہیں ہیں، وہ اپنے نومولود کو مسجد کی نذر کر دیتے ہیں، یہی شاہ صاحب کے بیان ہوا، شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں:

چوں والدین را کو دک بسیار
مردہ بودند مگر براسے من آند و رکمان
بود و سال ہنگام ہنگام بزرگان بسیار و اولیا
بسیار از بزرگان والدہ مادرش شاہ محمد
عاشق و مولوی نور محمد وغیرہ متکلف
مسجد بروند پس ما را غسل دادہ و در محراب
انداختند گویا نذر خدا کرند پس بزرگان

علہ و اہلہ مدفونات و عزیزی مولا

را قبول کر وہ از طرف خدا انعام
روند
دیا گیا تو گویا خدا کی نذر کر دیا گیا، پھر
ان بزرگوں نے محراب سے اٹھا کر
اور اللہ کی طرف سے قبول کر کے میرے
والدین کو بخش دیا۔

عین ممکن ہے کہ یہی صورت صاحب زادی کی ولادت کے وقت ہوئی ہو
نہ چون کہ اب تک کوئی لڑکی نہیں ہوئی تھی، اس لئے مشت مانی گئی ہو کہ اگر لڑکی ہوئی
نور مسجد کی نذر کریں گے، اور جب لڑکی ہوئی تو اس کو بھی خاتمہ خدا میں لے جا کر
خدا کی نذر کیا گیا اور پھر خدا کی طرف سے واپس قبول کر لیا گیا اور مستی نام رکھ دیا گیا۔
شاہ محمد فائق کا سن رحلت معلوم نہ ہو سکا مگر ان کی سالانہ فاتحہ ۶ ذی قعدہ کو کی جاتی
ہے۔ خزار چھلت کی خاندانی درگاہ میں اپنے والد کے مزار کے برابر ہے۔

اولاد | خاندانی روایت یہ ہے کہ شاہ محمد فائق کے تین لڑکے ہوئے محمد
معصوم، محمد صادق اور عبدالسلام، محمد معصوم اور محمد صادق لا ولد رہے۔ البتہ
شاہ عبدالسلام کا سلسلہ چلے شاہ عبدالسلام کا قیام اپنے ناہنل خانقاہ عزیزیہ
دھلی ہی میں رہا اور وہیں وصال بھی ہوا، خزار بھی مندیایاں میں ہے۔
شاہ عبدالسلام کے ایک صاحب زادے شاہ محمد زکریا تھے، جن کی شادی
مولیٰ نواب قطب الدین خاں دھولی کی بہن باوشاہ گیم سے ہوئی تھی، شاہ زکریا
کے اخلاف کا شجرہ:

علہ و اہلہ دار حکومت دہلی حصہ دوم از شیرازین حد گمرہ ۱۹۱۹ء ۶۱۹۵

شاگرد راجمال وقت می . ایک شاگرد کو بڑی توجہ سے پڑھا ہے
خواندہ و نسبت درین اشتغال تھے مگر میں نے محسوس کیا کہ اس درس
ملاحظہ کروم و رعایت جو شش بود۔ کی عین مشغولیت کے دوران بھی نسبت
پوری طرح جوش میں تھی۔

تدریس کے ساتھ ساتھ وہ ارشاد و تزکیہ باطن کے فرائض بھی انجام دیتے
ہوں گے۔ وہ شاہ ولی اللہ کے اجل خلفا تھے خود شاہ صاحب کی حیات میں اپنے نواح
کے طالبان تربیت کی طرف توجہ فرماتے ہوں گے، پھر ان کے فضل و کمال اور زہد
تقویٰ کا شہرہ دور دور پہنچا ہوگا۔ اس لئے دور دور سے احتیاج مند ان کی طرف
رجوع کرتے ہوں گے اور شاہ ولی اللہ کے وصال کے بعد خصوصاً شاہ عبد العزیز
کی نوعی تک شاہ صاحب کے متوسلین بھی انہی کی طرف رجوع کرنے لگے ہوں گے۔

چنانچہ تکیہ رائے برہیل کے میر ابو سعید نے انہی سے اجازت و خلافت حاصل کی تھی، ہم
کسی جگہ شاہ عاشق صاحب کی وہ تحریر نقل کریں گے جو انھوں نے میر ابو سعید کو بطور
اجازہ لکھ کر دی تھی، اسی طرح خود شاہ ولی اللہ کے صاحب زادے شاہ رفیع الدین
کے متعلق عبد رحیم نے لکھا ہے کہ انھوں نے شاہ محمد عاشق سے ہی بیعت کی تھی،
ابن شاہ عبد رفیع و شاہ عبد الحلیم سے بیعت تھے۔ البتہ شاہ عبد الغنی مکن ہے نہ ہو
ہوں اس لئے کہ ان کے ہواغ ہمک شاہ عبد العزیز بھی عمر کی اس منزل میں آگئے تھے کہ ان
سے بھی رجوع کیا جاسکتا تھا۔

تصانیف

قول جلی | شاہ محمد عاشق کی تالیفات میں سرفہرست ان کی حیات شاہ ولی اللہ

ہے جو نہ صرف اس لحاظ سے اہم ہے کہ وہ عظیم کی ایک عظیم شخصیت کی سوانح ہے
اور اس موضوع پر اللہ تعالیٰ نے اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ یہ کتاب اس فرد
کی تالیف ہے جو شاہ صاحب کمالات و فضائل کا دارث اور امین تھا، ان کی زندگی
کا سرور جس کی نظر میں تھا، ان کے اصلاحی و تجدیدی کارناموں پر جس کی نظر سب
سے زیادہ وسیع تھی، جو ان کی تجویزوں، آرزوں، حسرتوں اور ان کی متنازعہ کاراواں
تھا۔ جو ان کی بیشتر تالیفات کا سبب تالیف تھا۔ اور ان کی اکثر تحریروں کا اولین
مخاطب،

کتاب کا نام قول جلی و اسرار الخفی ہے اور یہ خود شاہ کی حیات میں مرتب
کرنی لگی تھی، چنانچہ خود شاہ نے البحر اللطیف میں اس کتاب کے مندرجات کی تصدیق
و تصدیق اس طرح کی ہے۔

والدین و جماعت از صلیا بمشرات
بسیار حق این فقیر قبل ولادت و بعد
از ان و دینہ چنانچہ بعض اعزا خوان اجلہ
خلان تفصیل آن واقعات باوقائع
دیگر در سہ مضبوط نموده اند و آن
پہ قول جلی مسمیٰ کردہ اند جزاء اللہ
رحمن الیہ والی اسلافہ و عقابہ و اذاعہ
الی ماتینا ہ من و نبیہ و دنیاہ
نہ البحر اللطیف (۱۹۱۹ء) انفاص و عارفین

سے سلسلے میں والدین اور کئی صلحانے
میری ولادت سے قبل اور بعد جو بہت
سی بشارتیں پائی تھیں، ایک عزیز بھائی
اور مقرب دوست نے ان بشارتوں اور
دوسرے حالات زندگی کو ایک سائے
میں قلم بند کر دیا ہے اور اس کا مرقول
تھی لکھا ہے، اندر قلمبند ہے انھیں منہج
دوست اور سب کے سرگول اور نہایت کے

ساتھ اچھا معاملہ فرمائے اور ان کی دینی دنیا کی خواہشوں کو پورا کرے۔

شاہ ولی اللہ کے علوم و سوانح پر مبنی اہم و ستارہ عرصہ سے نایاب تھی۔ نواب صدیق حسن خاں اور شوہر علی صاحب تذکرہ علماء ہند کے پیش نظر رہی تھی اور کسی مورخ نے کبھی اس کے مطالعہ کا ذکر نہیں کیا۔ اب جناب خلیق احمد نظامی نے یہ فرودہ سنایا ہے کہ انھوں نے یہ کتاب دریافت کر لی ہے۔ خاندانہ کا کوری میں موجود ہے، نظامی صاحب نے یہ بشارت بھی دے دی کہ وہ ۱۰ کتاب کو شائع بھی فرمائیں گے۔

یہ کتاب ۲۹۰ صفحات پر محیط ہے۔ ۱۰۰ سطریں۔ ۲۰/۱۷ الفاظ میں۔ مخطوطہ ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۳ء کا لکھا ہوا ہے۔

نظامی صاحب نے شاہ ولی اللہ کے سیاسی فتوے کی اشاعت تازہ ۱۹۶۹ء میں اس کے کافی طویل اور معلومات افزا اقتباس بھی دیے ہیں اور بھی انکشاف کیا ہے کہ شاہ محمد عاشق نے شاہ ولی اللہ کی وفات کے بعد اس میں ایک باب کا اضافہ بھی کیا تھا۔

تقریباً بیسویں کشیدہ | شاہ ولی اللہ کی معروف تصنیف الخیر المکثر پر شاہ محمد عاشق نے ایک حاشیہ لکھا تھا جس کے خطبے میں انھوں نے لکھا ہے کہ یہ کتاب شاہ صاحب نے انھیں پڑھائی تھی اور دورانِ دس میں جو تفصیل و تشریح حضرت مصنف فرماتے تھے میں اس کو لکھنا جاتا تھا۔ بعد میں یہی مجموعہ تقریراً مستحضر کر کے کتاب کا

حاشیہ قرار دیا۔ یہ دسویں کشیدہ ہے جس کا نام ہے۔

مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم دیوبند، دیوبند۔

شرح دعاء الاعتصام | شاہ ولی اللہ کی متعدد و گہم شدہ تصانیف کی طرح ان کی ایک کتاب "دعاء الاعتصام" بھی ہے شاہ عبدالعزیز کا بیان ہے کہ عملہ "والد بزرگ فقیر و عارف موسوم اعتصام تصنیف نمودہ اندر بیان فرمائی۔"

اس کتاب کی شرح شاہ محمد عاشق نے لکھی تھی، افسوس کہ یہ کتاب بھی نایاب ہے، شاہ عبدالعزیز ہی کے ایک قول سے اس کے وجود کا ظہور اس کے مندرجات کا اندازہ ہوتا ہے۔ مرزا حسن علی کھنوی نے شاہ صاحب سے پوچھا اہل سنت کا ذریعہ ترویج ہے کہ غیر انبیاء معصوم نہیں ہوتے، مگر شاہ ولی اللہ نے تعذبات الہیہ میں اور آپ نے ایک رسالے میں صفات البر و حکمت، عفت، وجاہت اور طہیت باطن کا اطلاق امیر اثنا عشر پر کیا ہے، اس مخالف کی کیا وجہ ہے، اس کے جواب میں شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ صفات :

نزد صوفیہ معانی اصطلاحیہ ازند
خصوصاً در کتب معتقہ حضرت والد
ماجد قدس سرہ مفصل نہ کر اند.....
و شرح اعتصام از تصانیف شاہ محمد
عاشق چھٹی قدس اللہ سرہ اگر ہم رسد
دانی کافی ست

صوفیہ کے بیان اصطلاحی معنی رکھتے
ہیں خاص طور پر والد ماجد قدس سرہ کی
تصانیف میں تفصیل ان کا ذکر ہے.....
اور شرح اعتصام جو شاہ محمد عاشق قدس
کی کتابوں میں سے ہے، اگر مل جائے
تو اس موضوع پر دانی و کافی ہے۔

شاہ صاحب کی اس تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ اصطلاحات صوفیہ کے معانی و مفہام پر بھی اس کتاب میں عالمانہ و محققانہ گفتگو کی گئی ہے۔

مطبوعہ: دارالعلوم دیوبند، دیوبند۔

اس کتاب پر شاہ ولی اللہ نے ایک منظوم تقریظ لکھی تھی، جسے صاحب
نہایت الخواطر نے نقل کیا ہے علیہ

لینک ما اوفیت ذمہ حقہ من الفحص والتفتیش والعمم والتمک
ومجتک عن طے العلوم ونشرها ونظمت اصناف الجواهر والدرر
وحفظک للرمز الخفی مکانہ وخوفک بچی اذا خلت ایما بچی
فللہ ما اربیت من حل المنی واللہ ما اعطیت من عظم الفی

یہ کتاب بھی افسوس ہے کہ نہ ہماری نظر سے گزری اور نہ
سبیل الرشاد اس کے مخطوطات ہی کا علم ہو سکا کہ کہاں کہاں ہیں؟ اس
کا تفصیلی ذکر بھی حسن اتفاق سے شاہ عبدالعزیز نے فرمایا ہے، ایک صاحب
نے درود اور سید الاستغفار کے متعلق دریافت کیا تھا، اس کے جواب میں
سید الاستغفار کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

سید الاستغفار کتاب سبیل الرشاد
مذکور است و تمام آں جواہر نفیسہ
.... و آں کتاب گویا خلاصہ سلوک
طریقہ خاندان ماست خصوصاً فوائد
سلوکیہ از حضرت والا البوسنہ طالب
و عریان فیضان مودہ و آں مجموعہ

علیہ نہایت الخواطر از اسامی ۳۶۹۔ علیہ ویسے شرح حسن ترسی نے بھی ۱۸۱۱ء بمبئی میں لکھا ہے کہ سلوک
میں ان کا مشہور کتاب ہے ۳۶۹۔ علیہ فتاویٰ عزیزی ۱۸۱۱ء مطبع مجتبیٰ دہلی ۱۳۱۱ھ

مدرج ست حضرت شاہ محمد عاشق کو بتائے تھے اس مجموعہ میں درج ہیں
نہیں سرکہ اہل خلفا حضرت والدہ
برو نماں را تا بیفت فرمودہ اند بقدر
شش جزو باشد
خلیفہ تھے یہ کتاب لکھی ہے، چھ جزو کے
قریب ضخامت ہے۔

پیر مرغی خاں رام پوری (خلیفہ سید احمد شہید) نے اپنی کتاب علیہ رافع الفساد
ذرائع العباد کے مقدمہ میں اپنے نامذہب میں سبیل الرشاد کا بھی نام لکھا ہے (ص ۳)
اور تین مقامات پر ایک ہی عبارت اُردو ترجمہ دیا ہے (ص ۵، ۶، ۷)۔
چونکہ اس کتاب کا کوئی اقتباس یا اس کا ترجمہ بھی ہماری نظر سے نہیں گزرا اس لئے
تبرکاً یہ ترجمہ نقل کرتے ہیں:

روشن محمد عاشق بھٹائی کہ خلیفہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب
محدث و صلوٰی کے تھے اپنے رسالہ سبیل الرشاد میں لکھتے
ہیں: جو کوئی شخص یا اللہ یا اللہ یا اللہ اپنی زبان سے پڑھے
اور ملاحظہ کرے پڑھنے کے وقت میں کہ ایک نور اس کے موہر
سے باہر آتا ہے یعنی پڑھنے والے کے، جب قریب تین لاکھ
کے پورا کرے اس شخص کے تئیں ایک مناسبت سا عہد
حقیقت اس اسم کی کوہِ چغلم ملکوت کی جگہ پکڑنے والی ہے
ظاہر ہوتی ہے

شیخ محمد محدث تھانوی اپنی کتاب ارشاد محمدیؐ میں درود شریف الصلحہ صلی علی من منہ انشقت الاسرار کے درود کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس کا درود کرنا بہت فائدہ رکھتا ہے خصوصاً پڑھنا صبح و شام، ادنیٰ مرتبہ تین تین بار بروج و شام اور پچھلے کو حضرت شاہ محمد عاشق چلتی علیہ الرحمۃ نے سبیل الرشاد میں لکھا ہے اور فقیر کا مجرب ہے۔

مکتوبات شاہ ولی اللہ

شاہ محمد عاشق کا ایک اہم کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے جہاں شاہ صاحب کی دوسری تحریریں محفوظ کیں وہاں ان کے مکاتیب جو خواہ وہ سیاسی نوعیت کے ہوں خواہ ذاتی یا علمی محفوظ کرنے کا اہتمام کیا، یہ کام انھوں نے شاہ صاحب کی زندگی ہی میں شروع کر دیا تھا۔ ابتداً یہ کام ان کے صاحب زادے شاہ عبدالرحمن کے سپرد تھا جنھوں نے اپنی وفات ۱۱۶۸ھ تک مکاتیب شاہ کی جمع و ترتیب کی اور ۱۲۸۱ھ تک مکاتیب جمع کر لئے تھے۔ ان کی وفات کے بعد شاہ محمد عاشق نے یہ کام خود سنبھالا اور مزید، خطوط جمع کر کے ۱۳۵۸ھ تک مکاتیب کا ایک قیمتی مجموعہ مرتب کر دیا۔ اس مقصد کے لئے آپ نے ممکن ہے کہ شاہ صاحب سے بھی مکاتیب کی نقول حاصل کی ہوں اور مکتوب الہیم سے بھی چنانچہ شاہ ابر سعید رائے بریلوی کے نام ایک خط کا اختتام اس طرح کرتے ہیں۔

دیکر اتنا اس آں کہ خطے کہ حضرت ایک اور گزارش یہ ہے کہ حضرت میاں میان صاحب بایشان نوشتند نقل صاحب نے جو خط آپ کو لکھا ہے

علہ مقام مطبوعہ محبوب المطابع میرٹھ ۸ ۱۳۰۸ھ۔ مکتوبات المعارف

آں برداشتہ بایں فقیر عنایت فرماید وہمہ جنیں نقل خطوط سابقہ نیز مرحمت فرماید وریں باب ہرگز تغافل تجویز نہ نمایند۔ اس کی نقل کر کے مجھے بھیج دیں اسی طرح سابقہ خطوں کی نقلیں بھی بھیجیں اور اس بارے میں غفلت کو ہرگز روانہ نہ کریں۔

شاہ ابوسعید اس فرمائش کے جواب میں کچھ عرصہ بعد شاہ ولی اللہ کے مکاتیب لے کر پھلت پہنچے اس وقت شاہ ولی اللہ کا وصال ہو چکا تھا اور شاہ محمد عاشق دہلی آئے ہوئے تھے۔ شاہ ابوسعید نے انھیں اپنے پھلت پہنچنے کی اور مکاتیب ساتھ لانے کی اطلاع دہلی بھیجی تو اس کے جواب میں کس مسرت و منونیت کے ساتھ لکھتے ہیں:

وازمردہ آں کہ مکاتیب فیض اسالیب حضرت قبلہ ام رضی اللہ عنہ ہمراہ شریف آوردہ اند بغایت شادی درود داد شکر این عنایت بکدام زباں نمودہ آید کہ از احصاء خارج ست، زیادہ بجز اتنا اس کی کہ بخاطر جمع درآں جات شریف دارند این فقیر زود می رسد اور اس خوش خبری سے کہ آپ اپنے ساتھ میرے حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ کے مکاتیب بھی لیتے آئے ہیں، بڑی ہی خوشی ہوئی۔ اس عنایت کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے جو بے حس ہے اور کیا کھوں آپ اطمینان سے پھلت میں تشریف لکھیں میں بہت جلد پہنچ رہا ہوں۔

یہ مجموعہ مکاتیب مولانا تفضی حسن چاند پوری کے کتب خانے میں ہے۔ بہمنور غیر مطبوعہ ہے۔ اس میں سے سیاسی نوعیت کے ۴۲ مکاتیب جناب خلیق احمد نظامی

نئے شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات کے نام سے شائع کر دیئے ہیں، خدا کرے
بقیہ مکاتیب بھی جلد شائع ہو جائیں، جناب نظامی نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں
ان غیر سیاسی مکاتیب کے جو اقتباسات دیئے ہیں، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ
شاہ ولی اللہ کی حیات کے سلسلے میں بھی یہ خطوط بڑے معلومات افزا ہیں۔

متفرق تحریریں

شاہ ولی اللہ کی معروف کتاب انجیر انجیر کا جو مخطوط ہمارے
مقدمہ خیر کثیر کتب خانے دربار کات اکادمی کراچی میں ہے اس کے
آغاز میں شاہ محمد عاشق کا ایک مقدمہ ہے جو مختلف اعتبارات سے بہت
اہم ہے۔

اولاً شاہ محمد عاشق کی تحریریں ہی نایاب ہیں۔ ان کی کمی کتابوں میں سے
کوئی ایک کتاب بھی نہ صرف یہ کہ مطبوعہ نہیں ہے بلکہ ان کے مخطوطات
بھی کم یاب ہیں۔ اس لئے یہ تحریر ہمارے لئے تبرک کی حیثیت رکھتی ہے۔
ثانیاً اس تحریر سے شاہ ولی اللہ کی ذات سے ان کی شیفنگی اور ادبیات
شاہ سے ان کے شغف کا اندازہ ہوتا ہے۔

ثالثاً شاہ صاحب کی بعض تالیفات کے عہد تالیف کا تعین ہوتا ہے۔
رابعاً اس تحریر سے یہ انکشاف بھی ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کے تحریری
کارناموں کے سرانجام پانے میں شاہ محمد عاشق کا کتنا ہاتھ تھا اور ان کا تعاون
شاہ صاحب کو حاصل نہ ہوتا تو ادبیات شاہ اس شکل میں شاید ہمارے سامنے

ہوتے۔

ذیل میں متن کو طوالت کے خوف سے حذف کر کے اس کا آزاد ترجمہ
یہ خلاصہ پیش کرتے ہیں:

حمل و نعت کے بعد۔۔۔ اللہ تعالیٰ جب کسی فرد کا دل کو اپنے علوم و
سرار کی منہریت کے لئے منتخب فرماتا ہے تو اس فرد سے ان علوم و اسرار کا ظہور
سوم و سیمہ کیسیہ کے طرز میں ہوتا ہے بلکہ وہ علوم حسب داروات و تقریبات بروز
رتے ہیں کبھی غفلت کے اسلوب میں کبھی عربی میں کبھی فارسی میں کبھی رمز و اشارت
یا کبھی بسط و تفصیل کے ساتھ کبھی ایک اصطلاح میں کبھی دوسری اصطلاح
میں، ایک ہی مطلب و معنی کی ایک ہی روپ میں تکرار ہوتی ہے کبھی روپ بدل
جاتا ہے، اس لئے ان علوم و اسرار سے استفادہ اور استفاضہ کے آداب یہ
ہیں کہ جن اوضاع و اسالیب میں ان کا صدور و ظہور ہوا ہے، ان نفعات
ہیہ اندہ داروات غیبیہ سے تفرغ اس وضع و شکل میں کیا جائے اور بغیر کسی تفرغ
کے ان کی حفاظت کی جائے، اس دور میں اس مقام دکالمیت پر نفاذ....
شیخ ولی اللہ کی ذات والاہیہ سرکار و عالم ولی اللہ علیہ السلام نے آپ کو رزق اور حکیم
و اہمیت خطاب مرحمت فرمایا اور آپ کے علوم و اسرار و حقیقت ان حضرت
سہی اللہ علیہ السلام کے علوم و اسرار میں اور ان کی محافظت و ارشاد و گرامی نص اللہ
مرا اسمع مقالتي فوعاها الله اداها كما سمعها اني بشارت میں شمول کا
نشان ہے، اس مکتب خاں جو سان آستانہ ولیہ احمدیہ فقیر محمد عاشق ملقب
علی ابن شیخ عبید اللہ باہر ہوی پانی پر اللہ تعالیٰ کے انعامات و اسطاف میں

سے ایک یہ ہے، جسے صرف تحدیثِ نعمت کے لئے لکھنا ہوں بد شعور سے میرے دل میں شاہ صاحب کی عقیدت راسخ کر دی گئی اور ظہورِ اسرار کے آغاز سے مجھے تخصیصِ خطاب کا شرف عنایت ہوا چنانچہ حضوری میں مکالمہ کے اور دوری میں مراسلہ کے وسیلہ سے خطاب سے مشرف ہوتا رہا یہاں تک کہ اگر میں اس بات کی قسم کھاؤں تو انشاء اللہ حاضرت نہیں ہوں گا کہ آپ کے جس قدر علوم و اسرار کا خصوصاً تصوف کے باب میں ظہور ہوا ہے وہ میرے لئے ہوا ہے اور مجھ سے خطاب و گفتگو میں ہوا ہے، ان میں سے اکثر معارف ایسے ہیں جن میں اس خاک سار کا کوئی بہیم و شریک نہیں ہے اور کسی تحریر کا مخاطب اگرچہ بظاہر دوسرا بھی ہے مگر جیسا کہ آپ ہی کا عربی شعر ہے

دافی دان خاطبت الف مخاطب میرا دم سخن چاہے ایک ہزار کی طرف ہو
فانت الذی اعنی وانت المخاطب مگر اصل مقصود و مخاطب تم ہی ہوتے ہو

اس تخصیصِ سعادت کے پیشِ نظر مجھے ان کلمات کی توفیق ہوئی، چنانچہ

یہ معارف و علوم

اگر کتب و رسائل کے مسودات کی شکل میں تھے تو انھیں مبض کیا۔

و تعاقبت و مکاتیب کی شکل میں اور متفرق و منتشر تھے تو انھیں مدون کیا

اور مستقل رسائل کی شکل دی۔

تقاریر مجالس کو قلمبند اور شیرازہ بند کیا۔

انفاضات باطنی جو بے قید تحریر و خطاب میرے آئینہ قلب پر منعکس ہوئے

تھے انھیں عربی یا فارسی میں قلم بند کر کے تصویب کے بعد مدون و ضبط کیا۔

مختصر یہ کہ الحمد للہ ایک کلمہ بھی حتی المقدور ضائع نہیں ہونے دیا یہاں تک کہ آپ ہی نہیں آپ کے بعض اصحاب کے احوال و اقوال بھی جتنے ہو سکے جمع کر لئے اور اس مجموعہ میں ایک عمر صرف کر دی اور بحمد اللہ اس جمع و تالیف میں قصائے شوق کے سوا اور کچھ منظور نہ تھا۔

اب ۱۱۶۱ھ میں یہ ارادہ کیا ہے کہ تصوف پر ان تمام رسالوں کو ایک جلد میں جمع کر کے ایک کلیات مرتب کر دوں۔

اس عزم کی تکمیل سے قبل مندرجہ بالا سطور جب آر مخترم کی نظر سے نزدیک تو غایتِ انشراح و انبساط خاطر کے عالم میں، بڑے اتہزاز کے ساتھ بدہ لازمی فراموشی اور حسبِ ذیل کلمات تحریر فرما کر مجھے اعزاز و امتیاز کا شرف بخشا۔

منکم بدہ الاصل و ثنیاً و ہذا
منکم بدہ الاصل و ثنیاً و ہذا
منکم بدہ الاصل و ثنیاً و ہذا
منکم بدہ الاصل و ثنیاً و ہذا

خدا یا اقرہی جانتا ہے کہ میں اس بے اندازہ نعمت کے شکر کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔

پھر میں نے طے کیا ہے کہ اس کلیات میں تقریباً بیس رسائل جمع کر دوں ان کی ابتدا نیز انکھیر سے کرتا ہوں کہ اسی کی مستحق ہے۔

مکرات المعارف میں شاہ محمد زکی شانی کے چھ مکتوب ہیں، ان میں سے پہلا مکتوب بیانِ نقلِ کیا ہے۔

سیادت و تقابست مرتبت خلاصہ مردواں، حقائق و معارف
آگاہ فتاویٰ دست گاہ میر ابو سعید خیر سلطہ اللہ تعالیٰ بعد السلام
اشراق الیقین از فقیر محمد عاشق مشہور تیسرے معارف تخریر باد کمال اللہ
علم العافیۃ و سل اللہ تعالیٰ ان یدیم لنا حکم ایاہا اشتقاق نام
کہ میاں شاہ نور اللہ جیو دفعیہ از قلم فرمودہ بودند و درود تو و نمود
الحال کہ فقیر بچست تحصیل شرف طاقات ملازمت حضرت قسبہ
کونین مد اللہ تعالیٰ رسید عرضی ایشاں را کہ بجناب حضرت
ارسال داشتہ بودید مطالعہ نمود و مواجید خاصہ کہ بفضل الہی الغیب
ایشاں شدہ ملاحظہ کردہ و این معنی موجب نہایت خوش و شادی
گردید و حمد الہی و شکر و ست تعالیٰ بجا اور اللہم زود فرودم زود
ان شاء اللہ تعالیٰ بعد واصل حق نیل نامہ بند مست خواہد نوشت
امید کہ بدعا ست خیر باد و در زیادہ چہ اتماس نماید و والسلام میاں
محمد عتیق جیو سلام مطالعہ نمایند از محمد فاضل سلام مطالعہ باد

شاہ ولی اللہ نے مرزا امام مالک کی ایک شرح عربی میں لکھی
المصنفی تہی کے نام سے لکھی تھی اور اس کے بعد مصنفی فی احادیث المرطاکے
نام سے فاضل میں ایک اور شرح لکھی تھی، یہ شاہ صاحب کی زندگی میں مبین
نہیں ہو سکی تھی، یہ کام شاہ محمد عاشق کی لکھائی ہے، انجام کو پہنچا، چنانچہ شاہ محمد عاشق
نے اس کی روداد و تہذیب کی جو المصنفی کے آخر میں درج ہے۔

عہ حبیبہ از ولی علی ص ۹۳ - ۹۴، مکتبہ عربیہ اسلامیہ، لاہور، ۱۳۹۷ھ سے نقل کی ہے، مقتدر مرزا نام مصنف کا نام
مکتبہ اسلامیہ

الابعد فقیر محمد عاشق بر منیر صفایہ پذیر طاباں صادق واضح می
گرداند کہ چو ایں کتاب مصنفی شرح موطا امام مالک از قلم فیض رقم
حجۃ اللہ حضرت شاہ ولی اللہ رضی اللہ عنہ از شاہ شہید سید بسبب
اشتغال با شغال و دیگر توجہ بترتیب دہندہ آں مسودات ہندل
نشد و دہننے غیر مرتب ماند ہر چند گوشہ خاطر مبارک باں طرف
ہمیشہ مصروف بود و کین صورت نمی گرفت تا آن کہ روح پر فوج ایشاں
بلا را علی پرواز فرمود و چون ایں واقعہ رو نمود کہ را از عقیقت
مندل ہوش ماند کہ تبغص آں اوراق پرواز و تا بعد مدت پنج یا
شش ماہ صالے حضرت ایشاں را در خواب دید کہ گویا می فرماید ہ
ترجمہ موطا شوق بسیار دام و اظہار شغف باں می فرماید آں عزیز و زود
کاتب حدوث آں بشری نمود از ہاں وقت شغفہ محقق بترتیب و
تبغص آں مسودات بخاطر م افتاد و زود حافظ کلام رب العالمین ہ
محمد امین ولی الہی کہ تلمذ خاص و محرم با اختصاص ہاں ہ
بود شغفہ خود را اظہار نمود ایشاں مسودات را بیرون آورد و صاحب
موسوی پیش رو ہر ہماہ ترتیب تو مین گزید و بدستے جہد بیع فرود
ما حسن انتظام یافت و ثامن عشر شوال یوم الاحد عند اربعۃ اہنار
۱۱۰۹ تسع و سبعین بعد الالف و المائۃ مرتب، ہند باد گزید الحمد للہ
علی ذلک حمد اکثر

سے اس کو فیض دینا ہے، مولوی صاحب نے کہا میرا مطلب گوشتینہ کھانے سے فیض لینا ہے، مجذوب نے کہا بسم اللہ آئیے۔ آپ نہ دیکھ گئے، یہ شعر اس مجذوب نے آپ کو سنایا۔

کارے نسائیم و دین گرفت صبح
اوجی چسراغ خانہ بافسانہ سوختیم

اس وقت آپ کو جذب ہوا انتہا تک رہا۔

شاہ رفیع الدین دھلوی کے نواسے مولوی معز الدین دھلوی کے پوتے مولوی

ظہیر الدین سید احمد ولی الہی ۱۳۱۲ھ میں لکھتے ہیں علیہ

”شاہ ولی اللہ صاحب کا پہلا عقد شیخ عبید اللہ صاحب بھٹپتی کی صاحبزادی شیخ محمد عاشق بھٹپتی کی بہن کے ساتھ ۱۲ سال کی عمر میں ہوا تھا۔“

شاہ صاحب کی ان پہلی اہلیہ کا نام فاطمہ تھا مولوی سید احمد کا بیان ہے کہ ”ان فاطمہ سے ایک صاحب زادے ہوئے شیخ محمد صاحب۔“

مولوی سید عبدالحی کا بیان ہے کہ

”وقتا، شمائل ترمذی سماعاً شاہ عبدالعزیز نے اپنے والد سے شمائل

علیہ بقراتہ اخبیرہ الشیخ محمد ترمذی اپنے بھائی شیخ محمد کی قرأت پڑھتی تھی

ان معتبر روایات اور مستند بیانات کی روشنی شاہ محمد کے وجود میں کسی شک اور

سہ وہ تاولی الاعادیت، مطبوعہ مطبع احمدی دہلی ۱۳۱۲ھ۔ علیہ ارباب بھٹپتیت و اخلاف شاہ محمد عاشق

کے خاندانی تلمیذ تھے۔۔۔ علیہ دھلی اور اس کے اطراف دہلی مولوی سید عبدالحی، مطبع دھلی۔

علیہ نثر تہذیب الخواطر الجزء السابع مطبع دکن، مگر میں خود شاہ عبدالعزیز کا ایسا کوئی بیان نہیں ملا معلوم

نہیں مولوی عبدالحی نے کہاں سے یہ روایت نقل کی ہے؟

احتمال کی گنجائش باقی نہیں رہتی، شاہ محمد ہی کی وجہ سے بعض مقامات پر شاہ ولی اللہ کی کنیت ابو محمد بھی نظر سے گزری ہے، چنانچہ الارشاد ولی مہمات الاسناد مطبع مطبع احمدی دھلی کے سرورق پر شاہ ولی اللہ کی کنیت ابو محمد درج ہے، صفحہ ۱۲ پڑا ابو محمد، پڑھا شمیم، جس میں ہے۔

ولہ ولد قبل مولانا عبد العزیز شاہ عبدالعزیز سے پہلے (بڑے) آپ کے
مسمیٰ بمحمد فلکنی بابی محمد ایک اور صاحب زادے محمد تھے، اس نے
کنیت ابو محمد ہے۔

شاہ محمد کی ولادت دھلی میں ہوئی اور ممکن ہے آپ کی خاندانی روایت کے مطابق اپنے ناہال پھلت میں ہوئی ہو کیوں کہ شاہ ولی اللہ، شاہ ابن اللہ وغیرہ کی ولادت بھی پھلت میں ہوئی تھی سن ولادت کی کہیں صراحت نظر سے نہیں گزری، انھیں شاہ عبدالعزیز سے ”اقدام سن“ (عمر میں بہت بڑا) لکھا ہے، شاہ عبدالعزیز کی ولادت شاہ ولی اللہ کی دوسری شادی، ۱۱۵ھ کے دو سال بعد ۱۱۵۹ھ میں ہوئی تھی، اس لئے ہو سکتا ہے کہ شاہ محمد اپنے والد کی پہلی شادی ۱۲۲۸ھ کے دو چار سال بعد ۱۲۳۰-۱۲۳۲ھ میں پیدا ہوئے ہوں تعلیم کے متعلق صراحت تو صرف شاہ ولی اللہ کے نام کی ہے، مگر آپ کے تحقیقی ماموں شاہ محمد عاشق کا بھی آپ کی تعلیم و تربیت میں ضرور حصہ ہوگا۔

قیام زیادہ تر دھلی ہی میں رہا، شاہ ولی اللہ کے وصال کے وقت تک آپ دہلی ہی میں تھے۔ شاہ صاحب کے وصال کے بعد کچھ عرصہ آپ کھننوی چلے گئے تھے۔

علیہ مکتوب المعارف و مکتوبین محمد نمان حسنی بنام شاہ ابو سعید رائے بریلوی، ص۔

شاہ عبدالعزیز صاحب اخون زادہ عبدالرحمن کے نام اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں علیہ

برادر صاحب بزرگ شاہ محمد صاحب
سلمہ اللہ تعالیٰ در بلدہ لکھنؤ چھاؤنی
نواب افضل خاں صاحب می باشند بخیریت
اکثر خطوط ایشان می آیند خاطر جمع دارند۔
بڑے بھائی صاحب شامحمد صاحب
لکھنؤ میں نواب افضل خاں کی چھاؤنی
میں رہتے ہیں بخیریت اکثر ان کے خطوط
آتے رہتے ہیں مطمئن رہیں۔

اسی مکتوب الیہ کے نام اپنے ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں علیہ
برادر صاحب کلاں حضرت شاہ محمد صاحب
ہنوز در لکھنؤ توقف دارند خطوط ایشان
اکثر می آیند و خیریت ایشان دریافت
می شود و بالفعل از چند ماہ ہمراہ نواب
افضل خاں برادر نواب نجیب الدولہ
مرحوم می باشند و نواب افضل خاں
خدمت ہم می کنند۔

اس خط میں نواب نجیب الدولہ کو مرحوم لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط
۱۲۰۲ھ (وفات نواب) کے بعد کا ہے اور چون کہ اس میں مکتوب الیہ کو شاہ عبدالغنی
کا سلام بھی لکھا ہے اس لئے ۱۲۰۲ھ (وفات شاہ عبدالغنی) سے قبل کا ہے۔
اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ شاہ محمد صاحب ۱۲۰۲ھ سے ۱۲۰۸ھ کے درمیانی عرصے

میں کم سے کم چند ماہ کے لئے لکھنؤ میں بھی رہے تھے۔
آخر میں آپ پھلت اور بڈھانہ منتقل ہو گئے تھے جو آپ کا نا بہال بھی تھا اور
جس کے قریب ہی آپ کی خاندانی جاگیر بھی تھی۔

آپ متاثر بھی ہوئے تھے، دو صاحب زادے بھی تھے مگر غالباً ان سے نسل
نہیں چلی۔

وفات ۱۲۰۸ھ/۹۴۷ء کو بڈھانہ میں ہوئی، آپ کا اور آپ کے دونوں فرزندوں
کے مزار بڈھانہ کی جامع مسجد سے متصل ہیں۔ علیہ

شاہ عبدالعزیز

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی پہلی شادی شاہ عبداللہ پھلتی کی صاحبزادی
اور شاہ محمد عاشق کی بہن سے ۱۱۲۸ھ/۱۷۱۶ء میں ہوئی تھی، ان سے شاہ محمد پیدا ہوئے
جو آپ کے سب سے بڑے صاحب زادے تھے۔

شاہ محمد کی والدہ کے وصال کے بعد شاہ صاحب نے ۳۴ سال کی عمر میں
سیدہ امداد بنت سید ثناء اللہ سونی بہت سے ۱۱۵۷ھ/۱۷۴۶ء میں دوسرا عقد
کیا جن کے بطن سے چار صاحب زادے اور ایک صاحبزادی تولد ہوئیں، ان صاحب
زادوں میں سب سے بڑے شاہ عبدالعزیز تھے۔

علیہ - نزہۃ الخواطر الجزء السابع ۲۲ مقالات طریقت صلا۔ علیہ شاہ محمد دہلوی پر ہم نے ایک
مقالہ پاکستان ہسٹوریکل سوسائٹی کے اجلاس منعقدہ کراچی ۱۹۶۵ء میں پڑھا تھا جو ماہ نامہ فاران کراچی ۱۹۶۴ء
میں شائع ہوا اور فاران سے برصغیر کے ایک درجن سے علیہ دینی جملات نے نقل کیا اور اب شاہ ولی اللہ
چار کے بجائے پانچ فرزند تسلیم کر لئے گئے ہیں۔ علیہ سید احمد دہلوی نے سید حامد کو لکھا ہے۔ تاویل صفحہ

کلاہ بنیہ دار، رومال بنی پاک نیلا اور پاکوش نری اور ہاتھ میں عصا رہتے تھے۔
جاگیر | تین موضع آپ کی جاگیر تھی، ان کی سند شاہ عالم بادشاہ ۱۷۵۹ء سے
 ۱۸۰۶ء اور دولت راؤ سندھیالے گزرائی تھی، حسن پورا ورماد آباد پر گنہ سنگن آباد
 سے چاروں بھائیوں میں مشترک تھا اور ایک موضع محل مجنہ پر گنہ بڈھانہ مظفرنگر
 سے بلا شرکت غیرے آپ کے تصرف میں تھا، چنانچہ وہ موضع اپنے دونوں نواسوں
 مولینا محمد الحق اور مولینا محمد یعقوب کو عطا کیا تھا، اب تک جاری ہے، مولینا ناصر اللہ
 خاں (خوجہوی) کہتے ہیں کہ میری عمل داری میں محل مجنہ کے سالانہ بارہ سو روپے کدھر ہوتے
 تھے اور اب بھی وہی ہے۔ علم

”شاہ عبدالعزیز اور ان کے خاندان کو نجف خاں کے زمانے میں شدائد و مصائب
 اختیار کرنے پڑے، اس کا سبب شاہ صاحب شیعیت کے خلاف قلمی جہاد میں حصہ
 لینا تھا، شاہ صاحب کی جائداد اور املاک ضبط ہوئی اور وہ شہر دہلی سے نکالے گئے۔
 شاہ عبدالعزیز نے ۲۰ جون ۱۸۰۶ء کو ایک درخواست ریڈیڈنٹ دہلی کے توسط
 سے سیکرٹری پولیسکل دیپارٹمنٹ کو دی تھی کہ دہلی میں ان کی جائداد ضبط ہو چکی ہے، وہ
 واکزاشت کی جائے ۱۸ درخواست کو قابل اعتنا سمجھا گیا، چنانچہ کیفیت کے خاندان میں
 درج ہے :- ”ترجمہ عبارت (انگریزی) ریڈیڈنٹ دہلی نے جائداد منقولہ کے سپرنٹنڈنٹ
 کا خط اور نقل پیش کی اور غرض پیش کی کہ جوٹیں پانچویں جو زمین پہلے شاہ عبدالعزیز کے
 پاس تھی وہ واپس ملنی چاہیے۔ شاہ عبدالعزیز کی یہ درخواست منظور ہو گئی اور ۷ اگست ۱۸۰۶ء
 کو سیکرٹری پولیسکل دیپارٹمنٹ کی طرف سے ریڈیڈنٹ کو اطلاع دی گئی کہ
 علم مقالات طریقت ص ۱۵۲

گوینٹ شاہ عبدالعزیز کی جائداد واکزاشت کرتی ہے۔ علم
تصانیف | تفسیر فتح العزیز، تحفہ اثنا عشریہ، سرائشاواتین، بستان المحدثین،
 عجائز نافہ، حاشیہ القول المجمل، بہ الجلیل فی مسئلہ تفسیر، وسیلۃ النجات،
 عزیز الاقباس فی فضائل اخبار الناس، فیض عام، اصول مذہب حنفی، حاشیہ صدر،
 حاشیہ میرزا بدر سالہ، حاشیہ میرزا بدر علی جلال، حاشیہ میرزا بدر عالم، تحقیق الروایہ،
 میزان البلاغت، میزان العقائد، ما یجب حفظہ للناظر، الاحادیث الموضوعہ،
 حاشیہ علی المقدّمۃ السنیۃ، التبراس شرح العقائد للنسفی، اعجاز البلاغۃ نظام العقائد،
 شرح الرجوزۃ الاصحی، قرآن السعدین والیضاح البیّن، ذکر شہادت امام حسینؑ،
 تھیں قصیدہ شاہ ولی اللہ، فتاویٰ عزیزی، ملفوظات عزیزی،

شاہ عبدالعزیز نے تحفہ اثنا عشریہ کی تصانیف ۱۲۰۴ھ/۱۷۹۰ء میں مکمل
 کی اور اس کی اشاعت ۱۲۱۵ھ/۱۷۹۹ء میں کلکتہ سے ہوئی تھی اور اس کے
 فوراً بعد تحفہ کی عبارت میں تحریف کے سلسلے کا آغاز ہو گیا، ایک معتقد نے ایک
 ایسی ہی محرفہ اور خلاف عقیدہ اہل سنت عبارت تحفہ کے ایک نسخے میں دیکھ کر
 شاہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ غلطی دور کرنے کی درخواست کی تو شاہ صاحب
 نے جواب میں تحریر فرمایا کہ :-

علم پر ضرر محمد ایوب قادری، مقدمہ فضائل صحابہ اہل بیت ص ۱۵۲ طبع لاہور، نواب غازی الدین خان کابیان
 ہے کہ جب فرزند ان شاہ ولی اللہ کی حریف ضبط کر لی گئی تو مولانا خرم صاحب نے ان حضرات کو اپنی حریف میں ٹھہرایا،
 غوری کا، حریف واپس دلائی اور غرض ان کا کہہ کے میں واپس بھیجا، مناجات فخریہ طبع احمدی دہلی ص ۱۵۲۔

”و تعریفیات در باب معاویہ رضی اللہ عنہ ازیں فقیر واقع نشدہ اگر نسخہ از تحفہ اثنا عشریہ یافتہ شد الحاق کسے خواہد بود کہ بنا بر قنہ انجیزی و یکدگر کہ بنا بر مذہب انبیا یعنی کردہ روضہ از قدیم بریں امور است این کار کردہ باشد چنانچہ بمع فقیر رسیدہ کہ الحاق شروع کردہ اند اللہ غیر حافظ و این تعریفیات در نسخ معتبرہ التبت یافتہ نخواہد شد شاہ صاحب کی تفسیر فتح العزیز صرف سیپاروں کی طبع ہوئی ہے اور مشہور یہی ہے کہ اتنی ہی کچھی تھی لیکن آیات روایت علیہ کہ آپ کے ایک شاگرد مولوی یاکر محمد صاحب نے آپ کے دس قرآن کے کئی دوروں پر پچیس منہ پر حواشی لکھ لئے تھے وہ ان کے فرزند مولوی محمد اسحق کے پاس موجود ہیں یہ کتب قرآن مجید کی تفسیر ہے۔

ایک اور روایت یہ ہے کہ ”حاجی محمد حسین صاحب سہارن پوری سلمہ اللہ تعالیٰ مولوی نور اللہ صاحب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی ایک تفسیر فارسی تمام قرآن مجید کی اکبر آباد کے قاضی کے یہاں موجود ہے مگر چھپی نہیں ہے“

اخلاف

شاہ صاحب کی شادی مولوی نور اللہ بڈھانوی کی صاحب زادی سے ہوئی تھی اور ان کے لطن سے تین صاحب زادیاں تولد ہوئیں اور تینوں شاہ صاحب کی حیات ہی میں وفات پا گئیں۔

بڑی صاحب زادی کا عقد مولوی محمد عیسیٰ دفرز شاہ رفیع الدین سے ہوا تھا۔ دوسری صاحب زادی کا مولوی محمد انصاف لاہوری سے ہوا تھا۔ ان سے دفرز تولد ہوئے۔ شاہ محمد اسحق اور شاہ محمد یعقوب اور تیسری صاحب زادی کا محل مولوی عبدالحی بڈھانوی سے ہوا تھا جو شاہ صاحب کی اہلیہ کے بھتیجے مولوی حبیب اللہ بن نور اللہ کے بیٹے تھے۔ ان صاحب زادی سے بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی اور یہی شاہ صاحب کی حیات ہی میں وفات پا گئیں۔

شاہ محمد اسحق کے ایک صاحب زادے اور تین صاحب زادیاں تھیں صاحب زادہ کا نام سلیمان تھا مگر وہ نوعی ہی میں وفات پائے۔

ایک صاحب زادی (امتہ الخور) ملا عبد القیوم بڈھانوی سے بیامی کی تھیں ان سے ایک دختر اور دو صاحب زادے (۱) حافظ مولوی یوسف اور (۲) حافظ مولوی محمد براہیم تھے حافظ محمد یوسف لاہور سے حافظ براہیم کے ایک لڑکے حافظ محمد اسماعیل اور دو لڑکیاں رحیمہ اور ام سلمیٰ ہوسے محمد اسماعیل کے ایک فرزند تھیں حافظ محمد احمد ان کے بھی ایک فرزند ہیں حافظ مصطفیٰ مجددی میں مقیم ہیں صاحب اولاد نہیں۔ ام سلمیٰ مولوی قاضی محمد شعیب (بن قاضی محمد عیسیٰ بن قاضی محمد ایوب شعلی) کو بیامی تھیں جن سے مولوی محمد زید صدیقی دھوبال ہیں صاحب اولاد ہیں حبیبہ بیہ ریاس علی کو بیامی تھیں ان سے سید جعفر علی لاہور میں مقیم ہیں۔

شاہ اسحق کی دوسری صاحبزادی شاہ اہل اللہ کے پڑپوتے شاہ محترم اللہ کو بیامی تھیں شاہ محترم اللہ کے صرف ایک فرزند مولوی عبد الرحمن کا نکاح ہے یہ لڑکہ معظم میں مقیم تھے مولانا عبد اللہ سندھی نے المسعودی کا نسخہ انہی مولوی عبد الرحمن کے در ثام سے

جس کیا تھا۔

شاہ صاحب کی تیسری صاحب زادی شاہ رفیع الدین کے نواسے مولوی تید نصیر الدین مجاہد شہید ۱۸۸۴ء و غزنی، کو بیابا تھیں، ان کے دو صاحب زادے تھے، مولوی عبداللہ اور مولوی عبدالعظیم۔

شاہ یعقوب کی ایک دختر کا نکاح مرزا امیر بیگ سے ہوا تھا، ان کے صاحب زادے مولوی خلیل الرحمن تھے۔

شاہ رفیع الدین صہلوی

ولادت ۱۱۶۳ھ / ۱۷۴۹ء، وفات ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء

ولد کی وفات کے وقت ۱۲/۱۳ سال کے تھے اور میڈی وغیرہ پڑھ سے تھے، بڑے بھائی شاہ عبدالعزیز ناموں شاہ مجاہد شفیق وغیرہ تھے تحصیل علم کی شاہ عبدالعزیز اپنے ایک مکتوب (۹۹ھ / ۱۱۱۱ھ) بنام شاہ ابو سعید رے بریلوی میں تحریر فرماتے ہیں: "رفیع الدین بفضل الہی تحصیل علوم سے فارغ ہو گئے ہیں۔ ایک مجلس میں علماء و مفتخر کے سامنے ان کے دستار تبرک باندھی گئی۔ اور درس کی اجازت دی گئی، الحمد للہ بہت سے طلباء ان سے مستفید ہو رہے ہیں۔" پھر جب شاہ عبدالعزیز نے اشتداد عوارض اور انحطال قوی کی بنا پر تدریس ترک کر دی تو ان کے اسبق شاہ رفیع الدین ہی کے سپرد ہوئے اور مدرسہ کی صدارت کا بار آپ ہی نے اٹھایا اور نہایت مدتی سے زیادہ عرصہ تک سرگرم افادہ و تدریس رہ کر کئی برس

ملکہ مکتوب المعارف مطبعہ تلخ الاثر بہارن پور ۱۳۰۳ھ

فضلاً پیدا کئے، شاہ رفیع الدین کو اپنے سب بھائیوں میں یہ تیسری صاحب زانیہ و نیات کے ساتھ معقولات میں بھی کمال حاصل تھا۔ ملفوظات عزیزیہ، ریاضیات کے ریاضیات میں تبحر کے سلسلے میں کئی ملفوظات ہیں، ایک بار فرما کر کہ میرے شاگردوں میں سے مولوی رفیع الدین کو خاص مرتبہ حاصل ہے۔ ریاضیات میں انہیں موجد کا مقام حاصل ہے۔ ایک بار فرمایا "من ریاضی میں مولوی رفیع الدین کی مثال بند و ولایت میں نہیں ملے گی۔" شاہ عبدالعزیز کی نظر میں شاہ رفیع الدین کا مقام رفیع تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اپنی تفسیر فتح العزیز میں صحت من وعن نقل کر دی ہے، ایک بار ایک ارادت مند نے عرض کی کہ میں نے خوب خوب آفتاب کو غروب ہوتے دیکھا ہے، شاہ عبدالعزیز نے جواب دیا: "آفتاب غروب ہو گیا شاہ رفیع الدین چل بسے" علیہ

شاہ رفیع الدین کو سعیت ارشاد شاہ محمد عاشق سے بھی کسی جندوب کی خواہش بھی فیض پایا تھا۔

شاہ صاحب نے تدریس و افتاء کے ساتھ تصنیف و تالیف کی طرف بھی مناسب توجہ فرمائی اور اگرچہ آپ کی تالیفات بسو و مطول نہیں ہیں بلکہ سادہ و مختصرات کے ذیل میں آتی ہیں لیکن اپنے مواد و مشتملات کی نوعیت، اندازت موضوعات اور متجربانہ انداز بیان کی بنا پر وہ بڑی ہی بیش قیمت ہیں، شاہ صاحب کی تالیفات نشر میں بھی ہیں اور نظم میں بھی، عربی میں بھی، فارسی میں بھی اور اردو میں بھی۔

آر دو۔

۱) ترجمہ اردو کلام اللہ یہ ترجمہ آپ نے تقریباً ۱۲۰۵ء میں مکمل فرمایا تھا۔ مگر مولوی عبد الرحیم فیضی کا جو ای دو دو ان گرامی کے متبیین و خدام میں سے ہیں، بیان ہے کہ علہ

”ترجمہ تحت لفظی قرآن بعض کہتے ہیں کہ آپ نے شروع کیا تھا مگر ناتمام رہا، دوسروں نے تمام کر کے آپ کے نام سے شہرت دی۔“

عبد الرحیم فیضی کے اکثر بیانات کو ہم نے تحقیق کے بعد معنی بحقیقت پایا ہے اس لئے ان کے اس انکشاف کو بھی ہم بے اہل اور ناقابل التفات تصور نہیں کر سکتے خصوصاً اس لئے بھی کہ اس خاندان کے اکثر علماء کے ساتھ ایک گروہ — اہل حدیث نے یہ معاملہ کیا ہے اور ان کی تحریروں میں تحریف و تغیر اور ان کی طرہ اپنی مصنفہ کتابوں کو نسبت و شہرت دینے میں اس گروہ کو یہ طوطی حامل ہے۔ ہم نے ایک متقل مضنون میں ان تحریفیات کی نشان دہی کی ہے۔

(۲) راہ غایت، ایک مختصر سالہ (ضخامت ۳۲ صفحات) یہی مطلع مصطفائی

لکھنؤ سے ۱۲۶۰ھ/۱۸۴۴ء میں شائع ہوا تھا۔

(۳) تفسیر رفیع، سورہ بقرہ کی اردو تفسیر ہے، جو شاہ صاحب کے درس قرآن کی تقاریر مشتمل ہے، یہ تقاریر شاہ صاحب کے مترشحہ سیہ نجف علی معروف بہ فوج دار خاں نے قلم بند کی تھیں اور شاہ صاحب سے اصلاح بھی کروائی تھی، یہ تفسیر فوج دار خاں کے بیٹے عبد الرزاق نے ۱۲۶۲ھ/۱۸۵۶ء میں مطلع نقشبندی

علہ مقامات، طبعیت معروف بہ فضائل عزیزی، ایف ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء

علہ مقالہ مولانا محمد عبد علیم چشتی، بیات رمضان ۱۲۸۲ھ گریزی۔

سے شائع کی تفسیر پر سید عبدالرزاق نے جو پیش لفظ لکھا تھا، اس میں مذکور تفسیر رفیع بلکہ ترجمہ قرآن کے متعلق بھی صراحت کی ہے کہ یہ دونوں شاہ صاحب کے نہیں ان کے والد — فوج دار خاں کے لکھے ہوئے ہیں۔

والد بزرگ دار میر نے بخیریت..... مولوی رفیع الدین رحمہ اللہ کے عرض کیا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ ترجمہ کلام اللہ تحت لفظی آپ

سے پڑھ کر زبان اردو میں لکھوں پھر آپ ملاحظہ فرما کر اصلاح دے کر درست فرمادیا کریں، چنانچہ آپ نے قبول فرمایا اور تمام کلام اللہ اسی طرح سے مرتب ہوا اور رواج پایا یہ صورت سے تفسیر سورہ بقرہ کے بطور نائروں کے تمام و کمال مفصل و شرح بھی تھی اور موسومہ تفسیر رفیع کیا۔

مندرجہ بالا اقتباس سے عبد الرحیم فیضی کے اس بیان کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے جو ہم نے ترجمہ قرآن کے سلسلے میں نقل کیا تھا، آپ محسوس کریں گے کہ فیضی کے بیان میں وزن ہے !!

فاسرہ سی۔

(۱) رسالہ افان نماز، ایف محرم ۱۲۲۰ھ

(۲) رسالہ فوائد نماز۔

(۳) حملۃ الخرش۔

(۴) شرح رباعیات۔

(۵) بیعت

(۶) شرح چہل کاف، ایف صفر ۱۲۲۰ھ

(۱۰) - شرح بُرہان العاشقین (رسالہ مجاہد تالیف ۱۳ جمادی الآخری ۱۲۲۰ھ)۔

(۱۱) - نذر بزرگان

(۱۲) - جوابات سوالات اثنا عشر۔

مندرجہ بالا ۹ رسائل ایک مجموعہ کی صورت میں مجموعہ رسائل فقہ کلام سے مولانا سید ظہیر الدین ولی اللہی نے مطبع احمدی دہلی سے شائع کئے تھے، پھر سن ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۳ء میں مولانا عبدالحمید سواتی نے مدرسہ فقہ العلوم گوجرانوالہ سے شائع کئے ہیں۔

(۱۰) - مجموعہ فتاویٰ شاہ رفیع الدین مطبع مجتہائی دہلی ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء و مدرسہ

فقہ العلوم گوجرانوالہ ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۳ء

(۱۱) - آثار القیامت (قیامت نامہ) مطبوعہ

(۱۲) - تنبیہ الغافلین، مطبع احمدی چچہ، ہرگلی کلکتہ

(۱۳) - رسالہ سمیت قبلہ۔

(۱۴) - رسالہ تعدد جہات الخمسة المتجہ

عربی -

(۱۵) - اسرار الحجۃ، مجموعہ فقہ العلوم گوجرانوالہ ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۵ء تحقیق و تصحیح مولانا

عبدالحمید سواتی -

(۱۶) - تفسیر آیتہ نور ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۴ء گوجرانوالہ تصحیح مولانا عبدالحمید سواتی -

(۱۷) - تکمیل الاذیان تالیف ۱۲۳۰ھ/مطبوعہ ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۵ء گوجرانوالہ -

(۱۸) - مقدمۃ اعلم {تحقیق و تصحیح مولانا عبدالحمید سواتی -

مولانا عبدالحمید سواتی کو ادبیات ولی اللہی سے خصوصی شغف ہے اور معروف نے اس خاندان اور خصوصاً شاہ کا متعدد کتب بڑی محنت و دانشمندی سے مرتب کر کے شائع فرمائے ہیں، انجرام اللہ تعالیٰ۔

(۱۵) - دماغ الباطل، شاہ ولی اللہ کے مکتوب مدنی کے جواب میں مولوی غلام کبھی

بہاری ت ۱۶۹۰ء نے رسالہ کلمۃ الحق لکھا تھا، شاہ رفیع الدین نے کلمۃ الحق

کے جواب میں دماغ الباطل تحریر فرمایا، اس رسالہ کے خطوطات سالار

جنگ میوزیم وکن، رضا لائبریری رام پور اور کتب خانہ شروانی علی گڑھ میں ہیں۔

(۱۶) - رسالہ فی اثبات شق القمر و البطل برہان الحکمہ

(۱۷) - رسالہ فی تحقیق الاولوال -

(۱۸) - رسالہ فی الحجاب -

(۱۹) - رسالہ فی بُرہان التماخ -

(۲۰) - رسالہ فی عقد الاناں -

(۲۱) - حاشیہ میرزا ہر رسالہ -

(۲۲) - الدر الدار -

(۲۳) - رسالہ فی المنطق -

(۲۴) - رسالہ فی الامور العامہ

(۲۵) - رسالہ فی التاریخ -

نظم

(۱) - قصیدہ عینیہ، دربرہ قصیدہ شیخ الریس -

(۲) - قصیدہ معراجیہ -

(۳) - تخیس برقصیدہ شاہ ولی اللہ در بیان حقیقت نفس

۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء میں دہلی میں جو ہر ہضیفہ بھٹی تھی، اس سے شاہ رفیع الدین

بھی متاثر ہوئے جب مرض نے شدت اختیار کر لی تو شاہ عبدالعزیز نے حفاٹ کو
سورہ تبارک لیسین کی تلاوت کا حکم دیا جب وفات واقع ہو گئی تو عزیزوں کو تسلی
دی اور خدام کو حکم کہ والد ماجد کے پائینیں جو جگہ میں نے اپنے لئے مخصوص کی تھی،
وہاں قبر تیار کر دو جب جنازہ باہر آیا تو رو تے ہوئے جنازہ کو کاٹ دھا دیا اور نماز
جنازہ ادا کر کے جنازہ کو رخصت کیا اور خود بعد میں (شاید سواری پر) مقبرہ پہنچے۔
قبر تیار ہو رہی تھی، جنازہ کے قریب والد کی قبر کے پاس مراقب ہو گئے، دفن
کے بعد خود بھی مٹی دی اور فاتحہ پڑھ کر رخصت ہوئے، شہر آکر زمانے میں گئے،
وہاں سے مدرسہ (مردانے) آکر لوگوں کو وداع کیا اور تلقین صبر کی اور فرمایا ان سے
میرے چار رشتے تھے ۱۰، ایک حقیقی بھائی تھے ۲، والد مرحوم نے فرمایا تھا کہ یہ تیرا
بیٹا ہے، ۳، میری دایا کا انھوں نے بھی دو بچے تھے، ۴، شاگرد تھے علیہ

شاہ رفیع الدین ہی کی وفات پر شاہ عبدالعزیز نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ہم چاروں
(حقیقی) بھائیوں کی رحلت میں ترتیب متعکسہ واقع ہوئی ہے، سب سے پہلے سب
سے چھوٹے بھائی مولوی عبدالغنی گئے، ان کے بعد ان سے بڑے مولوی عبدالقادر
ان کے بعد ان سے بڑے مولوی رفیع الدین، اب میری جوان سب سے بڑا تھا
باری ہے ۵ علیہ

فاتحہ سوم میں جمع کثیر ہو گیا تھا، کیا اشیاء سے زیادہ کلام اللہ ختم ہوا، شاہ دہلی
اکبر شاہ ثانی کی طرف سے شاہ زادہ سلیم و بابر و جوانِ بخت نے مجلس میں شرکت کی
اور ندریں پیش کیں ۱۱

علیہ مفوضات عزیزی علیہ ایضاً ۱۲ علیہ مفوضات عزیزی ۱۳

اخلاف

شاہ رفیع الدین کے چچے صاحب زادے اور ایک صاحب زادے۔
۱۴ مولوی محمد عیسیٰ (۲)، مولوی مصطفیٰ (۳)، مولوی مخصوص اللہ (۴)، مولوی محمد حسین
۱۵، مولوی محمد موسیٰ (۶)، مولوی محمد حسن۔

مولوی محمد عیسیٰ کا عقد شاہ عبدالعزیز کی بڑی صاحب زادی سے ہوا تھا،
مولوی محمد مصطفیٰ کا عقد شاہ عبدالقادر کی صاحب زادی زینب سے ہوا تھا، ان کی
عاجزادی کا کثرتِ تھیں جو شاہ محمد اسماعیل کو بیابا گئیں اور ان سے شاہ محمد عمر پیدا ہوئے
مولوی محمد موسیٰ کے ایک صاحب زادہ عبدالسلام اور ایک دختر تھیں۔

مولوی محمد حسن کے ایک صاحب زادہ احمد حسن اور چچا صاحب زادیاں
تھیں، مولوی احمد حسن کی صاحب زادی مولوی علاء الدین چھلپی کو بیابا تھیں، یزید
مولانا فضل اللہ الجیلانی (دینروہ) مولانا سید محمد علی مونگیری بانی ندوہ کے نام تھے۔

شاہ رفیع الدین کی صاحب زادی امۃ اللہ کا عقد مولوی سید نجم الدین بولنی پتی
سے ہوا تھا، ان سے دو صاحب زادے تھے ۱۱، سید ناصر الدین اور ۱۲، سید نصیر الدین،
سید ناصر الدین کے صاحب زادے سید معز الدین تھے اور سید معز الدین کے صاحب
زادے مولوی سید ظہیر الدین دلی الہی تھے جنھوں نے اپنے اسلاف کی بہت سی کتابیں
نسخ کر کے ان کو فائع ہونے سے بچایا۔

مولوی سید نصیر الدین کا عقد، شاہ محمد اسحاق محدث دہلی کی دختر سے ہوا تھا

علیہ دہلی اور اس کے اطراف ملا مقالات طریقت دہا

ان سے دو صاحب زادے تھے (۱) عبداللہ اور (۲) مولوی عبدالکیم، یہ دونوں اپنے
نانا شاہ محمد اسحق کے ساتھ مکہ معظمہ ہجرت کر گئے تھے، اس لئے ان کے بعد کی نسلیں
کے حالات سے ہم بے خبر ہیں۔

شاہ عبدالقادر دہلوی

ولادت ۱۱۶۷ھ/۵۳ء والد کی وفات کے وقت صرف ۹ برس کے تھے
اور صرف میٹر پڑھتے تھے، علوم کی تکمیل شاہ محمد عاشق اور دوسرے علما سے کی بعین
ارشاد شاہ عبدالعدل دہلوی سے کی۔

تمام عمر اکبر آبادی مسجد کے ایک حجرے میں بسر کر دی۔ (سرسید) ۳۴ سال اکبر آبادی
مسجد کے ایک حجرے میں رہے ہفتہ میں ایک روز چھانچہ کو شاہ عبدالعزیز اور
دوسرے ائمہ سے ملنے مسجد سے مکان آیا کرتے تھے، (مناجات طریقت ص ۲۷)

۱۲۰۵ھ میں قرآن مجید کا اردو ترجمہ مکمل کیا، سرسید احمد خان لکھتے ہیں عربی زبان
کا اردو ترجمہ سب سے پہلے مولوی عبدالقادر دہلوی رفیع الدین صاحب نے کیا، ہر کا
تاریخی نام ”موضع قرآن“ ہے اور جو پہلی بار ۱۲۵۴ھ/۱۸۳۸ء میں عبداللہ بن بہادر علی
نے مطبع احمدی بنگلہ دہلی سے شائع کیا تھا، مولوی سید شاہ جہاں واما دیاں
نذیر حسین نے ۱۳۰۷ھ میں اس میں اضافات کر کے شائع کیا، چنانچہ مولوی سید ظہیر الدین
احمد ولی اللہی نے انھیں اس خاندان کے آخر میں اس خاندان کی جن جعلی کتابوں کی نشان
دہی کیا ہے، ان میں تحفۃ الموحیدین اور البلاغ المبین اور تفسیر مولانا شاہ عبدالقادر

علیہ تذکرۃ اہل دہلی ص ۵۸

المعروف بموضع القرآن“ بھی ہے۔
صاحب نمبر ۲۸۵ انھوں نے شاہ صاحب کے ایک رسالہ ”ارتقاۃ تصوف“ پر
کتاب بھی نام لیا ہے۔

وصال ۱۲۳۰ھ/۱۸۱۲ء میں ہوا۔

آپ کے تلامذہ کا شمار ممکن نہیں، امام فضل حق فیہ آبادی، مولانا صد الدین
شاہ محمد اسماعیل شہید، شاہ محمد اسحق محدث دہلوی، شاہ محمد یعقوب دہلوی، مبارک
جیسے اکابر فضلا، عصر نے آپ سے علوم عقلیہ و نقلیہ میں استفادہ کی سعادت حاصل کی تھی۔
آپ کی جہانی یاد کا صرف ایک صاحب زادی زینب عقیں جن کا عقد آپ نے
اپنے بھتیجے شاہ مصطفیٰ فرزند شاہ رفیع الدین سے کیا تھا، ان کے بطن سے صرف
ایک صاحب زادی کلثوم تولد ہوئی جو شاہ اسماعیل کو یا ہی گئی تھیں، کلثوم کے
صاحب زادے شاہ محمد عترت تھے جو ایک درویش بہاد عالم تھے، ۱۲۶۸ھ میں شاہ محمد
عترت فوت ہو گئے۔

شاہ عبدالمعنی دہلوی

ولادت ۱۱۷۱ھ/۵۸ء والد کی وفات کے وقت صرف ۵ سال کے تھے اور قرآن
مجید حفظ کر رہے تھے، حفظ قرآن مجید سے فراغت کے بعد نو سال کی عمر میں حجاب
سنائی اور فارسی کا نصاب شروع کیا، پھر عربی کی صرف و نحو کا آغاز کیا۔ یہ معلوم نہیں کہ
تکمیل علوم بھی کی تھی یا نہیں؟

علیہ اشعار اسلامیات بیروت مشلا علیہ مکتوب المعارف۔

والد کے ایک شاگرد شیخ علاء الدین بھلتی کی صاحب زادی فاطمہ سے عقد ہوا۔ جن کے بطن سے ایک صاحب زادی رقیہ اور ان کے بعد سن ۱۱۹۳ء ۱۷۹۹ء میں شاہ محمد اسماعیل پیدا ہوئے، شاہ اسماعیل کے بعد ایک اور صاحب زادی بھی تولد ہوئیں۔ شاہ اسماعیل کی والدہ کا ۱۸۲۲ء میں سفر حج کے دوران وصال ہوا۔ اور شاہ عبدالنسی ۱۲۰۳ھ/۱۷۸۹ء میں ۳۲/۳۳ سال کی عمر میں جان فانی سے رخصت ہوئے۔

”آپ بڑے صاحب کشف و کرامات، عارف کامل شاہد و پرہیزگار کیتے روزگار بزرگ تھے“ علامہ

تقیہ بے کہ محمد جعفر تھانوی نے سوانح احمدی میں شاہ عبدالغنی کو سید احمد شہید کے مریدین میں محسوب کیا ہے، حال آنکہ سید احمد شہید شاہ عبدالغنی کی وفات کے وقت صرف دو ڈھائی برس کے تھے، تھانوی نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ بزرگ ہنرمیں مجنوں ہو گئے تھے۔ بی بی رقیہ کی شادی شیخ محال الدین بن محمد عشق بن علاء الدین بھلتی سے ہوئی تھی شیخ کمال الدین کے انتقال کے بعد شاہ اسماعیل نے نکاح بیوگان کی تحریک کی دوران ان کا نکاح ثانی مولوی عبداللہ بڈھانوی سے کر دیا تھا علامہ

شاہ اسماعیل کی شادی، شاہ عبدالقادر کی نوای اور شاہ فیض الدین کی پوتی کھنوم سے ہوئی تھی جن سے صرف ایک فرزند شاہ محمد عمر ہوئے۔ علامہ

شاہ عبدالغنی کی دوسری صاحب زادی صاحب اولاد تھیں اور ۱۳۱۱ھ میں ان کی چند صاحب زادیاں بقید حیات تھیں۔ علامہ

علامہ جماعت مجددین ص ۱۲، علامہ مقالات طریقت ص ۲۷، سوانح احمدی ج ۱ ص ۲۹، علامہ غزن احمدی ص ۴۲، سید احمدی رائے بریلوی، علامہ مقالات طریقت ص ۲۷، مقدمہ فتویٰ از مرزا محمد بیگ دہلوی ص ۷۷

شاہ ولی اللہ کے اخلاف و احفاد

شاہ محمد اسحق دہلوی

شاہ محمد اسحق دہلوی، شاہ عبدالعزیز کے بیٹے نواسے خلیفہ اور جانشین تھے خان وادہ ولی اللہی کے آخری عظیم جلیل رکن، انیسویں صدی عیسوی کے مشہور خدام حدیث نبوی کے شیخ تھے، شاہ ولی اللہ نے برسوں پہلے اپنے احفاد کے دائرہ میں کی وسعت کی ہمیش گوئی کی تھی، اس کے مصداق شاہ اسحق ہی تھے، ہم شاہ محدث کی حیات اور ان کے علوم پر ایک مبسوط کتاب تالیف کر چکے ہیں اس لئے یہاں ان کی حیات ایک خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

والد کا نام شیخ محمد افضل، ولادت ۱۷۸۲ء تعلیم شاہ عبدالعزیز اور شاہ عبدالقادر سے حاصل کی، حجاز میں شیخ عمر بن عبدالکریم علی سے بھی سند حدیث لی، تربیت باطن بھی نانا اور شاہ عبدالقادر سے حاصل کی اور شاہ عزیز سے سلسلہ قادریہ میں بیعت کی، تعلیم سے فراغت ۱۸۰۸ء میں حاصل کی اور معاً بعد مدرسہ رتیمیہ میں تدریس کی مسند پر رونق افروز ہو گئے اور مسلسل ۴۰ سال درس دیتے رہے، ۱۸۲۳ء میں نانا کی وفات کے بعد ان کے جانشین ہوئے۔

علامہ مقالات طریقت ص ۷۷، مقدمہ فتویٰ از مرزا محمد بیگ ص ۷۷

۱۸۲۳ء میں فریضہ حج ادا کرنے کے لئے تشریف لے گئے اور دو سال بعد ۱۸۲۶ء میں واپس ہوئے، اس سفر میں حج زیارت کے علاوہ وقت کے محدث شیخ عمر بن عبدالکریم سے سند حدیث بھی حاصل کی، مراجعت کے بعد ۱۶ سال درس و ارشاد اقبائیں مصروف رہے اور ۱۸۴۲ء میں دہلی سے مکہ معظمہ ہجرت فرما گئے وہاں بھی طاعت و ریاضت کے علاوہ درس و ارشاد کا شغل جاری رہا۔ جو اہرم میں چار سال اور چند ماہ قیام کے بعد ۱۸۴۵ء میں وصال فرمایا اور اہم المؤمنین سیدنا خدیجہؓ کے مزار مبارک کے جوار میں مدفون ہوئے۔

حدیث کی مشہور کتاب مشکوٰۃ المصابیح کا ترجمہ اردو اور مختصر فارسی رسالہ "شعب الایمان" آپ کی قلمی یادگاریں ہیں۔ مسائلربعین اور ماہ مسائل کو بھی ایک تشدد و گروہ نے آپ کی جانب غلط نسبت دی ہے، ہم نے اپنی کتاب میں یہ دلائل ثابت کیا ہے کہ یہ آپ کی تالیف نہیں ہیں۔

شاہ محمد یعقوب دہلوی

شاہ عبدالعزیز کے نواسے اور شاہ محمد اسحاق کے چھوٹے بھائی، صرف چھوٹے بھائی ہی نہیں ہم خیال و ہم مسلک تھے، زندگی بھر رفیق و شریک حال رہے۔

۱۸ گرامی محمد یعقوب اور عرف چھوٹے میاں تھے، ولادت ۲۸ ربی الحجہ ۱۲۰۰ھ / ۱۷۸۶ء تحصیل علوم زیادہ تر شاہ رفیع الدین سے کی، ضیاء کا بیان ہے کہ تین سبق شرح ملا کے حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ سے پڑھے ہیں، اکثر علوم شاہ رفیع الدین سے حاصل کئے، تفسیر جلالین شاہ عبدالعزیز سے ان کی پہلی قدمی کے دوران پڑھی، سند شاہ عبدالعزیز نے عطا فرمائی، فراغت کے بعد اپنے بزرگوں کے مدرسے میں درس دینے لگے۔ ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء میں اپنے بڑے بھائی کے ساتھ فریضہ حج ادا کیا، واپسی پر درس کا سلسلہ جاری رہا، ۱۲۵۸ھ / ۱۸۴۲ء میں یہ پورا گھرانہ ہند کے دارالخرب سے مکہ معظمہ ہجرت کر گیا، وہاں بھی درس و ارشاد کا سلسلہ جاری رہا، ۲۴ برس جوار بیت اللہ میں قیام کے بعد ۲۸ ربی قعدہ ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۶ء کو وصال فرمایا۔

آپ سے علوم دینیہ اور فیض باطن حاصل کرنے والوں میں سے نواب صدیق حسن خاں، مولانا مظفر حسین کاندھلوی، مولوی عبدالعزیز جعفری، ملا عبد القیوم بڑھانوی حاجی امداد اللہ مہاجر کی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا محمد زماں (شہید ۱۲۹۲ھ) شیخ محمد محدث تھانوی، خواجہ احمد بن یاسین نصیر آبادی، مولوی محمد سعید عظیم آبادی جیسے رجال علم و عمل ہیں اور حاجی منیر خاں رئیس خانپور، سکندر شاہ، عبدالرحیم لکینہ ساز، نعمت خاں (خادم خاص)، وغیرہ جیسے بکثرت اشخاص بھی آپ سے متمتع ہوئے۔ ان حضرات میں سے مولانا قاسم کا بیان ہے کہ مولانا محمد یعقوب صاحب قلب کے اندر جو نہایت باریک چور ہوتے ہیں ان سے خوب واقف تھے۔

مؤلف سوانح احمدی نے آپ کو سید احمد شہید کا مستفید و مرید اور ان کا خلیفہ بتایا ہے یہ اگرچہ عقلاً مستبعد نہیں ہے۔ مگر زائف موصوف نے شاہ عبدالعزیز کے گھرنے کے بارے میں اس قدر غلط بیانیوں کی ہیں کہ اس کی کسی بات کا بغیر سند کے اعتبار نہیں کیا جاسکتا، خود شاہ محمد یعقوب نے ہمیشہ اپنے فخر و روزگار ناماہی کے دامن تریبیت سے وابستگی کو اپنے لئے باعث فخر و لائق ذکر کچھا، چنانچہ ان کے ایک مسترشد شیخ محمد محدث تھانوی تحریر فرماتے ہیں:

اور ۱۲۶۳ھ میں فقیر کو بعد شرف بیت و صحبت اپنے بقا
مکہ معظمہ شرفیہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مولوی محمد یعقوب مہاجر کی
نواسہ اور خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تاج

علہ مقامات طریقت ۱۲۲۳ روایات ۱۵۵۰ و بعد ۲۳۳ روایات محمدی از محدث تھانوی ۳۰
علہ مقامات ۲۲۳ روایات ۱۵۱۰ علہ امیر الروایات ۱۵۰۰ علہ ارشاد محمدی ۳۰ مطبع محبوب المطابع
میرٹھ ۱۳۰۸ھ / بار دوم (تالیف ۱۲۶۷ھ)

نے اجازت تمام اذکار و اعمال و اشغال مجملہ طریقوں کی جو ان کو حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ سے پہنچے تھے منع فرما کر تشریف اپنے کے ومع سند مہر علم حدیث اور علم تفسیر و فقہ و اصول حدیث اور تصوف عطا فرمائی۔

شاہ محمد یعقوب کو اگرچہ شاہ محمد اسماعیل کے طرز فکر اور مسلک سے خفق نہیں تھا مگر ان بزرگوں کے اختلافات حدود میں محدود ہوتے تھے۔ چنانچہ درہم دین میں معاشرتی روابط خوش گوار تھے اور خاص تحریک جہاد یا کفرہ میں شاہ نمبر حنیف اور ان کے برادر مکرم نے ممکن اعانت کی، امیر شاہ خاں کا بیان ہے کہ شاہ سید نے چچ کو روانہ ہونے سے قبل خاص خاص علماء کی ایک مجلس طلب کی تھی جس میں شاہ نمبر یعقوب بھی شامل تھے، ان حضرات سے شاہ اسماعیل نے تقویت الایمان کے اندر بیان کے سلسلے میں مشورہ کیا تھا۔

مجاہدین کی ہجرت کے بعد ہندوستان میں اعانت مجاہدین کا کام انہی دونوں ہی پر نے سنبھالا تھا، پورے ملک سے جو فائدے آئے وہ انہی مجاہدین سے مل کر درہم بیت کے لئے کر لگے بڑھتے، سرحد سے جو ہدایات آتی تھیں وہ انہی مجاہدینوں وساطت سے آتیں۔ زرا اعانت کی فراہمی اور اسے مجاہدین تک پہنچانے کی ذمہ داری بھی انہی کی تھی۔ چنانچہ اس سلسلے میں سید صاحب کے متعدد خطوط ان حضرات کے نام ہیں، خطوط جن حالات میں لکھے جاتے تھے اور فائدہ جن راستوں سے گزرتے تھے ان کی وجہ سے کاتب اور مکتوب امیر کے اسرار صراحتہ نہیں لکھے جاتے تھے اور عموماً القاب اس قسم کے ہوتے تھے۔

شیخین جلیلین للسرایۃ عینین وللمرئیۃ اذنین وللسماحتۃ یدین و شہدۃ

عضدین و العبادۃ قد بین ولہدایتہ علین اکبرہا فلا سب فی انہ شجرۃ غائرۃ
الاصول والاعراق ناضرة الغصون والاولاد واما اصغرہا فلا شک انہ شجرۃ
طعمہا مغرب وریحہا محبوب

یا

ای کریم الاخلاق طیب الاعراف فاقم الاعلاق وافی اخیا المحبوب ذی الخلق المرغوب

یا

ناصر بن بکلمۃ اللہ ناصرنا صحن لدین اللہ اما اکبرہا فلا شک انہ نقی الاعراق صفی
الاخلاق وحی الآفاق واصغرہا فلا ریب انہ ذوالخلق المرغوب منہ الناس العزیز
مولوی سید نصیر الدین مجاہد کے ایک خط سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شاہ محمد
یعقوب کا سند صریح طرف ہجرت کا ارادہ تھا مولوی سید نصیر الدین لکھتے ہیں یہ

برائے مہاجریت بھائی یعقوب ملک سندھ اسباب خوب است

مجاہدین و مجاہدین ہند میں ایک گروہ مولوی سید محبوب علی کی قیادت میں سید
صاحب سے بغاوت کر کے جب سرحد سے لوٹ آیا تھا اور دہلی میں تحریک جہاد کے
خلاف جدوجہد میں مصروف تھا تو تحریک جہاد بہت متاثر ہو گئی تھی، کیونکہ ادھر مجاہدین
کے قافلوں میں رکاوٹ پیدا ہو گئی تھی، ادھر مادی اعانت بند ہو گئی تھی، اس فتنہ کو
رفع کرنے اور دوبارہ یہ سلسلہ شروع کرنے کا سہرا انہی دونوں بھائیوں کے سر ہے۔

افسوس ہے کہ ان دونوں بھائیوں کو نظر انداز کر دینے اور اموش کر دینے اور ان
کی خدمات کو بھلا دینے کی منظم و متحدہ سعی کی گئی ہے، اس لئے ان حضرات کی سوانح کے

علہ جماعت مجاہدین دہلی

صرف چند گوشے بمشکل ادراک تاریخی میں محفوظ رہ گئے ہیں خسراں، اولاد، تصانیف
مستشرقین، مستفیدین، غرض پوری زندگی کو ادھل کر دیا گیا ہے ورنہ ان دونوں برادران
کرام کا مرتبہ اس سے ظاہر ہے کہ شاہ ولی اللہ نے جو پیش گوئی کی تھی کہ اگرچہ میرے فرزند
بھی مبارک ہیں اور ان میں بھی بطور پذیر ہوگی۔

مگر تندرہ میر غیب کا تقاضا یہ معلوم ہوتا ہے کہ دو اہستیاں پیدا
ہوں گی جو مدتوں تک اور مدنیہ میں علوم دینی کی ترویج کریں گی اور
وہیں رہیں گی اور یہ دونوں ہستیاں اپنی ماں کے رشتے سے
مجھ سے متعلق ہوں گی۔

تو نواب صدیق حسن خاں بقول اس کے مصداق شاہ اسحق و شاہ یعقوب
ہو سکتے ہیں۔

سرسید احمد خاں اپنے دور کے جن خاصاں دہلی کے ذریعہ جیل سے آزاد ہوا وہ
کے ادراک کو رنیت دی تھی، ان میں شاہ محمد یعقوب بھی تھے لکھتے ہیں:-

علم و فضل میں بھی کم پای نہیں رکھتے تھے الا خلق جہلی و صفات
جزیل اور قناعت و استغناء میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے اکثر دیکھا
گیا ہے کہ جب کوئی بطور ہدایت پیش کش کچھ لایا کچھ قبول نہ کیا جو سراپا
اپنے پاس رکھتے ہیں اس میں بسر اوقات کرتے ہیں خواہ بہ تنگی
اور خواہ بہ وسعت اور حسب استعداد و سپہ مال کی مکرر تکلف
رہتے ہیں اس کا استعدادی میں توفیق ایسے امور غیر کی ایسے ہی مزین
خدا کا کام ہے آپ نے ہمراہ اپنے برادر مرحوم کے ہندوستان سے

ہجرت کی اور مکہ معظمہ میں توطن اختیار کیا جب تک شاہ جہاں آباد
میں رہے گوشتِ عزت میں پایادامن رہتے تھے اور بارہ روز گار کی
طرف کبھی رجوع نہ رکھتے تھے اور یہی حال ہے اس بلاد میں کہ کچھ وجہ
قلیل میں جو کسی کسبِ حلال سے ہم پہنچتا ہے اپنی اوقات گزر کرتے
نہیں اور اوقات شبانہ روزی کو عبادتِ خالقِ زمین و آسمان میں
بسر کرتے ہیں۔ حق جل و علی ایسے زبدۂ اہالی روزگار کو تادیر بلاست
رکھے کہ اپنے خاندانِ عالی شان کے یادگار رہیں آئینہ یارب العالمین۔

سرسید نے جو کسی کسبِ حلال کا ذکر کیا ہے اس کی وضاحت و مقابلاتِ طریقت
کے اس بیان سے ہوتی ہے کہ علم

”کہتے ہیں کہ مکان میں فرصت کے وقت ریشم کھول کرتے تھے۔“

شاہ عبدالعزیز کے ایک ملفوظ سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ محمد یعقوب روزانہ ایک
سپارہ دو بار پڑھا کرتے تھے۔ اس طرح ایک ماہ میں دو بار بیک وقت قرآن مجید ختم
کرتے تھے۔ علم

میاں یعقوب فرزند من... دربار
شب یک پارہ در در رسہ خواندہ باز در
خانہ مع جماعت مہول پارہ می خواند
تا کہ معاد و قرآن شریف پس و پیش یک دو
روز ختم می کنند۔
میرے بیٹے میاں یعقوب روزانہ رات کو
ایک سی پارہ باہر بدر سے بیٹھتے ہیں اور
پھر گھر میں جماعت کے ساتھ وہی پارہ پڑھتے
ہیں اس طرح دو قرآن مجید ایک دو روز
کے آگے پچھے ایک ماہ میں ختم کرتے ہیں۔

علم مقابلات طریقت، ۲۲۳ - علم ملفوظات شاہ عبدالعزیز ص ۱۱ مطبوعہ میرٹھ

در شقائق کہتے کہ استفادہ ظاہر کا یہ حال تھا کہ کبھی کوئی آیت کے معانی بیان کرتے
تو وہ مضامینِ عالی بیان فرماتے کہ سامعین حیران و ششدر رہ جاتے پہروں وہی بیان
چلا جاتا، قوتِ باطن کا یہ حال کہ ادھر سبقِ حدیث شریف وغیرہ کا بھی پورا ہے، ادھر
توجہ بھی جاری ہے یہ اس کو مانع وہ اس کو مزاح نہیں، امانت داری ایسی کہ یعقوب امین
مشہور تھے، سکندر شاہ دھلوی کہتے ہیں کہ ایک شخص آپ کے پاس دو سو قرض می امانت
لایا اور کہا یہ رکھیے، آپ نے فرمایا الماری میں کھدو اس نے نام نشان اپنا کر دیا، آپ نے
نام لکھ کر دھردیا، ایک مدت کے بعد اگر اس نے طلب کیا آپ ویدے آپ نے
دسیا کہ کہا کہ کھول کر تبائیے فرمایا کہ تم نے بھی کھول نہیں بتایا تھا، جس طرح رکھا تھا
اسی طرح رکھا ہوا ہے، وہ تکرار کرنے لگا اور کہا کہ یہ تو قرض میں میں تو ریا ل رکھا تھا،
در رکھے تھے آپ نے فرمایا، جو آپ نے رکھا تھا وہی ہے خیال نہ رہا ہوگا۔
خوب یاد کیجئے پھر اس نے (وہ) اسی طرح تکرار کرنے لگا آپ نے اس کو ایسا ہی آہستگی
اور نرمی سے تین بار بھلیا جب دیکھا وہ نہیں مانتا تو مکان سے جا کر دو سو ریا ل لاکر لایا،
اور فرمایا کہ یہ بھی سے جاؤ خیر چھکوسہ ہو یا ہوگا، مگر کسی وجہ سے چھپیں بھین، مہوئے علم
حضرت کی عالمی زندگی کی تفصیل دستِ یاب نہیں ہوئیں، صرف یہ معلوم ہوا
ہے کہ وصال کے وقت آپ کی دختر، داماد مرزا امیر بیگ اور نواسے مولوی خلیل الرحمن
صاحب موجود تھے، امیر الروایات میں حاجی امداد اللہ ہاجر کی کے بیان کردہ ایک واقعہ
میں مولوی محمد یعقوب کے داماد مرزا امیر بیگ کا ذکر آیا ہے، اس پر مولانا اشرف علی تھانوی
نے حاشیہ میں لکھا ہے کہ میں نے بھی والد مرحوم کے ہمراہ مکہ معظمہ میں ان کی زیارت کی تھی۔

علم مقابلات طریقت ص ۲۲۳ مؤلف کی زبان و محاورہ کئی ہے علم مقابلات طریقت ص ۲۲۳ امیر ابوالدین ص ۲۲۳

مقالات طریقت ص ۴۴۸ میں تالیف کی گئی تھی، اس وقت تک مولوی خلیل الرحمن بقید حیات تھے، اس پر سے سو سال میں اس نس سے کون کون اٹھا؟ ان آنے والوں کو رحیمی، ولی اللہی اور عزیزی دل و دماغ اور سیرت و کردار سے کتنا حقدار لگائی ہوا؟ رحیمی مسند و رس کسی نہ کسی شکل میں آپ بھی آباد ہے یا نہیں؟ تمنا تین وار شاد کے خاکستر میں کوئی چنگاری آپ بھی باقی ہے یا نہیں؟ کاش کسی ذریعے سے یہ معلوم ہو سکے!

مولف مقالات طریقت نے حاجی، افکار، تحفہ بخش سے روایت کی ہے کہ شاہ یعقوب نے حضرت شاہ عبدالعزیز کا یہ قول نقل فرمایا تھا کہ ہماری اولاد مکہ معظمہ میں جا بے گی اور حضرت امام مہدی سے ملے گی۔ اس پر مولف لکھتے ہیں سبحان اللہ حضرت ماں آل مولینا مولوی عبدالرحمن صاحب نواسہ شاہ حضرت احقاق کے اور جناب مولوی خلیل الرحمن صاحب سلمہا تعلقے نواسے مولینا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کے اب حاضر ہیں، دوسری بات (تلفا امام مہدی) پر بھی خدا سے حل و علی قادر ہے۔

شاہ صاحب کے وصال کی تحصیل یوں بیان کی گئی ہے مٹھ

سکندر شاہ صاحب کہتے ہیں کہ میں حضرت کی تجنیز و تکفین میں حاضر تھا، یہاں تک کہ اپنے ہاتھوں سے میں اور امیر بیگ صاحب اور عبدالرحیم تکیہ ساز اور نعمت خاں حضرت کے خادم خاص نے قبر میں اتارا ہے، جمعہ کے دن بھی نماز صبح آپ نے تم سے ادا کی اور اشراق و چاشت بھی پڑھی، دوپہر ڈھلے جب حرم قمر میں اذان ہوئی اسی وقت روح پر فوج جانب ملا و اعلیٰ ہمدان کی عمر کی نماز کے بعد جنت المصلیٰ میں حسب وصیت آپ کی بی بی کی قبر میں قریب مرزا پرنوار مولینا اسحق صاحب تھکرا

۶۔ مٹھ مقالات طریقت ص ۴۴۸

کو دفن کیا گیا، جنازے کی نماز کی ایسی کثرت ہوئی کہ تمام حرم کی دوکانیں بند ہو گئیں کھڑے رہنے کو بدشواری جائے دھکے ملتے تھے، حرم شریف سے جنت المصلیٰ تک اتنی خلقت تھی کہ قدم اٹھانا مشکل تھا، جنازے کو ہاتھ نہیں پہنچا تھا، ہزار باعرب بوسے لے رہے تھے جس قدر امانتیں کہ تھیں سب گھموا دیں اور فرمایا کہ تیس ریل نفرتی میرے تکیے کے تلے ہیں، اس تجنیز و تکفین ہووے کچھ دھوم دھام اور تکلف ضرور نہیں، اس طرح عمل ہوا، حافظ سورتی منہم مساجد بھوپال نے آپ کی تاریخ وصال اس آیت کریمہ سے نکالی ہے۔

الا ان ادبنا اللہ لاخون علیہم ولا ہم یخزنون

شاہ مخصوص اللہ

فرزند شاہ رفیع الدین، مدرسہ رحیمیہ کے عالی مرتبت مدرس، شاہ عبدالغنی فاروقی مجذبی کے استاد گرامی،

تعلیم و تربیت والد ماجد اور دو اہل چچاؤں سے حاصل کی، بیعت: شاہ عزیز سے سلسلہ تقویٰ و ربیعی کی۔

عہد تعلیم ختم کر کے اپنے آبائی اراکوں میں تفسیر و حدیث کے درس کا منصب اختیار کیا اور طویل عرصہ تک اس فرض کو بحسن و خوبی انجام دیتے رہے، شاہ محمد اسحاق کی ہجرت حرم کے بعد مدرس کے ساتھ مدرسہ کے اہتمام کا بار بھی اپنے بھائی شاہ محمد موسیٰ کے ساتھ اٹھایا ۱۹۷۱ء سے شاہ عزیز کی وفات تک مسلسل ۲۵ سال ان کے درس قرآن کی مجالس میں تلاوت قرآن مجید کرتے رہے۔

مولانا بڑے صاحب کمال، علم ظاہر و باطن میں بے مثال تھے، (۱۵۱ مقالات طریقت) آپ کے اوقات ایسے مجموع تھے کہ شاید سلف صالحین کے زمرہ میں اولیا کرام کے اوقات ہوں گے، (۱۵۲ حیات ولی طبع اہل)

”ایک مدت دراز تک تعلیم و تدریس میں مصروف رہے... آخر میں گوشہ نشین ہو گئے اور اولیاء کرام کی سی زندگی بسر کرنے لگے اور بجز عبادت الہی اور تقویٰ کچھ کام نہ رہا“ (۱۵۳ واقعات دارالعلوم دہلی) انہیں طبیعت، عبادت و وسعت اور مزاج زہادت پرست واقع ہوا ہے، ایک عرصہ ہوا کہ سررشتہ تدریس کو ہاتھ سے دے کر گوشہ نشین ہیں، (۱۵۴ تذکرہ اہل دہلی طبع کراچی)

منشی محمد جعفر تھانیسری نے سوانح احمدی میں شاہ مخصوص اللہ کو سید احمد شہید کے مریدین میں محسوب کیا ہے، یہ افتر محض ہے، اس لئے کہ اس نول میں کوئی مؤرخ اس کا ہم نوا نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس مؤرخین نے انہیں اپنے عم عالی مقام شاہ عبدالعزیز کا مرید بتایا ہے جن کے سید احمد شہید بھی مرید تھے۔ پھر اس نے تو ان کے چچا شاہ عبدالغنی فرزند شاہ ولی اللہ کو بھی سید صاحب کا مرید لکھ دیا ہے جو سید صاحب کی ولادت کے صرف دو ڈھائی سال بعد وفات پا گئے تھے، گویا شاہ عبدالغنی نے راستہ بریل جا کر گہوارے میں سید صاحب سے بیعت کی تھی، اور یہی نہیں اُس نے شاہ عبدالعزیز کو بھی سید صاحب سے بیعت ہونے کا متبقی اور آرزو مند بتایا ہے، تاہم کچھ رسد! اس انفرادی پرستزادیہ کہ موصوف نے سید صاحب کے حادثہ شہادت کے ایک سال بعد اس عالم آب و گل میں پہلا سانس لیا تھا۔ اور حادثہ کے ۶۴ سال بعد سوانح احمدی ”تالیف فرمائی تھی۔“

شاہ مخصوص اللہ سید صاحب کے مرید ہونے کے بجائے ان کی جماعت کے اساطین شاہ محمد اسماعیل اور مولوی عبدالحی بدھانوی کے دہا بیانہ رجحانات کے شدید مخالف تھے، انھوں نے تقویت الایمان کے جواب میں معید الایمان لکھی تھی، وہ جامع دہلی کے تاریخی مناظرہ کے نہ صرف شریک بلکہ پرجوش فریق تھے۔ اس مناظرہ کے آغاز میں جب مولوی عبدالحی نے دریافت کیا کہ ”تو تم لوگ یہاں کیوں آئے ہو؟“

۱۹۵۵ء سوانح احمدی طبع کراچی ۱۵۵۔ ۱۵۶ ایضاً ۱۵۷۔ ۱۵۸ عہد تہافت اور ایہ ازمنہ عبدالحفیظ اگر وہ مدد سیف الجبار ازمنہ فضل رسول بدلیونی ۱۵۹

تو شاہ مخصوص اللہ سے جواب دیا تھا۔

”مجھ پر واجب حکم خدا کے آئے ہیں کہ حق ظاہر ہو جائے۔ پھر جب مناظرہ کے ۱۴ویں سوال (یعنی پندرہ گونہ شرع و فرائض پر بدعت جس سے بھی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ تو مولوی عبدالحی نے

کہا تھا ”اصل بدعت کی بدہوتی ہے۔“

اس پر مولانا مخصوص اللہ نے پوچھا کہ جس بدعت کی وجہ سے حق ظاہر ہو رہا ہو دیکھا ہے۔ اس کے جواب میں مولوی عبدالحی نے کہا سیّد شاہ مخصوص اللہ نے کہا اس تقدیر پر بدعت اور مباح میں فرق کیا ہے؟۔ اس سوال پر مولوی عبدالحی نے

نہایت تفصیلی نے غائب شاہ مخصوص اللہ کی نقلی و عملی سرگرمیوں کی ترجمہ کئے تحریف و ایسے کہ یہ بزرگ۔ آخر میں مجتہدین ہو گئے تھے۔ مسئلہ یہ ہے کہ یہ بدعت کے باوجود ان کی تحریک کے خدا نے یہ سرگرمیاں اور یہ جوڑا و جنبہ بہت بڑے جنوں و استدلال جو اس تھا۔ گویا جو کام صحت و دانش کا ثبوت اور ثبات و ثقل و ہوشیاری نشان ہے وہی نشانی تھا نصیری کی نظر میں جنوں بن گیا۔ اور یہ بدعت کا معرشت یا اولیائے گرامیہ کا نام بن گیا۔ جنوں کا خرد

شاہ مخصوص اللہ کا انتقال ۱۳۱۰ھ (۱۸۹۵ء) میں ہوا۔ اپنے آبائی

مقبرے۔ جہند یوں میں دفن کئے گئے۔

منہ سیف، اپنا ۱۳۱۰ھ تک سوانح احمدی ۱۹۵۵ء تک اپنا بیانیہ و کتب و محسن الہدیٰ

طبع، اصل و مقدمہ فتاویٰ غازی

اس خاندان کی تاریخ اسے تک اہل حدیث کے ہاتھ میں رہی ہے، اس لئے شاہ مخصوص جیسے بزرگوں کے سوانح وراثت کے پیش تر گوشے تلاش میں ہیں، کہاں انھیں ہوا تھا، جسمانی یادگاریں کتنی چھڑیں؟ کوئی تفصیل بھی معلوم نہ ہو سکی۔ بس مولوی نصیری نے جہندیوں میں مدفونین کی قبرستان میں شاہ مخصوص اللہ اور ان کا اہلیہ کو بھی شہادہ کیا ہے۔

شاہ محمد موسیٰ دہلوی

شاہ رفیع الدین کے فرزند گرامی شاہ محمد موسیٰ مولیٰ الہی خاندان کے متاخرین میں ایک نمایاں شخصیت تھے !

آپ کا سن ولادت تو نظر سے نہیں گذرا لیکن امیر الروایات میں یہ روایت موج ہے کہ آپ عمر میں شاہ محمد اسماعیل سے بڑے تھے اس لئے آپ ۱۱۹۳ھ / ۱۷۷۹ء سے قبل پیدا ہوئے ہوں گے جو شاہ محمد اسماعیل کا سن ولادت ہے۔

علوم ظاہر و باطن کی تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد اور عین مکرمین سے حاصل کی اور اپنے اسلاف کی شہرہ آفاق درس گاہ میں تدریس کی خدمت انجام دینے لگے، شاہ عبدالعزیز کے وصال (۱۸۲۳ء) کے بعد مدرسہ رحیمیہ کا نظم ان کے نواسے اور چانشین شاہ محمد اسحق نے سنبھال لیا تھا، ان کی ہجرت حجاز (۱۲۵۸ھ) کے بعد شاہ محمد موسیٰ پر تدریس کے ساتھ نظم کا بار بھی آپڑا جسے یہ حتی الوسع نبھاتے رہے۔

علیہ امیر الروایات و حکایات اولیاء علیہ کرامت علیہ

تا آں کہ تقریباً ستر سال کی عمر میں ۱۲ رجب ۱۲۵۹ھ (۱۸۴۳ء) کو اس جہاں سے اُس جہاں میں جا بسے اور مدرسہ رحیمیہ کی تقریباً ڈیڑھ سو سالہ تاریخ کا آخری ورق لوٹ دیا گیا۔ شاہ محمد موسیٰ کے وصال کے بعد ان کے صغیر السن صاحب زادے میاں عبدالسلام اور ایک صاحب زادی ان کی یادگار رہ گئے تھے، میاں عبدالسلام کسی بزرگ، اور سرپرست کے نہ ہونے کی بنا پر حصول علم کی دولت سے محروم رہ گئے اور یوں ایک مرکز علم و حکمت سے علم و حکمت کا سلسلہ منقطع ہو گیا، بلکہ نہ جانے کن اسباب کی بنا پر نسل ہی تقریباً منقطع ہو گئی اور ۱۹۱۹ء میں مولوی بشیر الدین احمد دہلوی نئے واقعات دار الحکومت تالیف کی، تو اُس خاندان میں سوائے ایک خاتون عفت تائب کے کوئی نام لیا اور پانی دیوا نہ رہا تھا۔

شاہ محمد موسیٰ اور ان کی صاحب زادی اپنے مقبرہ اسلاف ہندویوں میں موجود اب ہیں۔ علیہ

وہابیت کے رد میں دور سائے آپ کی یادگار ہیں۔ مگر دونوں غیر مطبوعہ ہیں (۱) حجة العمل فی البطلان الجھل فارسی زبان میں۔ یہ رسالہ ۶۰ اوراق (۲۰ صفحات) پر مشتمل ہے اور اختتام تالیف کی تاریخ ۱ ربیع الاول ۱۲۴۲ھ (۱۸۲۶ء) ہے، پروفیسر محمد ابو قتادری فرماتے ہیں کہ یہ رسالہ ان کی نظر سے گزر رہا ہے، علیہ (۲) فنایا فیہ احمد یادیونی نے اپنے رسالہ فیض عام میں اس رسالے کے تقریباً تین صفحات نقل کئے ہیں علیہ ولینا بدایونی کا بیان ہے کہ شاہ محمد موسیٰ نے ایک رسالہ در تحقیق استعمانت بھی لکھا تھا۔ علیہ

علیہ واقعات دار الحکومت دہلی ۵۹۵ حصہ دوم، اگر ۹۰۵، تہ ترجمہ تذکرہ سہ ماہیہ رجب

علیہ رسالہ فیض عام ۱۳۲۵ علیہ ایضاً۔

ملفوظات شاہ عبدالعزیز میں دو مختلف مواقع پر شاہ محمد موسیٰ کے سوال اور شاہ عزیز کے جواب درج ہیں، ان میں سے پہلا سوال یہ ہے کہ جس پر روح پانی پر تیرتا رہتا ہے اور زندہ جسم تہ آب بھیجتا جاتا ہے، حال اُن کہ روح ایک لطیف ترشہ ہے۔ یہ کیوں؟ شاہ عزیز کے مترشح جواب سے قطع نظر شاہ موسیٰ کا یہ سوال کتنا بڑا ہی افسوس ناک اور غلامت انگیز ہے، کیوں کہ یہ سوال ہمارے قدیم نصاب تعلیم کے ایک اہم نقص کو ظاہر کرتا ہے۔ اور ہمارے علماء کی علوم طبعیہ سے ناواقف اور بے تعلقی کا پردہ ور ہے، جدید نصاب ہزار نقائص کے باوصف اس باب میں اس قسم کے نقائص سے پاک ہے اور ایک میٹرک کا طالب علم بھی اس سوال کے صحیح اور شافی جواب سے واقف ہوتا ہے۔

دوسرے سوال کا جواب خاندان رحیمی کے تبرکات کے سلسلے میں ہمارے علم میں اضافہ کرتا ہے، شاہ موسیٰ نے دریافت کیا تھا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کونسا خطر رائج تھا؟ شاہ عزیز نے جواب دیا کہ خطِ عقیلی رائج تھا، پھر حضرت علیؑ نے خطِ کوفی ایجاد کیا، چنانچہ میرے پاس حضرت علیؑ کے ہاتھ کی جتنی تحریریں ہیں وہ حضرت امام حسنؑ کے ہاتھ کا کھٹا ہوا قرآن مجید جو مسجد ۶۰ میں بہت خطِ کوفی میں ہے۔ شاہ صاحب کے اس ارشاد میں مسجد سے مراد اگر بدرستہ سمجھیے گی کہ مسجد نہیں بلکہ جامع مسجد اکوئی اور مسجد ہو تو بھی حضرت علیؑ کی کوئی تحریریں کو شاہ صاحب نے خود اپنی ہانک فرمایا ہے، سوال یہ ہے کہ یہ تحریریں اور دوسرے نواد اور تبرکات اب کہاں ہیں؟ ظاہر ہے کہ یہ سب چیزیں شاہ محمد اسحاق کو منتقل ہوئی ہوں گی جو شاہ باحق نے اپنی

ہجرت حرم کے وقت اگر میری چھوڑ دی تھیں، تو کس کے پاس؟ اور اس سے پھر اس کے پاس منتقل ہوتی رہیں؟ اور اگر ایسا تھوڑے گئے تھے (اور یہی قرین قیاس ہے) تو اب ہر سب چیزیں کہاں ہیں؟ کسی ایک شخص کے پاس محفوظ ہیں؟ یا سب دوسری تقسیم ہو گئیں؟ اگر ایسا جوتہ قی طور پر محفوظ ہیں تو اہل اور قدر شناس اور مریدان حضرات کی مدد سے کیا یہ؟ یا ہماری بدقسمتی سے معاملہ اس کے برعکس ہے؟ شاہ باحق کے ارشاد میں عبدالحق اور ابی الحکیم، فرزندان مولوی نصیر الدین دہلوی، اور عبدالرحمن دفریہ شاہ چشم اللہ، اور شاہ محمد یعقوب کے داماد زامیر بیگ اور نواسے مولوی خلیل الرحمن کا قرنِ ہجری کے اواخر تک پہنچتا ہے۔ ان حضرات کے اخلاف اب بھی حجاز میں ہوں گے، یہ تو ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی بھی اب علم و فن سے بیرونیاب نہ ہوا مگر یہ کیا ضرور ہے کہ یہ سب لوگ دنیاوی و دینی حیثیت سے بھی بے حیثیت اور گم نام ہوں، دہلوی محدثین کے ارادت مندوں میں سے جو حضرات حج و عمرہ کی توفیق پاتے ہیں وہ اگر اپنے دورانِ قیام حرمین شریفین میں ان حضرات کی بھی تلاش کر سکیں اور ان نواد اور تبرکات کے متعلق بھی معلومات کر سکیں تو صرف خاندان رحیمی کی بلکہ علم دین کی بھی اہم خدمت ہوگی۔

شاہ عبدالعزیز اور ان کے جماعتوں کے اخلاف و طلبہ میں فکر و نظر کے اختلافات اور مذہب و مسلک کے تضاد نے دو گروہ پیدا کر دیے تھے۔ ایک گروہ جس کے سربراہ شاہ محمد اسماعیل شہید تھے جنھیں معین کی تقلید کے وجہ سے کاننگ اور کسی حد تک محمد بن عبد الوہاب نجدی کا ہم نوا تھا اور دوسرا گروہ شاہ عبدالعزیز کے مسلک کا مثبت حقیقت پر مطمئن و مصمم "مکمل بالکفر و الشک" کے باب میں متما تھا۔ مختصر یہ کہ جادو اعتدال سے

منحرف نہیں ہوا تھا، شاہ محمد موسیٰ اسی — دوسرے — گروہ کے حامی و ناصر تھے۔ علامہ مفصل حق غیاثی نے جو حزب غریبی کے گویا قائد و نقیب تھے شاہ محمد اسماعیل کے متشددانہ افکار و نظریات کے زو میں سبقت کی اور تحقیق الفتویٰ فی سداہل الطغویٰ کے نام سے ایک مفصل رسالہ میں دلائل عقلی و نقلی کے ساتھ شاہ شہید کا رد کیا تو اس کے آخر میں جن ولی اللہی اور غریبی علماء و فضلا کے دست خط تھے، ان میں شاہ محمد موسیٰ بھی تھے، پھر یہ اختلاف ان دونوں گروہوں کو شاہ جہاں کی مجد جامع میں منعقد ایک مجلس مناظرہ میں لے گیا تو اس میں بھی شاہ موسیٰ سرگرم نظر آتے ہیں ۲۹ ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ (۱۸۲۴ء) کو مسجد جامع میں جو مجلس مناظرہ برپا ہوئی تھی مولانا فضل رسول بدایونی نے اس کی مفصل روداد کو قلم بند کر کے اوراق تاریخ میں محفوظ کروایا ہے، اس مناظرہ میں شاہ موسیٰ اور مولوی عبدالحی بدھانوی کے درمیان یوں مکالمہ ہوا تھا:

”مولوی موسیٰ نے کہا کہ تم ہمارے استادوں کو بُرا کہتے ہو۔
 بوسے (مولوی عبدالحی) کہ میں نہیں کہتا، مولوی موسیٰ نے کہا کہ
 یہ ایسے نئے مسئلے بتاتے ہیں کہ ان سے برائی استادوں کی ثابت
 ہوتی ہے، پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ کہا کہ مثلاً قبر کے بوسے کو شرک
 کہتے ہو اور ہمارے اکابر اس کے مباشر ہوتے تھے، مولوی عبدالحی
 نے انکار کیا، کسی نے کہا کہ کچھ دوتا کہ تمہارے آپ جھوٹ باندھنے
 والوں کی تکذیب ہو جائے، مولوی عبدالحی نے کانپتے ہاتھوں سے
 لکھ دیا ”وسد و ہندہ قبر مشرک نیست“

مولوی سید ظہیر الدین احمد ولی اللہی

خانہ دان رحیمی کے متاخرین میں سے مولوی سید ظہیر الدین احمد کو ان کی متعدد خدمات کی بنا پر ایک اہم اور قابل ذکر مقام حاصل ہے، انھوں نے سب سے زیادہ قابل تحسین و لائق قدر کام تو یہ کیا کہ مدرسہ رحیمیہ کی ۴۰ سال کے بعد تجدید کی، دوسری اہم خدمت یہ انجام دی کہ اپنے خاندان کی ادبیات کی اشاعت کے لئے ایک مکتبہ اور طباعت کے لئے ایک مطبع جاری کیا، تیسری نتیجہ خیز کوشش یہ کہ ان حضرات کے خلاف ایک ہم چلائی جو شاہ ولی اللہ اور ان کے جانشینوں کی طرف ان کتابوں کو منسوب کر رہے تھے جو درحقیقت ان کی نہیں تھیں۔

ایک طرف مولوی صاحب کی یہ خدمات اور دوسری طرف ان کی گم نامی کا یہ عالم کہ کسی تاریخ کسی تذکرے کسی سوانح عمری میں آپ کو مولوی صاحب کا نام نہیں ملے گا۔ ۱۸۹۳ء میں مطبع مجتہائی دہلی سے فتاویٰ غریبی طبع ہوئی ہے، اس پر کوئی امر نامہ نہ لگا دھلوی ہیں، انھوں نے مقدمہ لکھا ہے جس میں اس خاندان کے سب لوگوں کا ذکر ہے، چنانچہ مولوی

صاحب کے مدد مولوی معز الدین کا بھی ذکر ہے اور لکھا ہے کہ ان کے علاوہ سنا
رہنے کے اخلاقیات میں سے اب کوئی نہیں پایا جاتا احوال آن کہ یہ ٹھیک ہی رہا ہے
سب مولوی سید احمد سرحدی کی توجہ دیکر چکے تھے اور اپنے خاندان کی گنج گنجینہ
بچے تھے۔ یہ عروج مولوی تحیم بخش و مولوی نے حیات عمر بڑی ادبیات دی ۱۹۰۰
میں تین تین مگر مولوی صاحب کا نام بھی لینے سے گریز کیا ہے، اس سے بھی زیادہ
حیات تک یہ بات یہ ہے کہ مولوی سید عبدالحی ۱۸۹۴ء میں دھلی میں ان سے ملے تھے
وہ اپنے سفر لکھتے ہیں ان کا اور ان کے کارناموں کا ذکر کیا ہے، مگر فرستہ الخواص میں
جوں کے تذکرہ اس محل تھا انھیں قبول گئے ہیں۔

حقیقت یہ مولوی صاحب سے جرم بھی ایسا ہی سرزد ہوا تھا، انھوں نے اپنے
تذکرہ کی طرف منسوب جعلی کتابوں کی نشان دہی کی تھی، اس جرم کی سزا یہی تھی کہ ان کو
نہ نہ کریں، ہمارے یہاں ایک غیر معمولی اور خفیہ تنظیم یہ سزا بہتوں کو دیتی رہی ہے
جو یہ بے شمار مطالعہ کی حد تک ان کی سزا کا کوئی "ترباق" نہیں ہے جس کو انھوں نے
جدید و عجیب کرنا اور گم نام کرنا چاہا پھر اسے کوئی یاد نہیں کر سکتا، مولوی سید احمد کو بھی یہی
منفیہ لگتی، یہ کسی مسافر نے اپنے سفر نامے میں ان کا ذکر کیا ہے، نہ کسی تذکرہ نگار نے
تحت کی کس دور کی شخصیات میں ان کا نام لیا ہے، نہ کسی مؤلف نے اپنے مافذ میں
ان کی کتابوں کا ذکر کیا ہے، حال آنکہ وہ ایک عالم تھے متعدد علمی و ادبی کتابوں کے
ترجمے، ادبیات شاہی کے نام تھے۔ دھلی پڑاؤ کا ردھلی جیسی اہم کتاب کے
مؤلف تھے۔ بہر حال مولوی صاحب کے جس قدر حالات بھی دانہ دانہ کر کے فراہم

سہ دھلی رسائل کے اطراف (تابع)

ہوئے ہیں بیشتر خدمت ہیں۔

مولوی صاحب شاہ فیض الدین کے نواسے کے پوتے تھے، شاہ فیض الدین
کی صاحب زادی امۃ اللہ زوجہ سید محمد الدین تھیں، ان کے دو صاحب زادہ تھے
ایک مولی سید نصیر الدین و دھلی جنھوں نے مشہور بال کوٹ کے بعد جنگ مرہا کو
تلاز دیا اور سرحد میں وفات پائی (۱۲۸۸ھ) دوسرے صاحب زادہ سید ناصر الدین
تھے، ان کے صاحب زادہ مولوی معز الدین تھے جن کے متعلق مرزا محمد بیگ کہتے
ہیں اصل مولوی معز الدین صاحب ازہر گان شاہ فیض الدین دیکھتے یا نہ تھے
حق آواز سے در غر و سے برکت و عبادت علیہ ان مولوی معز الدین صاحب کے
صاحب زادے مولوی سید احمد تھے۔

مولوی صاحب کے سن وادب کا علم نہیں مگر قرن چہار و عہد کے آغاز کے ساتھ
ہی وہ ادبیات شاہی کی اشاعت کا کام شروع کر چکے تھے، اس سے اندازہ ہوتا ہے
کہ وہ عہد ۱۲۰۳ھ (۱۸۱۵ء) کے قریب پیدا ہوئے ہوں گے جب یہی وہ تعلیم و تربیت
فراہم ہو چکا کہ ۲۰ سال کی عمر میں اس قابل ہوئے ہوں گے کہ بزرگوں کے
کارناموں کو نہ صرف کا و لور سید امجد اور اپنے منصوبوں کی تشکیل کرنا
انھوں نے ایک مکتبہ چھپو، سندھ اس دور کے مطابع کوکان اسلام یہ کام دیا
تھا اور یہ سب سب جس کا نام شاہ ولی اللہ کے نام۔ احمد۔ پیران احمدی سے
موسوم کیا تھا جاری کئے، مگر غالباً قرن چہار و عہد کے بالکل آغاز میں قائم کر دیا تھا،
بلکہ مقدور داری کے نزدیک یہ سب سب ۱۸۹۳ء میں چھپا ہے اس کے بعد ایک سال بعد
نئے استاد شاہی پر وہ کسی دور سے تو بزرگ نامان کا حقیقت سے مولوی معز الدین بیگ بیٹے مولوی
ان سے ملے تھے، لیکن یہ ۱۹۰۰ء کے درمیان تھا، بہر گز ہو۔

مدرسہ عزیززی مولوی سید احمد کا دوسرا اہم اور قابلِ قدر کام اپنی قدیم خاندانی درس گاہ کی تجدید تھا۔ یہ مدرسہ غالباً ۱۸۹۰ء میں قائم کیا تھا۔ اور ۳۴ سال سے زیادہ نہ چل سکا ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۵ء میں جب صاحبِ زہدیتہ انخواطران سے ملے تھے، یہ مدرسہ بند ہو چکا تھا۔

مولوی صاحب نے کس دلوے اور جذبے سے یہ مدرسہ جاری کیا تھا، اس کا اندازہ اس کی اس تحریر سے ہوتا ہے جو انھوں نے فیوض الحرمین کے خاتمہ کے طور پر لکھی تھی۔ جب سے حضرت مولانا اسحاق صاحب محدث دہلوی بریت اللہ

ہجرت فرما گئے اور مولوی محمد مخصوص اللہ خلیفہ مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کا انتقال ہو گیا (۱۸۵۶ء) مدرسہ کہنہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ کا تخمیناً چالیس برس سے غیر آباد پڑا ہے۔

اگرچہ اولاد مولانا شاہ رفیع الدین صاحب ممدوح سے چند اشخاص جو وارث حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے تھے، مدرسہ موصوفین برابر سکونت پذیر رہے مگر بوجہ جاری نہ ہونے سلسلہ درس تدریس کے اکثر احباب اور متوسلین خاندان کو معلوم بھی نہ رہا کہ اولاد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی ان کے تدریس مکں دوس گاہ میں رہتی ہے۔ اس اشار میں مکان (عمارت) مدرسہ بھی قدر میں منہدم ہو گیا، بعد اس عرصہ معہودہ سے مسبب الاسباب نے داعیہ تعمیر اور آبادی اس مدرسہ

(۸)۔ ہوا مع

(۹)۔ وصیت نامہ مع رسالہ دانش مندی مترجم

(۱۰)۔ مجموعہ فتاویٰ شاہ عبدالعزیز

(۱۱)۔ بحار تافہ

(۱۲)۔ حسن الشہدہ واعقبا ونامہ مترجم

(۱۳)۔ انفاس العارفین

(۱۴)۔ مکتوبہ مدنی

(۱۵)۔ ابتداء فی سلاسل اولیاء اللہ

(۱۶)۔ تکمیلہ ہندی

(۱۷)۔ تکمیلہ یونانی

(۱۸)۔ انفاس رحیمیہ (مرتبہ شاہ اہل اللہ)

(۱۹)۔ مجموعہ رسائل شاہ رفیع الدین

(۲۰)۔ عزیز الایمان سترجمہ مولوی نظام الدین کیرانوی ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء

(۲۱)۔ مناقب خیرہ، مؤلفہ اب غازی الدین خاں مرحوم ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۸ء

(۲۲)۔ یادگار دہلی مؤلفہ مولوی سید احمد

(۲۳)۔ حالات عزیززی

(۲۴)۔ تحقیق الہیاء

(۲۵)۔ رشتہ رحیمیہ ۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء یہ مطبع پہلے اپنے مکان میں قائم کیا تھا، اور تیرے عقبہ کون محل کھجا جاتا تھا، اس کے بعد ملکہ درمیدہ کلاں کی دوکان ۱۹۰۷ء میں منتقل ہو گیا تھا۔

مذکورہ کا جو درحقیقت منبع علم دین ہندوستان میں ہے، اس کم ترین کے دل میں ڈالو تو بھونٹنے والے دن اس کی آبادی کی کوشش میں ہوں اور شب و روز مجیب الدعوات سے دست بدعا ہوں کہ اسے قاضی الحاجات اس اجڑے ہوئے چمن کو دوبارہ سرسبز کر دے اور یہ جو نام مفقود ہوا جاتا ہے اس کے باقی رہنے کی کوئی تدبیر کر اور اس میر سلسلہ درس و تدریس کا جاری کرنا اور اس مدرسہ موصوفہ کا مثل اور مدرسوں اسلامی کے کہیں سے کچھ کفایت مقرر نہیں ہے اور خاص یہ شہر تو سرپرستی باجمی سے خالی ہو گیا ہے، اور میرے پاس اس قدر سرمایہ نہیں ہے کہ سلسلہ درس و تدریس کا شروع کروں اور طلبہ کی اعانت کر سکوں تو دل نے چاہا کہ اس خزانہ بے بہا کو جو عرصہ و زمانہ سے محفوظ چلا آ رہا ہے نکالے اور علیہ طبع سے جلادے کہ جو ہریان بازار رمانی کو دکھائیے اور جو اس کا نفع ہو مدرسہ موصوفہ میں صرف ہوا اور قدرے ترقی و بر طرف ہوا تو اس کم ترین نے یہ چند رسالے کہ نہ نکال کر علیہ طبع آراستہ کر کے ہدیہ شائقین کئے (اس کے بعد اپنی گیارہ مطبوعات کی فہرست دی ہے) اور ایک کتب خانہ اور مطبع برائے اعانت مدرسہ موصوفہ کے جاری کیا ہے.....“

اس تحریر کی بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ مولوی صاحب نے ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء میں کسی نہ کسی پیمانے پر اور کم سے کم نام کی حد تک مدرسہ کی تجدید کی تھی۔

مولوی صاحب نے اس مدرسہ کا نام مدرسہ عزیزی رکھا تھا اور مطبع کو بھی وہ التزام کے ساتھ مطبع احمدی متعلق مدرسہ عزیزی لکھتے ہیں، کتب خانے کا نام درکار اسلامیہ تھا اور وہ اولاً گھڑی پر تھا اور اس کا پتہ کلاں محل اور کبھی عقب کلاں محل لکھتے تھے، مثلاً سب سے پہلی کتاب الطواف القدس پر یہی پتہ لکھا ہے، مگر بعد میں دوکان ۱۹۹ء درمیه کلاں کا پتہ شائع ہونے لگا۔

ابتداءً مولوی صاحب تنہا ہی یہ کاروبار چلا رہے تھے اور اپنے نام سے پہلے ہتم یا مالک مطبع احمدی دوکان اسلامیہ لکھا کرتے تھے، مگر چند سال بعد اشتہارات میں واحد کے بجائے تنفیہ کا صیغہ استعمال ہونے لگا اور مالک سے مالکان ہو گئے۔ مولوی صاحب کے یہ شریک کار مولوی سید عبدالغنی کلپی تھے۔ مولوی عبدالغنی غالباً ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء میں شریک ہوئے تھے کیوں کہ مولوی صاحب کے نام کے ساتھ ان کا نام پہلی بار ”انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ“ کے خاتمے میں آیا ہے جو ۱۳۱۱ھ میں طبع ہوئی تھی۔

علہ خاندان دینی الطبی کا بہ خادم اس کا شوق ہے کہ ہم اس کے احوان و سوانح کا بتس کریں

اور جہاں جہاں جو کچھ مل جائے اس کو جمع کروں، مولوی سید احمد سے بھی میں ان کی ہنی خدمات کی بنا پر غصہ ہے، اور مولوی سید عبدالغنی بھی ہم سے اس عقیدت سے وارات کے متقاضی ہیں، مگر انہوں نے ہمیں مردہ اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ وہ مولوی سید احمد کے ہم شیر ناسدے اور مولوی سید محمد کے فرزند تھے، انہیں بیک وقت دو رجال علم و تقویٰ، شاہ ولی اللہ اور شیخ کلیم اللہ سے نسبت تھی، اس لئے وہ اپنے ہم کے ساتھ کبھی دلی لٹی لکھا کرتے تھے اور شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی کی درگاہ کے متولی اور صاحب تبارہ تھے، چند سال اپنے امیر مولوی سید احمد کے ساتھ بزرگوں کیالیفات کی اشاعت میں شریک و ہمیں رہے اور دلیویتی ج۔

کے وصال کے بعد مجھے تک تھا یہ خدمت انجام دیتے رہے کئی رسائل و کتب کے دوسرے ایڈیشن شائع کئے مطبع احمدی بندکریا تھا اور دوسرے مطابع میں چھپوانے تھے مولوی سید عبدالغنی کی شائع کردہ حسب ذیل کتابوں تک ہماری رسائی ہوئی ہے (۱) تعینات حضرت (۲) بارادوں (۳) سواہر سبیل کلیمی (۴) شاہ کلیم الشجیان آبادی (۵) بارادوں (۶) درن فیصلہ وحدت وجود و شہود (۷) بارادوں (۸) فیوض الحرمین (۹) بارادوں (۱۰) تحقیق الہدیا (۱۱) بارادوں (۱۲) انبیا (۱۳) بارادوں (۱۴) اللہ الشین (۱۵) بارادوں (۱۶) اس کے حاشیہ پر شاہ اسحق کے سلسلات بھی شائع کئے تھے۔ مولوی سید عبدالغنی ۱۹۱۳ء تک حیات تھے، کیونکہ مولوی سید محمد امام عید گاہ شاہی دھلے نے اسی سال اپنے صاحب زادہ حافظ جرن کو اپنا جانشین بنایا تھا۔ اس تقریب میں دستار امامت مولوی سید عبدالغنی نے باندھی تھی (الرحیم لاہور ص ۱۹۶۸) سید رشید امام راشد۔

مولوی سید احمد کی تیسری اہم خدمت یہ ہے کہ انھوں نے نہ صرف یہ کہ اپنے اسلام کرام کی تالیفات شائع کیں بلکہ ایک مہم ان حضرات کے خلاف بھی چلائی جو اپنے افکار و نظریات کے لئے شاہ ولی اللہ اور ان کے اہل خانہ کرام کا نام استعمال کر رہے تھے، اور ان بزرگوں کی طرف وہ کتابیں منسوب کر کے شائع کر رہے تھے جو حقیقت ان کی نہیں تھیں یا ان کی کتابوں میں اپنی طرف سے اضافات کر رہے تھے، پہلے تاویل الاحادیث کے خاتمہ میں لکھا۔

”آج کل بعض لوگوں نے بعض تصانیف کو اس خاندان کی طرف منسوب کر دیا ہے اور حقیقت وہ تصانیف اس خاندان میں سے کسی کی نہیں اور بعض لوگوں نے جو ان کی تصانیف میں اپنے عقیدہ کے خلاف بات پائی تو اس پر حاشیہ جڑ اور موقعہ پائی تو عبارت

کو تخریب کر دیا، کو سیر کے لئے یہ غرض ہے کہ جواب تصانیف ان کی چھپیں اچھی طرح اطمینان کر لیا جائے جب خریدنی چاہیں اس کے بعد انفا س العارین کے آخر میں اتنا ضروری کے عنوان سے لکھا۔

فی زمانہ الدنیا زور ولا یحصلہا الا بالندور کو بعض

حضرات نے کمزور بھی ہے اور دنیا کمانے کے واسطے حضرات موصوفین و خاندان رحیمی کی طرف اکثر کتابیں منسوب کر کے چھاپ دی ہیں جو کسی طرح ان حضرات کی تصنیف میں سے نہیں ہیں اور ارباب بصیرت ان کو پڑھ کر ان کے عیب اور مفاسد کو اس طرح جان لیتے ہیں جس طرح ایک تجربہ کار نقاد کھرے کھوٹے کو کسوٹی پر لگا کر پہچان لیتا ہے مگر کچھ آئے اعوام کا لانعام بچا رہے آدو پڑھنے والے علم سے بے بہرہ لوگ اکثر ان جعلی اور مصنوعی رسائل کو پڑھ کر ضلالت اور گمراہی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اس واسطے میرا فرض ہے کہ میں ان رسائل کے نام اس کو غذا کو تاہیں لکھ دوں اور اپنے دیندار بھائیوں کو ارباب زمانہ کی گندہ نمائی و جو فروشی سے آگاہ کر دوں آگے اس پر عمل کرنا نہ کرنا ان کا نعل ہے۔

منت آں چہ حق بود گفت تمام

تو دانی دگر بعد ازین و اسلام

اور وہ جعلی اور مصنوعی رسائل یہ ہیں۔

(۱) تحفۃ الموحیدین مطبوعہ اکل المطابع دھلی { منسوب بظرف حضرت مولانا شاہ ولی صاحب

(۲) بلاغ المبین مطبوعہ لاہور۔ (منسوب بہ طرف حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب)
(۳) تفسیر موضح القرآن، مطبوعہ خادوم الاسلام دہلی۔ منسوب بہ طرف مولانا شاہ
عبد القادر صاحب مرحوم۔

(۴) ملفوظات مطبوعہ میرٹھ، منسوب بہ طرف حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز۔

مولوی صاحب کی تصانیف (دیا گار دہلی اور حالات، عزیزی) کے علاوہ ان کے
دو مسمون بھی بڑے اہم اور قابل ذکر ہیں (۱) شاہ ولی اللہ پر ایک مضمون جو تاویل الاحادیث
کے، تہذیب شائع کیا گیا اور کئی نئی معلومات پر مشتمل ہے۔ (۲) شاہ اہل اللہ دہلی پر
ایک مفصل مقالہ جو تحکمہ ہندی کے آخر میں شائع کیا تھا اور جو شاہ اہل اللہ پر ایک تہذیب
اور معتبر ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے۔

مولوی صاحب کی تاریخ وفات اور اخلاف و اولاد کے متعلق کوئی بات معلوم
نہ ہو سکی، مولوی بشیر الدین نے واقعات دار الحکومت دہلی، (تالیف ۱۹۱۹ء) میں جہد یوں
میں مدفون حضرات میں مولوی سید احمد کھانم بھی کھلے، گویا ۱۹۱۹ء سے قبل مولوی صاحب
رحلت فرما چکے تھے ؟

شاہ محمد اسماعیل

ولادت ۱۲ ربیع الاول ۱۱۹۳ھ / ۱۲ اپریل ۱۷۷۹ء پھلت، وفات والدہ صاحبہ
۱۲۰۳ھ / ۱۲ اپریل ۱۷۸۹ء دہلی،

فرغت درس (۱۵/۱۶ سال کی عمر میں) ۹-۱۲۸۸ھ / ۷-۱۷۹۴ء

بیعت از سید احمد شہید ۱۲۳۲ھ / ۱۸۱۷ء

تالیف تقویت الایمان ۱۲۳۲ھ / ۱۸۱۷ء

صراط المستقیم ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء

آغاز سفر حج از کلکتہ ربیع الاول ۱۲۳۸ھ / ۱۸۲۲ء

مراجعت کلکتہ صفر ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۴ء

سفر ہجرت جمادی الثانی ۱۲۴۱ھ / ۱۸۲۶ء جنوری

پہلا معرکہ (اکوڑہ) ۱۲۴۲ھ / ۱۸۲۷ء

شہادت (مالاکوٹ) ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء مئی

تصانیف :- رسالہ تقویت الایمان (اردو) صراط المستقیم (باب ۱)

فارسی، منصب امامت (فارسی) رسالہ اصول فقہ (عربی) رسالہ یک روزی (فارسی)
ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضرع - تنویر العینین فی مسئلہ رفیع الدین،
منوی سلگ نور، رسالہ بے نماز۔

علہ تنویر العینین کے متعلق بعض معاصرین شاہ اسماعیل کا بیان ہے کہ ان کی شہادت بعد لوگوں نے ان کے
نام سے یہ رسالہ کھڑی شہادت دی ہے، تنبیہ الفضائل ص ۵۵

شاہ محمد عمر

شاہ اسماعیل شہید کی اولاد میں صرف ایک فرزند شاہ محمد عمر کا نام ملتا ہے۔
مولوی سید عبدالحمید کا بیان ہے کہ قناعت و عفت و توکل و استغنا اور قبل
الی اللہ کی صفات بہرہ مند تھے۔ دنیا اور ارباب دنیا کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے
تھے۔ ایک بار بہادر شاہ ظفر نے شوقِ ملاقات ظاہر کیا اور قلعہ معلیٰ کو روٹ بچنے کی دعوت
دی مگر آپ نے معذرت کر دی۔

مولانا رحمت اللہ کیرانوی جہا جرمی کی زبانی ایک ایسا ہی ایمان افروز واقعہ نقل
ہوا ہے کہ شاہ محمد عمر بن شاہ اسماعیل شہید ایک بار ہمارے ساتھ جا رہے تھے کہ بادشاہ کی
سواری کے ڈنکے کی آواز آئی، ایک لحظہ ان کی رنگت زرد ہو گئی، پیشاب کرنے بیٹھ گئے۔
بادشاہ کی سواری آئی اور گزر گئی بعد وہ اُسٹھے تو حیرہ خوش تھا، دریافت کیا کہ حضرت آپ
اس قدر کیوں گھبرا گئے تھے اور اب کیوں مطمئن ہیں کہائیں نے بادشاہ کی سواری سامنے
سے آتی ہوئی محسوس کر کے اس بات کا خوف کیا کہ کہیں میرے ایمان کو نہ سہ جائے۔
انہی مولانا کیرانوی کی یہ روایت بھی ہے کہ لوہا بوزیر الدولہ والی نوک انہی محمد عمر

علیہ نہایت الخواطر الجزا را بے عیب و عار مرقاۃ العیقین از اکبر شاہ خاں، نجیب آبادی ۱۲۳۳ھ

علیہ التیق ۱۹۲۵ھ

صاحب کے معتقد تھے ایک مرتبہ ان کی ملاقات کے لئے آئے محمد عمر صاحب نے
سنا کہ وزیر الدولہ آیا ہے تو دیوار کو دیکھ چھوڑے کی طرف سے مکان چھوڑ کر چلے گئے کہ امیر
کی ملاقات سے دل سیاہ ہو جاتا ہے اور قلب پر غفلت طاری ہو جاتی ہے۔

شاہ محمد عمر کی وفات ۲ جمادی الثانی ۱۲۶۸ھ میں ہوئی، مومن خاں نے حسب
ذیل قطعہ تاریخ وفات موزوں کیا۔

محمد عمر کا ہوا انتقال بزرگ ایسے ہوتے ہیں پیدا کہیں
مجھے سال تاریخ کا تھا خیال کہ سب نے کہا گم شیخ زمان

۱۲۶۸ھ

اسلامی (اقتصادی) انقلاب

کے متعلق

حضرت امام حکیم الامت مجدد الملت عارف باللہ

مولینا شاہ ولی اللہ علی مقامہ کے نظریات

نگارش: حکیم مولوی انیس احمد صدیقی حنفی مجددی ولی اللہی

حضرت شاہ صاحب اسلامی انقلاب کے داعی ہیں، اسلامی انقلاب میں اقتصادی اصلاحات بنیادی حیثیت رکھتی ہیں، اگرچہ اس موضوع پر مستقل تالیفات کی ضرورت ہے، جس میں حضرت شاہ صاحب کے نظریات و ارشادات کو تفصیل سے بیان کرنا چاہیے، لیکن ہم نے یہاں نہایت اختصار سے اسلامی انقلاب کے اقتصادی اصول تحریر کئے ہیں تاکہ بلور ان اسلام کو یہ علم ہو جائے کہ اسلام ایک مکمل دستور حیات ہے اور اسلام میں مذہب اور سیاست جدا جدا نہیں۔

جدا ہو دین سیاست تو رہ جاتی ہے جنگیزی

آج کل عوام میں سوشل ازم کا بہت بڑے پیمانے پر پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے، اور عوام کو بتایا جاتا ہے کہ اسلام میں ہمارے اقتصادی مسائل کا کوئی حل نہیں ہے، ان کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے اس باب کا اضافہ کیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(اسلامی انقلاب کی دعوت کے داعی حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ ولی اللہ اعلیٰ اللہ مقامہ میں جن کے ہزار ہا شاگردوں کے شاگرد ہندوستان میں عربی مدارس اور مساجد میں درس اور خطبات کے فرائض انجام دے رہے ہیں لیکن ان میں اکثر اصحاب نے نماز روزہ اور حج کو دین سمجھ لیا ہے اور دوسری چیزوں سے قطع نظر کر لی ہے، اس صورت نظر کی وجہ سے تمام عالم میں خرابیاں بھاسا اور اختلال رونما ہے جن لوگوں نے اس کی اصلاح کی کوشش کی ہے وہ ناشناس خدا ہونے کی وجہ سے دوسری قسم کی غلطیوں میں گر پڑے۔ حضرت شاہ ولی اللہ کے مسلک پر عمل کیا جائے تو آج نہ صرف پاکستان بلکہ ہندو افغانستان اور مصر ترکی اور تمام عالم اسلام میں مسلمانوں کے باہمی اختلافات ختم ختم ہو جائیں اور تمام دنیا کے مسلمان ایک سیبہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح نہایت مضبوط اور منظم طاقت بن جائیں، لیکن افسوس ہے کہ اس اہم ضرورت کو سمجھتے ہوئے بھی اس کی طرف پوری طرح متوجہ نہیں ہیں۔

(اللہ تعالیٰ نے حضرت شاہ صاحب کو بارہویں صدی کا مجدد بنایا تھا اور مجدد و پیغمبر کا نائب ہوتا ہے، حضرت نے اقتصادی نظام کے سلسلہ میں جو تصریحات فرمائی ہیں ان کو دیکھا کجیرت ہوتی ہے، اس اعتبار سے حضرت کی تحریرات میں انجاز بھی ہے اور ایجاز بھی۔)

انقلاب فرانس ۱۷۸۹ء میں رونما ہوا ہے جس کو انقلاب پسند اصحاب نے نشان راہ قرار دیا ہے لیکن حضرت شاہ صاحب ۱۷۳۱ء میں یعنی انقلاب کے نشان راہ سے پوری نصف صدی قبل، کمینڈر کم مکتوم اول کارل مارکس اور اس کے نفس ناطقہ اور فریق خاص اینگلس کی

پیدائش میں پوری ایک صدی اور یورپ میں مشینوں اور کلوں کے جاری ہونے میں ابھی ترقی چالیس سال باقی تھے، اسلام کے اقتصادی انقلاب کے وہ نظریات پیش کئے ہیں جو اسلام کے مسلمانوں کے لئے قابل فخری نہیں واجب العمل بھی ہیں۔

اگر حضرت شاہ صاحب کے نظریات قبول کر لئے جاتے تو کارمارکس اور دوسرے کمیونسٹ مفکروں کو کوئی نہ جانتا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جو لوگ حضرت شاہ صاحب کے علوم سے واقف ہیں اور زمانے کی ضرورت کو سمجھتے ہیں، وہ حضرت شاہ صاحب کے نظریات کی روشنی میں اسلامی انقلاب کے لئے مخلصانہ کام کریں، تحریری تقریری اور تعمیری، ہر طرح سے اسلامی انقلاب برپا کرنے کی کوشش کی جائے جو مملکت اس پر عمل کریگی وہ یقیناً عالم اسلام کی قائد ہوگی بلکہ تمام دنیا اس کی امامت و عظمت کو تسلیم کرے گی۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

اقتصادی اصول

(۱)۔ دولت کی اصل بنیاد محنت ہے

کاشتکار، مزدور قوت کا سبہ ہیں، باہمی تعاون مدنیست (شہریت) کی روح رکھتا ہے۔ جب تک کوئی شخص ملک و قوم کے لئے کام نہ کرے ملک کی دولت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ علہ

(۲)۔ جوا، سٹہ اور عیاشی کے اوڑے ختم کئے جائیں جن کی موجودگی میں تقسیم دولت کا صحیح

علہ۔ جتہ اللہ بالحق باب سیاست المدنیہ والبدن البازر بحث الارفاق انما ذوالخیر

اصول نظام حکومت

۱۱۴۔ زمین اور اس کے خزانوں کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے، اس کے بعد ظاہر انتظامی اعتبار سے ریاست ہے اور باشندگان ملک جن کو ان کے حقوق حاصل ہیں وہ ان کے منتظم ہیں اور ان کی ملکیت کا مطلب یہ ہے کہ دوسرا شخص ان کے حق انتفاع میں دخل اندازی نہ کرے۔ ملہ

۱۱۵۔ سارے انسان برابر ہیں کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ خود کو مالک ملک یا ملک الناس سمجھے۔ ملہ

۱۱۶۔ مملکت کے سربراہ کی حیثیت بالکل ایسی ہے جیسا کہ وقف کے متولی کی، اگر ضرورت مند ہو تو اتنا وظیفہ لے سکتا ہے جو عام باشندگان ملک کے معیار کے مطابق زندگی گزار سکے۔ ملہ



Accession Number.

100442

Date 30... 4... 83